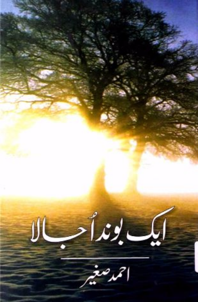


ایک بوند اُجالا

احمد صغیر

ایک بوند اُجالا

احمد صغیر

ایک بوند اُجالا

(ناول)

احمد صغیر

عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی ۹۵

EK BOOND UJALA
(NOVEL)

By

Ahmad Sagheer

2nd Edition 2013
PRICE Rs. 300/-

نام کتاب	:	ایک بوند اُجالا (ناول)
مصنف	:	احمد صغیر
مستقل پتہ	:	حنیف منزل، کوٹلی پوکھر، پولس لائن، گیوال بیگھہ، گیا۔ 823001 (بہار) موبائل نمبر۔ 08084808032 / 09931421834
Email.ID	:	ahmadsagheer52@yahoo.co.in
کمپوزنگ	:	سید فضاالرحمن
سرورق	:	اظہار احمد ندیم
مطبع	:	ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرس، دہلی
ناشر	:	عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی

arshia publications
A-170, Ground Floor-3, Surya Apartment, Dilshad Colony, Delhi - 110095 (INDIA)
Mob: (0) 9899706640, 9971775969 Email: arshiapublicationspvt@gmail.com

انتساب

اپنے دونوں بیٹوں

التمش صغیر

اور

فرجاد صغیر

کے نام

جن کے ہاتھوں میں میں نے اپنا قلم دے دیا ہے۔

وقت ایک عمیق سمندر ہی تو ہے جس میں کتنے ہی روز و شب، ماہ و سال سما کر
معدوم ہو جاتے ہیں۔

وقت ——،

روز ایک تاریخ رقم کرتا ہے!

تاریخ،

ایسی تاریخ

جو کتابوں میں کالی روشنائی سے چھاپی جاتی ہے ——،

جسے ملک کے بچے......طلبا......اساتذہ اور عام لوگ پڑھتے ہیں۔

تاریخ لکھنے والا جھوٹا بھی ہوتا ہے اور سچا بھی ہوتا ہے۔

کبھی کبھی وقت اس تاریخ کو جھٹلا بھی دیتا ہے،

اور پھر

ایک نئی تاریخ لکھی جاتی ہے۔

لیکن سچی تاریخ صرف اور صرف انسانوں کے دل و دماغ میں رقم ہوتی ہے۔

جسے صرف وہی یاد بھی رکھتا ہے اور وہی پڑھتا بھی ہے۔

تاریخ انسان بناتا ہے اور وقت اس پر مہر لگاتا ہے۔

لیکن اچھائی یا برائی وقت کے حصے میں ہی آتی ہے۔

اور وقت بہت خاموشی سے ہر غم، ہر دکھ درد......خوشی......انبساط......کیفیت
جھیلتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے اور انسان محوِ تماشہ بنا اس کے گزر جانے کا نوحہ پڑھتا رہتا ہے۔

دن، رات میں تبدیل ہو جاتا ہے اور رات دن کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور
تاریخ کبھی دن کی لکھی جاتی ہے اور کبھی رات کی۔

رات ——،

ہاں رات ——،

رات خود کو سمیٹ کر سو گئی ہے ——،

کمرہ میں بلب ابھی تک روشن ہے۔ مگر آسمان پر چاند غائب ہے۔ کالے کالے بادل منڈلانے لگے ہیں۔ اور ہواؤں کے اشارے پر کمرہ کے پردے ہچکولے لے رہے ہیں۔ گلنار بستر پر سوئی ہے۔ ابھی ابھی اس کو جھپکی آگئی ہے۔ کافی دیر سے وہ ایک کتاب پڑھنے میں محو تھی۔ کتاب بستر پر پڑی ہے اور ہوا کے چلنے سے اُس کے اوراق پھڑ پھڑا رہے ہیں۔ ہوا جب تھم جاتی ہے اُسی ورق پر آکر رک جاتی ہے۔ جس میں لکھا ہے ——

زندگی کیا ہے؟

ہر روز شمع کی طرح پگھلتی رہتی ہے۔

موسم سی بدلتی رہتی ہے۔

ہوا کا ایک زور کا جھونکا کمرہ میں داخل ہوتا ہے اور ٹھنڈ کے احساس سے گلنار کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ آنکھ کھول کر کمرہ کا جائزہ لیتی ہے۔ چادر جو پیر کے پاس پڑی تھی اُٹھا کر اپنے جسم کو ڈھک لیتی ہے اور کتاب اُٹھا کر اسے میز پر رکھنا چاہتی ہے مگر نہ جانے کیا سوچ کر پھر پڑھنے لگتی ہے ——

کون جانے زندگی کے کتنے سارے روپ ہیں۔

کوئی کہتا ہے بارش کی بوندوں سا ہے۔

کوئی کہتا ہے شبنم کے قطروں سا ہے۔

کوئی کہتا ہے دھرتی کے نالوں سا ہے۔

کوئی پرندوں کے گیتوں سا بتاتا ہے۔

کوئی سورج کی کرنوں سا۔

کبھی پتھر کبھی یہ کانچ کا ٹکڑا ہے جیون۔

کبھی خوشبو کبھی چاند جیسا روشن ہے یہ جیون۔
گلنار کتاب بند کر دیتی ہے اور سوچنے لگتی ہے۔
زندگی کے کتنے معنی ہیں لیکن آج تک اس کا ایک معنی کوئی نہیں بتا سکا——
آخر زندگی ہے کیا؟
کہیں یہ کسی دیوانے کا خواب تو نہیں؟

خواب کا کیا ہے۔ آنکھ کھلتے ہی سب ختم لیکن جب انسان حقیقت سے ٹکراتا ہے تو سب پاش پاش ہو جاتا ہے۔ خوابوں کا محل مسمار ہو جاتا ہے۔ دل خون کے آنسو روتا ہے اور آنکھ نم ناک ہو جاتی ہے۔

ہوا کا ایک تیز جھونکا پھر کمرہ میں داخل ہوتا ہے۔ گلنار اُٹھ کر کھڑکیاں بند کر دیتی ہے۔ پردے ٹھیک کرتی ہے، بلب بجھاتی ہے اور بستر پر دراز ہو جاتی ہے۔ کمرہ میں پھیلا سناٹا اور بھی گہرا ہو گیا۔ عین اُسی وقت بادل زور سے گرجا اور پانی یکایک یوں ٹوٹ کر برسنے لگا جیسے آسمان بوسیدہ چادر کی طرح جھر جھر ہو گیا ہو۔ گلنار نے چادر کو منہ تک ڈھانپ لیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

رات جتنی سیاہ تھی، صبح اتنی ہی سفید

روزن سے چھن کر آنے والی سورج کی روشنی گلنار کے کمرہ کو اُجالا کر رہی ہے۔ سات بج چکے ہیں مگر وہ ابھی تک سوئی ہوئی ہے کہ اچانک ایک آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی اور وہ نیند سے بیدار ہو گئی۔ چادر پھینکتی ہوئی پلنگ سے دوپٹے کو اُٹھاتی ہوئی گٹ جھٹ دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ ڈرائنگ روم میں اُس کے والد عبدالرحمن ٹی۔ وی آن کئے بیٹھے تھے۔ ٹی۔ وی پر خبریں آ رہی تھیں۔ اسکرین پر تبریز ہاشمی اپنے منفرد انداز میں نیوز پڑھ رہا تھا۔ گلنار اپنے دوپٹے کو سینے پر سنبھالتی ہوئی ٹی۔ وی سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی۔ اس کی بہن شامہ نے جو ایک صوفہ پر بیٹھی تھی گلنار کی طرف مسکرا کر دیکھا

—— اُس کی آنکھوں میں کشش تھی اور گالوں پر شفق کھلی ہوئی تھی لیکن گلنار تمام باتوں سے بے نیاز تبریز ہاشمی کی رپورٹ سن رہی تھی۔

کرپشن یعنی بدعنوانی اور رشوت ستانی پر اس وقت پورے ملک میں گفتگو جاری ہے۔ ماضی میں بھی ہو رہی تھی اور مستقبل میں بھی ہوتی رہے گی۔ 2G اسپیکٹرم گھوٹالہ ملک کے سبھی گھوٹالوں کی ماں ہے تو ملک میں کوئلہ Allotment کے نام پر تقریباً چھبیس لاکھ کروڑ روپے کی لوٹ گھوٹالوں کا باپ ہے۔ یہ گھوٹالہ وزیر اعظم منموہن سنگھ کے دورِ اقتدار میں ہی نہیں ہوا۔ انہی کی وزارت میں ہوا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ دولت مشترکہ کھیلوں میں بھی گھوٹالے کی کالی پرچھائیں نظر آئی۔ کرپشن کے پہلو سے ملک میں جو تشویشناک صورتحال ہے اس پر اتنا ہزارے جیسے حضرات سرکار اور اہل وطن کے ضمیر کو جھنجھوڑ رہے ہیں لیکن یہ مرض اتنا مہلک اور سماج کے رگ و پے میں ایسا سرایت کئے ہوئے ہے کہ کسی بھی عام علاج سے اس کا خاتمہ آسان نہیں ہے تو آخر اس کا حل کیا ہے یہ تو آپ کو سوچنا ہے۔ کمرشیل بریک کے بعد آپ سے ہی اس کا حل تلاش کریں گے......... جب رپورٹ ختم ہوئی تو دوسری خبریں آنے لگیں۔ عبدالرحمن نے جو اس رپورٹ میں محو تھے ختم ہونے کے بعد گلنار کی طرف دیکھا——

''تم کب آئی بیٹی؟''

''جی.........ابو.........السلام علیکم''—— گلنار نے گھبرا کر پہلے سلام کیا۔

''خوش رہو.........اوہ تو تبریز ہاشمی کی آواز نے تمہیں جگا دیا.........بھئی واقعی غضب کا تجزیہ کرتا ہے۔ واقعات کے تمام پہلوؤں کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیتا ہے''—— عبدالرحمن نے گلنار کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ گلنار بھی اپنے ابو کی دیکھتی ہے۔ وہ اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہیں——

''مجھے پتہ ہے کہ تم نے بیچ سے رپورٹ سنی ہے اس لئے اس رپورٹ کو دوبارہ

سننا چاہو گی"—— گلنار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد تبریز ہاشمی کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ رہے اسکرین پر ابھرا۔ گلنار رپورٹ میں محو ہوگئی۔ اسے پتہ بھی نہ چلا کہ شمامہ کب اُٹھ کر کچن میں چلی گئی۔ کچن میں اس کی چھوٹی بہن شائستہ ناشتہ بنانے میں منہمک تھی۔ شمامہ اس کی مدد کرنے لگی۔ گلنار بے حد دلچسپی سے تبریز ہاشمی کی رپورٹ میں محو تھی۔ جب رپورٹ ختم ہوئی تو گلنار کے چہرے پر ایک عجیب سی خوشی کی کیفیت ابھر آئی۔ وہ صوفے سے اٹھی——

"کہاں جا رہی ہو؟"—— عبدالرحمن نے ریموٹ سے چینل بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ابو ابھی فریش ہو کر آئی۔"

"آپی جلدی آیئے گا۔ ناشتہ تیار ہے"—— شمامہ نے کچن سے ہی آواز لگائی۔

گلنار باتھ روم میں داخل ہوگئی۔ کچھ ہی دیر میں فریش ہو کر پھر ڈرائنگ روم میں آگئی۔ تب تک شمامہ اور شائستہ ناشتہ میز پر سجا چکی تھیں۔ گلنار اپنے ابو کی بغل میں بیٹھ گئی۔ شمامہ نے روٹھنے کے انداز میں کہا۔

"آپی آپ روز ابو کی بغل میں بیٹھ کر ناشتہ کرتی ہیں کبھی مجھے بھی بیٹھنے دیا کیجئے۔"

"شمامہ آپی آپ روز ابو کے بغل میں بیٹھ کر ہی ناشتہ کریں گی جب گلنار آپی سسرال چلی جائیں گی۔ کیوں آپی؟"—— شائستہ نے چہک کر کہا۔ گلنار نے شائستہ کو آنکھ دکھایا۔

"ابو دیکھئے بڑی آپی آنکھ دکھا رہی ہیں۔"—— شائستہ نے شکایت کی۔

"نہیں ابو اس کی تو شکایت کرنے کی عادت ہے۔"—— گلنار نے عبدالرحمن کی طرف دیکھا۔

"بچو! پہلے ناشتہ کرو۔ باتیں بعد میں کر لینا"—— عبدالرحمن نے کیلا اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"جی ابو"—— گلنار نے بوائل انڈے کی طشتری اپنی طرف کھینچی۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر عبدالرحمن چائے کی پیالی اُٹھا کر صوفے پر بیٹھ گئے۔ گلنار بھی چائے کی پیالی اٹھا کر ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"بھئی تبریز ہاشمی نے کرپشن اور انا ہزارے کی تحریک پر جو تجزیہ پیش کیا ہے میں اس سے اتفاق نہیں کرتا"—— عبدالرحمن نے اپنی رائے رکھی۔

"کیوں ابو؟ انہوں نے بالکل واضح انداز میں بتایا کہ کرپشن ہندوستانی عوام کے رگ و ریشے میں پیوست ہے۔ جب کوئی بچہ امتحان دینے جاتا ہے تو اس کا باپ بولتا ہے پاس ہو گئے تو گھڑی دلا دیں گے اور فیل کر گئے تو چھڑی سے پٹو گے۔ یہ کرپشن نہیں تو کیا ہے"—— گلنار نے اپنی بات رکھی۔

"لیکن جس طرح بڑے پیمانے پر سرکاری خزانے کو چند آدمی اپنی تجوری میں بند کر رہے ہیں۔ اس کے خلاف تو کارروائی ہونی چاہئے"—— عبدالرحمن نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

"بالکل کارروائی ہونی چاہئے لیکن جب تک ہندوستان کا ہر آدمی خود میں تبدیلی نہیں لائے گا اس کا خاتمہ نہیں ہوگا۔ میں آپ کو تین تاریخی واقعات سناتی ہوں—— مدینہ کی گلیاں تھیں، رات کی تاریکی تھی، ہر طرف سناٹا تھا۔ صبح ہونے کے قریب تھی۔ گھر کے اندر سے کسی ماں کی آواز آ رہی تھی—— "بیٹی اٹھ جا......اٹھ جا......صبح ہو رہی ہے......اٹھ جا......دودھ میں پانی ملا دے"

بیٹی نے کہا—— "یہ گناہ ہے، امیر المومنین نے اعلان کرایا ہے کہ دودھ میں کوئی ملاوٹ نہیں کی جائے گی۔"

ماں نے قدرے بلند آواز سے کہا—— "یہاں کہاں ہیں امیر المومنین ......اٹھ جا دودھ میں پانی ملا دے۔"

بیٹی نے ادب سے عرض کیا ——— ''ماں! امیر المومنین نہ سہی اللہ تو موجود ہے ....امیر المومنین نہ دیکھیں، وہ تو دیکھ رہا ہے۔''

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کیا اس گفتگو کے بعد بھی ماں نے دودھ میں پانی ملانے پر اصرار کیا ہوگا اور رات کے سناٹے میں بھی خدا کے اپنے گھر میں موجود ہونے کا یقین رکھنے والی بیٹی نے دودھ میں پانی ملا دیا ہوگا؟ نہیں ہرگز........ہرگز نہیں........تاریخ بتاتی ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ اس کے ساتھ یہ دلچسپ واقعہ ہوا کہ اپنے عوام کی خبرگیری کے جذبے سے راتوں کو مدینے کی گلیوں کا گشت لگانے والے امیر المومنین حضرت عمرؓ خود ہی گلی میں کھڑے ہوئے ماں بیٹی کی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ آپ معصوم لڑکی کے جذبۂ ایمان اور حسن کردار سے ایسے متاثر ہوئے کہ صبح ہونے پر اس لڑکی کو اپنی بہو بنا لیا۔

یہی امیر المومنین عمرؓ مدینہ کی مسجد نبویؐ میں مسلمانوں کو خطاب فرما رہے تھے۔ مجمع سے ایک صاحب اٹھے اور کہا کہ ہم آپ کی بات نہیں سنیں گے جب تک آپ یہ نہ بتائیں کہ آپ نے لمبا کرتا کیسے سلا لیا؟ یعنی بیت المال سے تو ہر مسلمان کو صرف ایک چادر تقسیم ہوئی تھی (ایک ہی چادر آپ کو بھی ملی تھی اور ایک چادر میں آپ جیسے دراز قد شخص کی قمیص تیار ہونا ممکن نہیں ہے) حضرت عمرؓ جن کے نام سے قیصر و کسریٰ کی حکومتیں کانپتی تھیں، فرمایا کہ اس اعتراض کا جواب میرے بیٹے عبداللہ دیں گے۔ بیٹے نے کھڑے ہو کر وضاحت کی کہ بیت المال سے جو چادر میرے حصے میں آئی تھی وہ میں نے والد محترم کو پیش کر دی تھی (اس طرح دو چادریں ملا کر امیر المومنین کا کرتا تیار ہوا ہے)۔ اعتراض کرنے والے شخص نے مطمئن ہو کر کہا کہ ٹھیک ہے اب آپ کا خطاب سنیں گے۔

انہی حضرت عمرؓ کی اگلی نسلوں کے ایک عزیز عمر بن عبدالعزیزؒ بھی خلیفہ ہوئے تو دل کی دنیا اور زندگی کی کیفیت تبدیل ہوگئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سرکاری کام میں مشغول تھے کہ بیت المال کی امانت کے طور پر رکھے ہوئے سیب کے ڈھیر میں سے ان کے چھوٹے

سے معصوم بیٹے نے ایک سیب اٹھا لیا۔ خلیفہ نے بیٹے کے ہاتھ سے سیب لے کر امانت میں ڈال دیا تو بچہ روتے ہوئے گھر چلا گیا۔ کام ختم کر کے جب وہ خود گھر پہنچے تو بیوی نے شکایت کی کہ آپ نے بیٹے کے ہاتھ سے سیب چھین لیا اور وہ خالی ہاتھ روتے ہوئے واپس آ گیا۔ خلیفۂ وقت نے کہا کہ وہ سب بیت المال کی امانت تھی (اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں) بیٹے کو سیب چاہئے تو میں اپنے پیسے سے بازار سے لا دیتا ہوں۔

یہ چھوٹے چھوٹے تین تاریخی واقعات اس بڑی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اگر ہم بدل گئے تو پورا سسٹم بدل جائے گا۔ ابو سوچئے کہ ایک مقام یہ بھی ہے اور دوسرا مقام یہ ہے کہ کروڑوں کا گھوٹالہ کرنے والا سر عام گھوم رہا ہے اور معمولی چوری کرنے والا جیل میں ڈالا جا رہا ہے۔ چور چاہے ہیرے کا ہو یا کھیرے کا سزا برابر ملنی چاہئے۔ لیکن ایسا نہیں ہے ابو۔ یہاں قانون کو دولت والے خرید لیتے ہیں اور غریب سزائیں کاٹتے ہیں۔ جب تک ہم خود اور اس سسٹم کو نہیں بدلیں گے نہ کرپشن ختم ہوگا اور نہ ہی یہاں کی گندگی'' ——— گلنار نے بے لاگ تبصرہ کیا۔

''گلنار تمہیں تو لیڈر ہونا چاہئے تھا۔ کتنی زوردار تقریر کرتی ہو یا پھر تبریز ہاشمی کے ساتھ میڈیا میں ہونا چاہئے تھا۔ اچھا اب چلتا ہوں۔ اسکول کا وقت ہو رہا ہے'' ——— عبدالرحمٰن نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

گلنار ان کا بیگ لا کر حوالے کرتی ہے اور شامہ دوڑ کر ان کا چشمہ لے کر آتی ہے۔ شائقہ کچن سے ٹفن لا کر ان کے بیگ میں ڈال دیتی ہے۔ عبدالرحمٰن دعا سلام کے بعد دروازے سے باہر نکل جاتے ہیں۔ وہ ایک اسکول میں ٹیچر کے عہدے پر فائز ہیں۔

عبدالرحمٰن کے جانے کے بعد جیسے ہی گلنار دروازہ بند کر کے ڈرائنگ روم میں آئی ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

''گلنار رحمٰن چاہت کا احساس سرل نہیں ہوتا

آنکھوں میں رقت کی کونپل اُگتی ہے
دروازے پر ہجر کی کنڈی لٹکی رہتی ہے
وصل درپن کے آگے بیٹھ شرماتا رہتا ہے
چاہت کا احساس سرل نہیں ہوتا"

"بس......بس......بس......سمجھ گئی کہ یہ کوئی اور نہیں میری پیاری بہن شازیہ بول رہی ہے۔ کہو کیسی ہو؟"

"میں تو بخیر عافیت ہوں۔ آپ کیسی ہیں؟"

"میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔"

"اور وہ دونوں کبوتریاں کہاں ہیں۔ ضرور ابو کی خوشامد میں لگی ہوں گی۔"

ابو تو اسکول چلے گئے ہیں۔ ہم لوگ ابھی ناشتہ سے فارغ ہوئے ہیں۔ برتن سمیٹ کر دونوں کچن میں گئی ہیں۔"

"آپی اور سب خیریت ہے نا؟"

"بالکل......خدا کا رحم وکرم ہے۔ تمہاری پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟"

"بالکل فرسٹ کلاس......اچھا رکھتی ہوں......خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔"

گلنار ریسیور رکھ کر اپنے کمرے کی طرف مڑ گئی۔

●●

نرم نرم گھاس پر اوس کے حسین قطرے دھوپ کی ننی کرنوں کے باعث جگمگا رہے تھے۔ پارک کے ایک طرف فوارہ تھا دوسری طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ شازیہ خاموش بیٹھی پھولوں کو تک رہی تھی۔ طارق نے آ کر پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ شازیہ نے پلٹ کر دیکھا اور مسکرا دیا۔

"کیا دیکھ رہی ہو"——طارق اس کے بغل میں بیٹھ گیا۔

"پھولوں کو دیکھ رہی ہوں۔ کتنے حسین اور دلکش ہیں۔"——شازیہ نے پلکیں جھپکائیں۔

"تم بھی ان پھولوں کی طرح ہی حسین اور نازک ہو"——

طارق نے اس کے گالوں پر انگلی ماری۔ شازیہ شرما گئی۔ طارق اس کے اور قریب سرک گیا۔

"گھر فون کیا تھا؟"——اس نے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"کچھ دیر قبل ہی کال کیا تھا۔"——شازیہ نے طارق کے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا۔

"سب لوگ خیریت سے ہیں۔"

"ہاں خدا کا شکر ہے۔"

"ابو سے بات ہوئی؟"

"نہیں وہ اسکول جا چکے تھے۔ آپی سے بات ہوئی۔ ان سے ہی سب لوگوں کی خیریت دریافت کر لی اور اپنی خیریت سے آگاہ کر دیا۔"

"اچھا بتاؤ امتحان کی تیاری کیسی چل رہی ہے"——طارق نے شازیہ سے پوچھا۔

"فرسٹ کلاس......انشاءاللہ اچھے نمبر سے پاس کروں گی۔ اور تمہاری تیاری۔"

"میں تو امتحان کے لئے بالکل تیار بیٹھا ہوں۔"

"طارق امتحان کے بعد ہم دونوں الگ ہو جائیں گے۔ تم گھر جا کر مجھے بھلا دیں گے۔ میں دلی واپس ہو جاؤں گی اور تم پٹنہ۔" —— شازیہ کے چہرے پر تشویش کی لکیریں ابھر آئیں۔

"شازیہ ایسا مت کہو۔ ہمارا پیار سچا ہے تو ہم لوگ ضرور ملیں گے۔" —— طارق نے ڈھارس بندھائی۔

"لیکن کیسے؟"

"دلی سکریٹریٹ کی اسامی کے لئے میں نے اپلائی کیا ہے۔ اگلے مہینے انٹرویو ہے۔ اگر کامیاب ہو گیا تو دلی شفٹ کر جاؤں گا۔" —— طارق کا چہرہ چمک اٹھا تھا۔

"خدا کرے تم کامیاب ہو جاؤ۔ میں تمہاری کامیابی کی دعا کروں گی۔" —— شازیہ کو قدرے اطمینان ہوا۔

"چلو اب چلتے ہیں۔" —— طارق نے اٹھتے ہوئے کہا۔ شازیہ بھی اس کے ساتھ کھڑی ہوئی اور دونوں قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھتے رہے۔

●●

سڑک کی بتیاں ستاروں کی طرح جگمگا رہی ہیں۔ چاند نور کی بارش کر رہا ہے اور سائیں سائیں کی آواز لحظہ بہ لحظہ کم ہوتی جا رہی ہے۔ تبریز اپنے کمرہ میں بیٹھا انٹرنیٹ پر ڈاٹا Collect کر رہا ہے۔ جو چیز بھی اس کے کام کی ہوتی۔ ماؤس کو کلک کر دیتا پرنٹر سے ڈاٹا باہر آجاتا ہے۔ اس کی والدہ عصمت بانو چائے کی ٹرے لے کر کمرہ میں داخل ہوئیں۔ چائے کی پیالی تبریز کی میز پر رکھ دیں۔

"لو بیٹے چائے پی لو۔" —— وہ پاس کی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں۔

"جی امی۔" —— تبریز نے عصمت بانو کی طرف نظر گھما کر دیکھا۔

"آپ ابھی تک سوئی نہیں۔"

"بیٹے نیند نہیں آرہی تھی۔ تمہیں جاگتا دیکھا تو سوچا تمہیں چائے کی خواہش ہو رہی ہوگی۔ اس لئے چائے بنا دیا۔" ——

"آپ نے چائے نہیں لی۔"

"نہیں بیٹے اتنی رات میں چائے پینے سے نیند نہیں آتی ہے۔"

"کتنا وقت ہو گیا ہے۔" کمپیوٹر میں وقت دیکھتا ہے —— "اوہ دو بج گئے۔"

"بیٹے اب بس بھی کرو۔ کل کام کر لینا۔"

"امی کل کی رپورٹ کے لئے جو ڈاٹا چاہئے تھا اسے Collect کر لیا ہے۔ اب رپورٹ میں مزہ آجائے گا۔"

"بیٹے تم اتنی محنت کیوں کرتے ہو۔"

"امی رپورٹ میں جان اُسی وقت آتی ہے جب اس کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے اور لوگ میری رپورٹ یونہی نہیں دیکھتے۔ سب جانتے ہیں کہ تبریز ہاشمی ہر واقعہ کا پورا تجزیہ پیش کرتا ہے اور تجزیہ کرنے کے لئے مکمل ڈاٹا چاہئے۔"

"اچھا چلو.........اب سو جاؤ۔"

"بس امی ہو گیا۔ اب بند ہی کر رہا ہوں———" عصمت بانو چپ ہو کے کمرے سے باہر نکل گئیں اور تبریز ہاشمی پھر سے انٹرنیٹ پر ڈاٹا تلاش کرنے لگا۔

●●

گلاب کے پھول اپنے شباب پر اترا رہے تھے۔ ادھ کھلی کلیاں نیم باز آنکھوں سے پھولوں کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ ایک طرف بیلے کے سپید سپید پھول کسی پارسا کی طرح آس پاس والوں پر اپنے زہد کا سکہ جمانے کی کوشش کر رہے تھے۔ گلنار نے یونیورسٹی کے لان سے گزرتے ہوئے ایک بار ان پھولوں کو دیکھا۔ ابھی ابھی اس کی کلاس ختم ہوئی تھی اور کلاس سے نکل کر سیدھے لان کی طرف نکل آئی تھی۔ وہ اور اس کی سہیلی رعنا اکثر لان میں بیٹھ کر اپنا خالی وقت گزارتی تھیں۔ رعنا آج یونیورسٹی نہیں آئی تھی۔ گلنار نے رعنا کے بارے میں سوچا۔ آج وہ یونیورسٹی کیوں نہیں آئی۔ کوئی ضروری کام پڑ گیا ہوگا۔ ایک ہفتے کی چھٹی کے بعد آج کلاس شروع ہوئی ہے اور آج ہی اس نے Absent کر دیا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس کے موبائل کی گھنٹی بج اُٹھی۔ اُس نے اپنے بیگ سے موبائل نکالا اور کان تک لے گئی۔ دوسری طرف رعنا تھی۔

"رعنا کی بچی آج کلاس کرنے کیوں نہیں آئی۔ میں تجھے کتنا مس کر رہی ہوں"———

میں بھی تمہیں مس کر رہی ہوں۔ بس فوراً میرے گھر پہنچو۔"

"کیا بات ہے۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا!"

"میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ تم پہلے گھر آؤ تو سب بتاؤں گی۔"

"ابھی آتی ہوں۔"

اپنا موبائل بیگ میں رکھتی ہوئی باب قرۃ العین حیدر کے قریب آئی اور آٹو لے کر رعنا کے گھر کی طرف چل دی۔

آٹو سے اتر کر دوسری طرف سڑک کا رُخ کیا۔ راستے میں ایک جگہ ایک پتلا نالہ اور چھوٹا سا پُل تھا۔ پُل سے گزرتے ہوئے اس نے آس پاس کے مکانات پر ایک نگاہ کی۔ کتنی تیزی سے آبادی بڑھ رہی ہے۔ جدھر دیکھو مکان ہی مکان نظر آتے ہیں۔ اس کے باوجود آج بھی لوگ فٹ پاتھ پر سوتے ہیں۔ جھونپڑیوں میں رہتے ہیں۔ ریلوے

پلیٹ فارم پر سونے کو مجبور ہیں۔ نہ جانے کب ہندوستان کی تقدیر بدلے گی۔ اس نے اپنی سوچ کو جھٹک دیا کیونکہ رعنا کا گھر سامنے تھا۔

گلنار جب رعنا کے گھر پہنچی تو چہل پہل دیکھ کر حیرانی میں ڈوب گئی۔ بچے زرق برق لباس زیب تن کئے اِدھر اُدھر پھدک رہے تھے۔ گھر کے باقی لوگ بھی نئے لباس میں نظر آ رہے تھے۔ گلنار کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ آخر اس گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ کمرہ سے نکل کر رعنا کی امی نے مسکرا کر گلنار کا استقبال کیا۔ انہوں نے اسے رعنا کے کمرہ کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ وہ رعنا کے کمرہ میں پہنچ گئی۔ رعنا اپنے کمرہ میں خوبصورت لباس اور زیور پہنے پلنگ پر دلہن کی طرح بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر گلنار کی طرف دیکھا۔

''رعنا یہ سب کیا ہے۔'' —— گلنار نے حیرت سے پوچھا۔

''آج میرا انگیجمنٹ ہو رہا ہے۔'' رعنا نے مسکرا دیا۔

''اچانک .... اتنی جلدی۔ ایک ہفتہ قبل یونیورسٹی بند ہونے سے پہلے تو ہم لوگ ملے تھے۔ اس وقت تم نے تو کچھ نہیں بتایا تھا۔''

''بس سب کچھ اچانک ہو گیا۔''

''لیکن لڑکا ہے کون!''

''خالہ زاد بھائی ہے۔''

''کیا کرتا ہے۔''

''ابھی ابھی ریلوے میں ان کی نوکری ہوئی ہے۔ ٹریفک انسپکٹر ہیں۔ خالہ نے امی پر دباؤ بنایا کہ شادی جلد کرنی ہے ——''

''اس کا مطلب رشتہ پہلے سے طے تھا۔''

''کچھ طے وے نہیں تھا۔ خالہ اپنے بیٹے کی نوکری کا انتظار کر رہی تھیں۔ ان کی نوکری لگی اور انہوں نے پیغام بھیج دیا۔ میری امی اور ابو بھی تیار ہو گئے۔ خالہ تو اسی مہینے

شادی کرنا چاہتی تھیں لیکن ابو نے کسی طرح اگلے مہینے کے لئے راضی کر لیا ہے۔ اس لئے معاملہ انگیجمنٹ پر آ کر رک گیا۔

''لیکن تم تو کہتی تھی میں اس لڑکے سے شادی کروں گی جو بیرونی ممالک میں نوکری کرتا ہو۔''

''آدمی سوچتا بہت کچھ ہے۔ خواب بہت دیکھتا ہے لیکن ہر خواب پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچتا۔ پھر میرے مقدر میں یہی لڑکا تھا۔''

''تم اس رشتے سے خوش تو ہو؟''

''بالکل۔ اور کیا چاہئے۔ نوکری کرنے والا شوہر اور سب کچھ دیکھا بھالا۔ ایک جگہ پر اڈجسٹ کرنے میں دقت نہیں ہوتی۔''

''چلو جو بھی ہے اچھا ہے۔''

''تم بیٹھو میں تمہارے لئے کھانے کا انتظام کرتی ہوں۔''

تم کہاں جا رہی ہو دلہن بن کر بیٹھی رہو۔ میں کھا لوں گی۔'' —— گلنار نے رعنا کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''بس چھوٹی بہن کو بول کر آتی ہوں۔ وہ انتظام کر دے گی۔'' یہ کہتے ہوئے رعنا کمرہ سے باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد گلنار نے اپنے بیگ سے موبائل نکالا اور اپنے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ فون شامہ نے اُٹھایا تھا۔

''ہاں بولیے آپی ——''

''ایسا ہے کہ میں اپنی سہیلی رعنا کے گھر سے بول رہی ہوں۔ آج اس کا انگیجمنٹ ہو رہا ہے اس لئے فون کر کے اس نے بلا لیا۔ میں گھر دیر سے لوٹوں گی۔ ابو کو بتا دینا۔ نہیں تو وہ فکر مند ہوں گے۔''

''جی آپی بتا دوں گی۔''

گلنار نے موبائل آف کر کے بیگ میں ڈالا۔ تب تک رعنا آ گئی اور دونوں چہ سے باتوں میں مشغول ہو گئیں۔

●●

گلنار شام کو گھر لوٹی تو ڈرائنگ روم میں اپنے والد کو منتظر پایا۔

''بہت دیر کر دی بیٹی۔'' ——— عبدالرحمن نے گلنار کی طرف دیکھا۔

'ابو رعنا کے گھر دیر ہو گئی۔ آج اس کا انگیجمنٹ تھا۔''

''لیکن اچانک۔۔''

''ہاں سب کچھ اچانک ہو گیا۔ اس کی خالہ جان نے بس جلدی شادی کرنے کا اعلان کر دیا۔''

''اوہ تو خالہ زاد بھائی سے شادی ہو رہی ہے۔''

''جی ابو۔''

''چلو اچھا ہے۔ آپس میں شادی ہونے سے رشتے اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔''

شامہ چائے کی ٹرے لئے کچن سے نکلی اور میز پر رکھ دی۔

''چائے گرم''

''شامہ تم تو اس طرح چائے پیش کر رہی ہو جیسے اسٹیشن پر لوگ چائے بیچتے ہیں۔''

''پریکٹس کر رہی ہوں۔ کوئی نوکری نہ ملے گی تو چائے کی دکان کھول لوں گی'' ——— اس نے ہنس کر مذاق میں کہا۔

''اور شائقہ کہاں ہے؟''

''کچن میں کھانا بنا رہی ہے۔''

''میں بھی چل کر اس کی مدد کرتی ہوں۔''

''آپی بالکل نہیں .... آپ یہاں سے نہیں اُٹھیں گی۔ ہم دو چھوٹی بہنوں کے رہتے آپ کھانا نہیں بنائیں گی۔ سسرال میں جا کر تو کھانا بنانا ہی ہے۔''

''تم لوگوں نے مجھے کاہل بنا دیا ہے۔ کچھ کرنے ہی نہیں دیتیں۔''

''آپ تو بہت کچھ کرتی ہیں۔ صبح اُٹھ کر برتن صاف کرتی ہیں۔ جھاڑو لگاتی ہیں۔

باہر کا سارا کام کرتی ہیں۔ غسل کرتی ہیں اور ٹی۔وی۔ پر تبریز ہاشمی کی رپورٹ دیکھتی ہیں۔"

"گلنار مسکرا دیتی ہے ——— "تم آج کل بہت بولنے لگی ہو۔"

"آپی چائے۔" شامہ چائے کی پیالی بڑھاتی ہے۔ گلنار چائے کی پیالی پکڑ لیتی ہے۔

"شائقہ اپنی چائے لے لو۔" شامہ آواز لگاتی ہے۔ شائقہ کچن سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آجاتی ہے اور اپنی پیالی اٹھا کر گلنار کی بغل میں بیٹھ جاتی ہے۔

"تو رعنا آپی بھی انگیج ہو گئیں۔" شائقہ نے پوچھا۔

"ہاں بہت خوش نظر آ رہی تھی۔"

"لڑکا کون ہے۔"

"خالہ زاد بھائی ہیں۔"

"او و تب تو رعنا آپی نے انہیں ضرور دیکھا ہوگا۔ اچھا ہے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا۔ تاکہ کوئی وسوسہ نہ رہے۔"

"ہاں دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"شادی کب ہے؟"

"اگلے مہینے کی بائیس تاریخ کو۔"

"ممی کل میرے اسکول میں وزیر تعلیم آ رہے ہیں ایک اہم میٹنگ ہے اس لئے صبح تیار ہو کر جانا پڑے گا۔"

"ابو آپ فکر نہ کریں۔ ناشتہ جلد تیار کر دوں گی۔" ——— شامہ بولی۔

"لیکن ابو کل آپ کورٹ پینٹ اور ٹائی لگا کر جائیں گے۔" ——— گلنار نے کہا۔

"ممی اب اچھا نہیں لگتا۔"

"سب اچھا لگے گا۔ آخر میرے ابو بھی کسی سے کم تھوڑے ہی ہیں۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی۔ آپ کو تو سوٹ پہن کر ہی جانا پڑے گا۔" ———

"لیکن ٹائی کہاں ہے؟ پرانی ہو گئی ہے۔"

"میں ابھی لے کر آتی ہوں" ——— گلنار کھڑی ہو گئی۔

"ارے اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ اور بغیر ٹائی کے بھی سوٹ پہنا جا سکتا ہے۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ میرے ابو اور بغیر ٹائی کے سوٹ پہنیں گے میں ابھی گئی اور ابھی آئی" ——— یہ کہتے ہوئے گلنار نے پرس اُٹھایا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

●●

شام ہوتے ہی شہر میں گہما گہمی میں اضافہ ہو گیا۔ روشنی اس طرح بکھری تھی جیسے روشنی کا شہر ہے۔ گلنار کو محسوس ہوا جیسے وہ روشنی کے سمندر میں آ گئی ہو۔ آٹو والے کو پیسہ دیا اور بچے ہوئے پیسے کو پرس میں رکھ کر نظر نیچی کئے ہوئے جیسے ہی دکان میں داخل ہوئی۔ دوسری طرف سے دروازہ Push کرتے کوئی باہر آیا۔ گلنار کو دروازے سے دھکا لگا اور قریب تھا وہ گرنے ہی والی تھی کہ باہر نکلنے والے شخص نے اسے بازو سے پکڑ لیا۔

"آئی ایم سوری"——ایک مدھم سی آواز ابھری۔

گلنار نے سنبھل کر اس شخص کو غصے سے دیکھا مگر اس پر نظر پڑتے ہی جیسے اس کا سارا غصہ جاتا رہا۔ چہرے پر ایک عجیب سی خوشی نمودار ہوئی۔ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"تبریز ہاشمی۔"—— تبریز نے اس کا بازو چھوڑ دیا اور اسے بغور دیکھا۔

"جی۔ آپ مجھے کیسے جانتی ہیں۔"

"آپ کی کوئی رپورٹ میں مس نہیں کرتی۔ میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔ کیا واقعات کا آپ تجزیہ کرتے ہیں۔ کتنے ڈائنامک پیش کرتے ہیں۔ آخر یہ سب آپ کیسے کرتے ہیں"—— گلنار کا چہرہ کھل اٹھا کہ اس کا پسندیدہ اینکر اس کے سامنے کھڑا ہے اور وہ اس سے محو گفتگو ہے۔

"محنت اور لگن سے۔ اگر آدمی کے اندر لگن ہو اور کوئی بھی کام محنت سے کیا جائے تو اس میں کامیابی ضرور ملتی ہے"—— تبریز ہاشمی نے اس بار اس کے سراپا کا جائزہ لیا۔

"کیا آپ میرے ساتھ ایک کپ کافی پینا پسند کریں گے"—— گلنار نے جھجکتے ہوئے آفر کیا۔ اسے خدشہ بھی لگ رہا تھا کہ کہیں تبریز انکار نہ کر دے۔ وہ اس کے ساتھ کچھ پل گزارنا چاہتی تھی۔

تبریز کچھ پل سوچتا ہے۔ ایک بار پھر اس کے چہرے کو دیکھتا ہے۔ گلنار انکار اور اقرار کے بیچ جھول رہی تھی۔ اس کے چہرے سے صاف عیاں تھا۔ تبریز نے اس کے

چہرے کو پڑھ لیا پھر گھڑی پر نگاہ کی اور گویا ہوا۔

"میرے پاس پندرہ منٹ کا وقت ہے۔ اس کے بعد اسٹوڈیو جانا ہے۔ چلئے آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ لیکن آپ تو کچھ خریدنے کے لئے دکان کے اندر جا رہی تھیں۔"

"جی ابو کے لئے ایک ٹائی خریدنی تھی۔ کل انہیں ایک میٹنگ میں جانا ہے۔"

"چلئے تو پہلے ٹائی خرید لیتے ہیں۔"

"لیکن آپ کے پاس تو صرف پندرہ منٹ کا وقت ہے اور ٹائی خریدنے میں ہی پندرہ منٹ لگ جائیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ اگر دس پندرہ منٹ لیٹ بھی اسٹوڈیو پہنچا تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔ آخر آپ جیسی فین کو میں مایوس کیسے کر سکتا ہوں۔"

"جو شخص وقت کا پابند نہیں ہوتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔"

"آں!"......تبریز ہاشمی نے گلنار کو بغور دیکھا——"بات میں تو دم ہے......... آپ نے تو مجھے امتحان میں ڈال دیا.........دکان کے اندر جاؤں یا سامنے کافی ہاؤس میں۔"

"چلئے! پہلے ٹائی ہی خرید لیتی ہوں۔ اس کے بعد کافی پی لوں گی۔"

دونوں دکان کے اندر داخل ہو گئے۔ گلنار نے جیسے تیسے ایک ٹائی خریدی اور دونوں کافی ہاؤس میں آ گئے۔ گلنار نے کافی کا آرڈر دیا پھر تبریز کی طرف دیکھا۔ اس کی بھی نظریں گلنار کی طرف اُٹھ گئیں۔ گلنار میں وہ کشش تھی کہ کوئی بھی ایک بار دیکھ لے تو اس کا جھکاؤ اس کی طرف ہو جائے۔

"میرا نام گلنار ہے۔ میں جامعہ نگر میں رہتی ہوں.........سیاسیات میں ایم۔ اے کر رہی ہوں۔ میرے والد عبدالرحمٰن صاحب جامعہ سینئر سکنڈری اسکول میں ٹیچر ہیں۔ میری مزید تین بہنیں ہیں"—— گلنار اسے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دینا چاہتی تھی۔

''آپ کے بارے میں جان کر خوشی ہوئی۔ میں تو اپنی والدہ کے ساتھ رہتا ہوں۔''—— پھر پرس سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکالا اور اس کی طرف بڑھا دیا —— ''یہ رہا میرا کارڈ۔ اس میں میرے گھر کا پتہ اور فون نمبر بھی ہے۔''

گلنار کارڈ دیکھتی ہے۔ پھر تبریز ہاشمی کی طرف دیکھتی ہے۔

''اگر آپ کو فون کروں تو آپ برا تو نہیں مانیں گے۔''

''رات کو دس بجے کے بعد آپ فون کریں تو آشا گھر پر مل جاؤں گا۔''

اتنی دیر میں کافی آجاتی ہے اور دونوں کافی کی چسکیاں لینے لگتے ہیں۔ تبریز ہاشمی کو تعجب ہو رہا تھا کہ آخر اس لڑکی میں ایسا کیا ہے جو اس کی طرف کھنچا جا رہا ہے۔ اس نے اتنی جلدی اپنا وزیٹنگ کارڈ اسے دے دیا۔ اس کے کہنے پر کافی پینے کو تیار ہو گیا۔ ادھر گلنار دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی کہ اس کا پسندیدہ اینکر اس کے سامنے بیٹھا ہے اور وہ اس سے باتیں کر رہی ہے۔

●●

شام کے پلو میں سورج روپوش ہو چکا تھا۔ رات دبے پاؤں تبریز ہاشمی کے گھر میں اتر رہی تھی۔ آج وہ اسٹوڈیو سے جلد لوٹ آیا تھا۔ وہ آتے ہی کمپیوٹر کھول کر بیٹھ گیا اور انٹرنیٹ پر بیرونی ممالک کے اخباروں کی ویب سائٹ کھول کر خاص خبریں پڑھنے لگا۔

عصمت بانو کمرہ میں داخل ہوئیں۔ تبریز نے ماں کی طرف دیکھا۔

''بیٹے دس بج گئے ہیں کھانا تو کھالو پھر کام کرتے رہنا۔''—— عصمت بانو کمپیوٹر کے قریب آکر وہ بھی اخبار کی سرخی دیکھنے لگیں۔

''آپ نے کھالیا۔''—— تبریز نے ماؤس کو کلک کیا۔ کمپیوٹر کے اسکرین پر دوسری خبریں اُبھر آئیں۔

''ابھی کہاں کھایا ہے۔''

''آپ کھانا گرم کیجئے۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

عصمت بانو کمرہ سے نکل کر کچن میں آئیں اور کھانا گرم کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر میں تبریز بھی ڈائننگ ٹیبل کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ عصمت بانو نے کھانا میز پر سجا دیا اور خود بھی آکر بیٹھ گئیں۔ دونوں کھانے میں مشغول ہو گئے۔ کھانے کے دوران تبریز کو اچانک گلنار کی یاد آگئی وہ زیرِلب مسکرایا۔ عصمت بانو نے اس کی مسکراہٹ کو دیکھ لیا۔

''کیا بات ہے بیٹے۔ اچانک مسکرانے لگے۔''—— عصمت بانو نے سالن کا پیالہ اُٹھایا اور ایک چمچہ اپنے پلیٹ میں ڈالا —— ''کیا سالن ٹھیک نہیں بنا۔''

''ایسی بات نہیں ہے امّی۔ آج ایک ایسی لڑکی ملی جو میری بہت بڑی فین ہے۔ اس نے آج تک میری کوئی رپورٹ مس نہیں کی ہے۔ اُسے تاریخ کے ساتھ ساری رپورٹیں یاد ہیں جو میں نے پیش کی ہیں۔ کمال کی لڑکی ہے۔''

''اچھا! یہ تو واقعی تعجب کی بات ہے کہ اس کی دلچسپی تمہاری رپورٹ میں اس طرح ہے کہ وہ کوئی بھی رپورٹ مس نہیں کرتی۔ کیا نام ہے اس کا؟''

''گلنار........جامعہ ملیہ سے ایم۔اے کر رہی ہے اور جامعہ نگر میں رہتی ہے۔''

''کبھی مجھے بھی ملاؤ۔تمہاری اس اہم فین سے میں بھی ملنا چاہوں گی۔''——

''میں نے فون نمبر دیا ہے۔ایک دو دن میں ضرور فون کرے گی۔''

''دیکھنے میں کیسی ہے''—— عصمت بانو کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔

''خوبصورت ہے' ذہین ہے اور اسمارٹ بھی۔''

''تب تو جلدی ملنا چاہوں گی۔جب تم کسی لڑکی کی اتنی تعریف کر رہے ہو تو اس میں ضرور کوئی خاص بات ہے کیونکہ تمہاری زبان سے پہلی بار کسی لڑکی کی تعریف کرتے ہوئے سنا ہے جبکہ تمہاری نہ جانے کتنی فین ہیں' دوست ہیں' ساتھ میں کام کرنے والی لڑکیاں ہیں مگر ان میں سے تم نے کسی کی تعریف نہیں کی۔''

''امی مجھے بھی ایسی لڑکی پہلی بار ملی ہے جبکہ میں لڑکیوں کے جھرمٹ میں رہتا ہوں لیکن جو بات اس میں ہے وہ کسی دوسری لڑکی میں آج تک نظر نہیں آئی' اتنی بولڈ کہ اس نے میرے جواب سے مجھے ہی لاجواب کر دیا۔''

عصمت بانو نے مسکرا کر تبریز کو دیکھا۔انہیں محسوس ہوا کہ میرا بیٹا گلنار کو پسند کرنے لگا ہے اگر ایسا ہے تو اچھی بات ہے میں لڑکی ڈھونڈنے کے جھمیلے سے بچ جاؤں گی۔وہ دل ہی دل میں فیصلہ کرتی ہیں کہ اگر گلنار مجھے پسند آ گئی تو شادی کی بات کی جائے گی۔

تبریز کھانے سے فارغ ہو کر پھر اپنے کمرہ میں آ گیا اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

●●

جھیل سی خاموشی چہار سمت بکھری ہوئی ہے مگر کچھ ہی لمحوں کے بعد فون کی گھنٹی بجنے کی آواز نے اس خاموشی میں جلترنگ پیدا کر دیا۔عصمت بانو اپنے کمرہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گئیں اور جیسے ہی ریسیور اُٹھانا چاہا گھنٹی بجنی بند ہو گئی۔وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گئیں اور دوبارہ فون کی گھنٹی بجنے کا انتظار کرنے لگیں۔دوبارہ گھنٹی بجنے میں پانچ منٹ کا وقفہ لگا۔انہوں نے بڑھ کر ریسیور اُٹھا لیا۔دوسری طرف گلنار تھی۔

''جی میں گلنار بول رہی ہوں۔مجھے تبریز ہاشمی صاحب سے بات کرنی ہے۔''

''میں اس کی ماں بول رہی ہوں۔''

''جی آنٹی السلام علیکم!''

''تبریز تمہاری بہت تعریف کر رہا تھا۔''

''جی میں اس قابل تو نہیں۔میرے اندر کوئی ہنر بھی نہیں۔ایک عام سی لڑکی ہوں لیکن تبریز صاحب کمال کے فنکار ہیں۔رپورٹ کو جس طرح وہ پیش کرتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کرتا۔''

''کبھی مجھ سے بھی ملو۔میں بھی تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔''—— عصمت بانو نے اپنا مقصد بیان کر دیا۔

''جی آنٹی.........''

''کب آ رہی ہو.........ابھی آ جاؤ۔''

''جی.........جی.........''

''یہ جی جی کیا کر رہی ہو۔میں بھی تمہاری ماں جیسی ہوں۔''

''جی.........''

''جی.........تو آ رہی ہو.........''

''جی.........''—— گلنار کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا جواب دے۔اس میں

منع کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس نے پھر ریسیور کی طرف توجہ کی لیکن عصمت بانو فون کاٹ چکی تھیں۔ وہ ریسیور رکھ کر سوچنے لگی۔ تبریز صاحب نے میری تعریف اپنی امی سے کی۔ مجھ میں ایسا کیا ان کو نظر آ گیا۔ ان کی امی مجھ سے ملنا چاہتی ہیں۔ ضرور انہوں نے کچھ ایسا کہا ہوگا کہ ان کی امی مجھ سے ملنا چاہتی ہیں۔ وہ آئینہ کے سامنے کھڑی ہوگئی اپنے سراپا کا جائزہ لیا اور خود سے سوال کیا۔

مجھ میں ایسا کیا ہے کہ تبریز ہاشمی جیسا شخص تعریف کرسکتا ہے جبکہ وہ جس پروفیشن میں ہیں وہاں ایک سے ایک خوبصورت اور ذہین لڑکیاں ہوتی ہیں لیکن مجھ میں کیا خاص نظر آ گیا کہ اپنی امی سے تعریف کرنے پر مجبور ہوگئے۔

وہ خود کو آئینہ میں دیکھ کر مسکرا گئی۔ آئینہ کے اندر کی گلنار اچانک بول پڑی۔

''گلنار تجھ میں کچھ خاص ضرور ہے جو تبریز ہاشمی کو نظر آ گیا ہے۔ چونکہ آدمی ذہین اور پارکھی ہے۔ اس نے یونہی تیری تعریف نہیں کی ہے۔ جا اس کی امی سے ضرور مل کیونکہ انہوں نے تجھے بلایا ہے۔''

گلنار نے وارڈ روب کھول کر ایک سوٹ نکالا اور تیار ہو کر تبریز ہاشمی کے گھر پہنچ گئی۔ تبریز ہاشمی گھر پر نہیں تھے۔ عصمت بانو نے دروازہ کھولا اور دیکھتے ہی بول اٹھیں۔

''گلنار......''

''جی...... السلام علیکم!......'' اس نے عصمت بانو کو غور سے دیکھا۔ رعب دار چہرہ تھا مگر اندر سے کتنی شانت نظر آرہی تھیں۔

''آؤ بیٹی اندر آؤ''—— گلنار ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ ڈرائنگ روم بالکل سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ فینسی پینٹنگ کے رنگ و روغن بتا رہے تھے کہ مکین کی پسند عمدہ ہے۔

''بیٹھو''—— گلنار صوفے پر بیٹھ گئی۔ عصمت بانو نے بغور گلنار کو دیکھا اور من ہی من مسکرانے لگیں۔

''تو تم سیاسیات میں ایم۔اے کر رہی ہو۔''

''جی......'' گلنار چونکتی ہے—— ''جی ہاں''

''اچھا سبجیکٹ ہے۔ میں بھی اسی سبجیکٹ میں ایم۔اے کرنا چاہتی تھی لیکن بی۔اے کے بعد ہی تبریز کے ابو سے میری شادی ہوگئی اور پڑھائی ترک کرنی پڑی چونکہ دوسرے سال ہی تبریز میری زندگی میں خوشیاں لے کر آیا تھا۔ تبریز کے ابو فوج میں سرجنٹ تھے اور ایک لڑائی میں ان کی موت ہوگئی۔ تب سے ہم ماں بیٹے اکیلے ہی رہتے ہیں۔''

عصمت بانو کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ گلنار بھی محسوس کرتی ہے کہ عصمت بانو کی آواز میں تھوڑی سی لرزش ہے۔

''آنٹی زندگی اور موت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ خدا جس کے حصے میں جتنی حیات لکھتا ہے وہ اتنے دن ہی زندہ رہتا ہے۔ انسان کے اختیار میں کچھ نہیں' وہ تو وقت اور حالات کا غلام ہے''—— گلنار ڈھارس بندھاتی ہے۔

''تم نے ٹھیک کہا۔ کافی سمجھدار لڑکی ہو۔ اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ اپنے بارے میں بتاؤ گھر میں اور کون کون ہیں۔''—— عصمت بانو نے آنچل سے آنکھوں کے کونے کو صاف کیا۔

''ابو ہیں جو جامعہ اسکول میں ٹیچر ہیں۔ میرے بعد تین بہنیں ہیں۔ ایک علی گڑھ سے بی۔سی۔اے کا کورس کر رہی ہے۔ تیسری بہن انٹر میں ہے اور چوتھی دسویں میں' بھائی کوئی نہیں ہے۔''

''کوئی بات نہیں ہے۔ لڑکیاں آج کل لڑکوں سے کم تھوڑے ہی ہیں۔ تم سبھی بہنیں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہو۔ ضرور اچھی نوکری میں لگ جاؤ گی اور اچھے گھر میں شادی ہو جائے گی۔''

''لیکن ایک دن پرائی ہو جاؤں گی اور بڑھاپے میں ابو اکیلے رہ جائیں گے۔''

"یہ کون جانتا ہے کہ کس کا بیٹا کیسا نکلے گا۔ صحیح اولاد سب سے بڑی نعمت ہے۔ آج کل کے اکثر بچے اپنے والدین کو کہاں ساتھ میں رکھتے ہیں۔ جوائنٹ فیملی کا تو تصور ہی ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر تم لوگوں کا شوہر اچھا مل گیا تو ان کو اپنے ساتھ بھی رکھ سکتی ہو۔"

"یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا آنٹی کہ آگے کیا ہوگا؟"

"چلو جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔ بیٹھو میں ناشتہ لے کر آتی ہوں۔" ——— عصمت بانو اٹھتی ہیں۔

"آنٹی زحمت کرنے کی کیا ضرورت ہے میں تو بس آپ سے ملنے آ گئی۔"

"بیٹی کو کچھ کھلانے پلانے میں زحمت نہیں' خوشی محسوس ہوتی ہے۔ تمہارا فون آنے کے بعد ہی میں نے سب کچھ تیار کر لیا تھا۔ تمہیں آنے میں پندرہ منٹ لگے جب تک سب تیار ہو گیا۔ صرف چائے بنانی ہے۔"

"اگر آپ کی اجازت ہو تو چائے میں بنا دوں۔ میں چائے بہت اچھی بناتی ہوں۔" عصمت بانو نے بھی گلنار کی طرف دیکھا اور مسکرا دیں۔

"چلو" ——— عصمت بانو اٹھتی ہیں اور کچن کی طرف بڑھتی ہیں۔ گلنار بھی ان کے پیچھے کچن میں داخل ہوتی ہے۔ عصمت بانو فریج سے دودھ نکال کر سلیب پر رکھتی ہیں۔ تب تک گلنار چائے بنانے کے برتن میں تھوڑا سا پانی ڈال کر چولہے پر رکھتی ہے اور لائٹر سے چولہے میں آگ جلا دیتی ہے۔ عصمت بانو چائے کی پتی اور شکر کا ڈبہ اوپر سے اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیتی ہیں پھر فریج سے کھانے کا کچھ سامان نکالتی ہیں اور کچھ ناشتہ جو ابھی تیار کیا تھا پلیٹ میں رکھ کر ڈرائنگ روم میں لا کر میز پر رکھ دیتی ہیں۔ گلنار چائے بنا کر ڈرائنگ روم میں آ جاتی ہے۔

"لو بیٹی کھاؤ۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو اس لئے تکلف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" ——— عصمت بانو مٹھائی کی پلیٹ گلنار کی طرف بڑھاتی ہیں۔ گلنار ایک مٹھائی اٹھا لیتی ہے۔ دونوں کھاتی بھی رہتی ہیں اور اِدھر اُدھر کی باتیں بھی کرتی رہتی ہیں۔ گلنار اتنی

جلدی کیسے کھل گئی اسے بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا جبکہ وہ کم سخن تھی۔ ناشتے کے بعد بھی بہت دیر تک باتیں کرتی رہتی ہے۔ پھر اجازت چاہتی ہے۔

"بیٹی آتی رہنا۔ تم سے مل کر بہت اچھا لگا۔ تبریز نے یونہی تمہاری تعریف نہیں کی تھی۔"

گلنار شرما گئی۔

"جی آنٹی آتی رہوں گی آپ سے مل کر مجھے بھی بہت اچھا لگا کتنی شفقت ہے محبت ہے اور اپنا پن ہے تھوڑی دیر کے لئے تو مجھے لگا یہ میرا ہی گھر ہے۔"

"ہاں بیٹی یہ تمہارا ہی گھر ہے۔ آج تو تبریز سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن اگلی بار ضرور ہو جائے گی۔ کیا کرے وہ بھی بے حد مصروف رہتا ہے۔ جاب ہی ایسی ہے۔"

"جی آنٹی میں جانتی ہوں' وہ بہت محنت کرتے ہیں اس لئے اتنے مقبول ہیں۔ میں آتی رہوں گی۔"

گلنار نے جیسے ہی دروازے سے باہر قدم رکھا تبریز اپنی بائیک گھر کے قریب روکتا ہے۔

"آپ" ——— تبریز حیرت سے دیکھتا ہے ——— "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ میرے گھر بھی آ سکتی ہیں۔ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔"

"تبریز ہاشمی صاحب خواب نہیں حقیقت ہے۔ میں کیا اور میری حقیقت کیا۔ یہ تو میرے لئے فخر کی بات ہے کہ میں جس کی فین ہوں اس کے دروازے پر کھڑی ہوں۔"

"دروازے پر کیوں کھڑی ہیں۔ اندر چلئے آرام سے بیٹھئے' گفتگو کیجئے اور کچھ ٹھنڈا گرم نوش فرمایئے۔"

"میں کافی دیر سے یہاں پر تھی اور آنٹی سے بہت ساری باتیں ہوئیں۔ جم کر کھایا پیا اب جا رہی ہوں۔" ——— گلنار سیڑھی سے نیچے اترتی ہے اور مسکرا کر تبریز ہاشمی کو دیکھتی ہے۔

"اگر آپ چاہیں تو اپنی بائیک پر آپ کو گھر چھوڑ دوں۔" گلنار نے عصمت بانو کی طرف دیکھا۔ انہوں نے مسکرا کر ساتھ جانے کا اشارہ کیا۔ گلنار ہچکچاتے ہوئے تبریز کی بائیک پر بیٹھ گئی۔ اس نے ایک بار پھر عصمت بانو کی طرف نگاہ کی جو اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ تبریز نے بائیک اسٹارٹ کی اور دونوں کچھ ہی پل میں نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

●●

زندگی کیا ہے؟

بادِ صبا کا مہکتا ہوا ایک جانفزا جھونکا ہے.........

ایک سرسبز و شاداب دھرتی ہے جو کسی کی بنجر زمین پر گلابوں کی فصل لہلہانے کے لئے تیار رہتی ہے۔ گلنار کا ذہن بار بار تبریز ہاشمی کی طرف مرکوز ہو جاتا۔ مجھ میں ایسا کیا ہے جو میری تعریف کرتے ہیں۔ اپنی امی سے بھی میری تعریف کی اور ان کی امی نے بھی میری بے حد تعریف کی۔ کیا میں واقعی تعریف کے قابل ہوں یا یونہی.........جب گلنار خیالوں کی دنیا سے باہر آئی تو دیکھا اس کا گھر بس تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔

گلنار نے اپنے گھر کے سامنے تبریز کو بائیک روکنے کو کہا اور آہستہ سے اتر کر اس کے قریب آئی۔

"اگر آپ کے پاس وقت ہے تو میرے گھر والوں سے مل کر جائیے۔ آپ کو دیکھ کر سب لوگ خوش ہو جائیں گے۔" ——— گلنار کی آنکھوں میں التجا تھی۔ تبریز نے کچھ پل سوچا پھر بائیک سے اتر کر اسٹینڈ کیا اور گلنار کے ساتھ گھر کے دروازے کی طرف بڑھا۔ گلنار نے تیزی سے بڑھ کر کال بیل دبا دیا۔ دروازہ شامہ نے کھولا۔ پہلے تو اس کی نظر گلنار پر پڑی پھر تبریز ہاشمی پر۔ اُسے دیکھتے ہی وہ اُچھل اُٹھی۔

"تبریز ہاشمی" ——— لگ بھگ وہ خوشی سے چلا اُٹھی۔ تب تک دونوں اندر آ گئے۔ شامہ کی آواز سن کر ڈرائنگ روم میں بیٹھے عبدالرحمٰن بھی دروازے کی طرف دیکھنے لگے اور تبریز ہاشمی کا نام سن کر شائقہ بھی اپنے کمرہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گئی اور بالکل قریب جا کر بولی۔

"السلام علیکم" ——— تبریز نے شائقہ کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"وعلیکم السلام۔"

"آؤ بیٹے آؤ" ——— عبدالرحمٰن نے تبریز کی طرف دیکھ کر کہا۔

''السلام علیکم انکل۔''

''خوش رہو.........آؤ بیٹھو.........''

تبریز ان کے سامنے والی نشست پر بیٹھ گیا۔ شمامہ اور شائقہ تبریز ہاشمی کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''میں سب سے پہلے سب کا تعارف کرادوں......... یہ میرے والد جناب عبدالرحمن......... یہ میری بہن شمامہ اور یہ چھوٹی بہن شائقہ۔ اور آپ ہیں.........''

''تبریز ہاشمی!''——شائقہ بیچ ہی میں بول پڑی۔

''آپی مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا ہے کہ اتنی بڑی ہستی ہمارے گھر کی زینت بڑھا رہے ہیں۔''

''میں کب سے بڑی ہستی بن گیا میں تو ایک ادنیٰ سا شخص ہوں اپنا گزر بسر کرنے کے لئے ٹی۔وی پر اینکرنگ کرتا ہوں۔''——تبریز ہاشمی نے شائقہ کی طرف دیکھا جو مسکرا رہی تھی۔

''یہ تو آپ کی ذرہ نوازی ہے۔ ورنہ کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ ایک بار ٹی۔وی پر آ گئے تو زندگی بھر پر چار کریں گے۔''——شمامہ نے تبریز ہاشمی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کچھ بھی کہو بیٹے تم رپورٹ بہت اچھی پڑھتے ہو اور پیش کرنے کا انداز بھی منفرد ہوتا ہے۔ میں تو بڑی دلچسپی کے ساتھ تمہارا پروگرام دیکھتا ہوں اور گلنار تو تمہارے پروگرام کی دیوانی ہے۔''——عبدالرحمن نے گلنار کی طرف دیکھ کر کہا جو شرما گئی تھی۔

''انکل آپ جیسے قدردانوں کی وجہ سے میرے اندر کچھ اچھا اور نیا کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ میں جو محنت کرتا ہوں اس کا صلہ آپ جیسے چاہنے والوں کی تعریف سے مل جاتا ہے۔''——تبریز ہاشمی کے چہرے پر فخریہ مسکراہٹ تھی۔

''ارے تم لوگ بیٹھی ہی رہوگی یا کچھ چائے وائے کا انتظام کروگی''——

عبدالرحمن نے شمامہ اور شائقہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اونہہ ہوں.........میں تو کچھ نہیں پلاؤں گی آج صرف جی بھر کر باتیں کروں گی۔ کھانے پینے کا پروگرام دوسری ملاقات میں۔ کیوں آپی۔''——شائقہ نے شمامہ کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں شائقہ تبریز ہاشمی جیسی شخصیت آج ہمارے گھر پہلی بار آئے ہیں۔ اس لئے ان کی تواضع ضرور کریں گے۔''——شمامہ نے شائقہ کی بات کاٹ دی۔

''نہیں شمامہ ان کو اپنے گھر بھی جانا ہے پھر اسٹوڈیو بھی پہنچنا ہے۔ صرف مجھے چھوڑنے کے لئے یہاں تک آ گئے اور میرے اصرار پر تم لوگوں سے ملاقات ہو گئی۔ ابھی ان کو جانے دو پھر دوبارہ جم کر خاطر تواضع کریں گے''——گلنار نے معذرت کی۔

''تبریز بھائی مجھے اسٹوڈیو دیکھنے کا بہت شوق ہے کیا آپ میری خواہش پوری کریں گے۔''——شائقہ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

''بالکل کروں گا۔ کسی دن تمہیں اسٹوڈیو گھما دوں گا۔''——تبریز ہاشمی نے اُٹھتے ہوئے کہا——اچھا اب اجازت دیجئے پھر کبھی آؤں گا تو چائے بھی پیوں گا اور کھاؤں گا بھی۔''——تبریز ہاشمی نے دروازے کی طرف قدم بڑھایا لیکن مڑ کر ایک بار گلنار کو دیکھا۔ گلنار بھی تبریز کو ہی جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

''بیٹے آتے رہنا۔''——عبدالرحمن نے کہا۔

''ضرور آؤں گا۔''——تبریز ہاشمی دروازے تک پہنچ گیا۔ گلنار، شمامہ اور شائقہ اس کے پیچھے دروازے تک آئیں۔

''اچھا خدا حافظ!''——تبریز ہاشمی گلنار کی طرف ایک بار پھر دیکھنا چاہتا تھا مگر شمامہ اور شائقہ کی وجہ سے بغیر دیکھے ہی تیزی سے باہر نکل گیا۔

''خدا حافظ''——تینوں کی ایک ساتھ آواز ابھری۔ تبریز ہاشمی نے بائیک

اسٹارٹ کیا اور آگے بڑھ گیا۔ تینوں کی نگاہوں نے تبریز ہاشمی کا اس وقت تک تعاقب کیا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔

"واہ کیا شخصیت ہے۔ ذرہ برابر بھی تکبر نہیں ——" شائستہ نے ڈرائنگ روم میں لوٹتے ہوئے کہا۔

"شائستہ آدمی بڑا وہی ہے جس کے فن اور شخصیت میں تضاد نہ ہو۔ تبریز ہاشمی سے مل کر ایسا نہیں لگا کہ ایک مشہور مفکر سے مل رہے ہیں۔ ایسا لگا کہ ایک عام آدمی کے روبرو ہیں" —— شامہ نے پلٹ کر گلنار کی طرف دیکھا۔ گلنار ابھی تک دروازے کی طرف ہی دیکھ رہی تھی —— "آپی!" ——

"ہاں!" —— گلنار چونکی۔

"آپی کہاں کھو گئی تھیں؟" —— شامہ نے رک کر پوچھا۔

"بس یونہی!" —— گلنار ڈرائنگ روم میں واپس آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔

شامہ اور شائستہ کچن میں داخل ہو گئیں۔

●●

کون جانے امیدوں کا بادل کب گھر کر آجائے .... برس جائے .... اور کسی کا وجود اس امید کی بارش میں بھیگ بھیگ جائے .... ہر کوئی اس بارش کو اپنے اندر جذب کر لینا چاہتا ہے۔ اس سے پہلے کہ سنسان رات کی تاریکی زندگی کو سیاہ کر دے۔

اس سے پہلے کہ تیز و تند ہوا درختوں کی شاخوں کو ننگا کر دے۔

اس سے پہلے کہ کسی کو چاہنے کی خواہش کسی گمنام پگڈنڈی میں کھو جائے۔

اس سے پہلے کہ زرد موسم زندگی میں زردی گھول دے۔

اس سے پہلے کہ تمہارے مہکتے پھولوں کی خوشبو پر اپنا حق جتادے۔

اس سے پہلے کہ کوئی انجانے دیس کا مسافر تمہیں مانگ لے۔

کہہ دو کہ
تمہیں پیار ہے ....
پیار ہے ....
ورنہ شام کی گھنی چادر تم پر کوئی ڈال دے گا
اور تمہارا چاند سا چہرہ اس میں کہیں روپوش ہو جائے گا۔
یہ سچ ہے .... سچ ہے .... بالکل سچ
لیکن میں ڈرتی ہوں مسرت سے
کہیں یہ میری ہستی کو پریشاں نہ کر دے
کہیں یہ میری ہستی کو صرف خواب میں نہ تبدیل کر دے۔
کیونکہ میری ہستی ہے ایک ذرہ
میں مہتاب کو کیسے چھو سکوں گی
وہ بلند و بالا ہے

میں ڈرتی ہوں خوشی سے.........شادمانی سے.........کہ کہیں یہ میری زندگی میں تلخیاں نہ بھر دے.........سسکیاں نہ بھر دے.........

اس لئے میں اس چاند کو چھونے کی چاہت کیوں کروں جو شاید میرا نہیں ہے.........میرا نہیں ہے.........میرا نہیں ہے۔

گلنار جب بستر پر دراز ہوئی تو اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات ابھرنے لگے۔

●●

رعنا کا گھر برقی قمقموں اور قوسِ قزح سے سجا ہوا ہے۔ شادیانے بج رہے ہیں۔ زرق برق لباس زیب تن کئے خوبصورت اور حسین چہرے گھر کی رونق بڑھا رہے ہیں۔ گلنار صبح سے ہی رعنا کے گھر آ گئی تھی جبکہ شامہ اور شائقہ ابھی ابھی آئی ہیں۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا ہے۔ گھر کے ہر گوشے سے خوشی ٹپک رہی ہے۔ رعنا کے گھر والے آنے والے مہمانوں کا استقبال کر رہے ہیں۔

تبریز ہاشمی کی بائیک رعنا کے گھر کے قریب رُکتی ہے۔ بائیک کے پیچھے سے عصمت بانو اُترتی ہیں۔ تبریز بائیک آگے بڑھانے کو ہوتا ہے کہ عصمت بانو بول پڑتی ہیں۔

''بیٹے کم سے کم رعنا کو مبارک باد تو دیتے جاؤ۔ اس کے ابو' امی کیا سوچیں گے۔ دور کی سہی وہ تمہاری خالہ زاد بہن ہے۔ چلو پانچ منٹ میں دیر نہیں ہو جائے گی۔''

تبریز بائیک کو پارک کر کے عصمت بانو کے ساتھ اندر داخل ہوا' سامنے ہی رعنا کے ابو اسحاق احمد پر نظر پڑ گئی۔ انہوں نے بھی دونوں ماں بیٹے کو دیکھ لیا تھا اس لئے لپک پڑے۔

''السلام علیکم خالو جان۔''

''خوش رہو بیٹے۔ تم آ گئے گھر کی رونق بڑھ گئی۔ کتنے زمانے کے بعد آئے ہو۔''

''کیا کروں خالو جان پروفیشن ہی ایسا ہے کہ وقت نہیں ملتا۔ دیکھئے نا ابھی مجھے سات بجے Caverage کے لئے منڈی ہاؤس جانا ہے۔ پونے سات بج چکے ہیں۔''

—— تبریز گھڑی دیکھتا ہے۔

''یعنی آج بھی تم نہیں رُک رہے ہو۔ کچھ کھا پی کے جاؤ۔''

''خالو جان پھر کبھی آ جاؤں گا۔ ابھی تو اجازت دیجئے۔''

تبریز آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ مگر اسحاق احمد کی آواز پر رک جاتا ہے۔

''کم سے کم رعنا سے ملتے جاؤ۔ وہ کیا سوچے گی۔''

تبریز ہاشمی کے قدم رک گئے' وہ مڑا اور رعنا کے کمرہ کی طرف بڑھ گیا۔ رعنا کا

کمرہ اس کی سہیلیوں سے بھرا پڑا تھا۔ تبریز نے دروازے کے قریب جا کر کھنکھارا۔ سبھی لڑکیاں اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور دیکھ کر چونک پڑیں۔ کسی کے منہ سے نکلا۔

''ارے تبریز ہاشمی۔''

کچھ لڑکیاں بڑھ کر دروازے کے قریب آگئیں' کچھ ٹھٹک گئیں اور کچھ رعنا کی طرف دیکھنے لگیں۔

''تبریز ہاشمی آپ یہاں؟''—— دروازے کے قریب بڑھتی ہوئی لڑکیوں میں سے ایک نے پوچھا تب تک رعنا پلنگ سے اٹھ کر تبریز کے پاس آگئی۔

''تم لوگ اس طرح چونک رہی ہو جیسے کوئی عجوبہ میرے گھر آگیا ہو۔ یہ میرے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آئیے بھائی جان''—— رعنا تبریز ہاشمی کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کے اندر لے گئی اور ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ گلنار پلنگ کے پاس ہی کھڑی تھی۔ دونوں کی نظریں ملتی ہیں۔

''السلام علیکم!''—— گلنار ہولے سے کہتی ہے۔ تبریز اُسے بغور دیکھتا ہے۔ ہلکے آسمانی کلر کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ ہلکا سا میک اپ بھی کیا تھا۔ لپ اسٹک کی لالی صاف جھلک رہی تھی۔ تبریز اس کے حسن میں کھو گیا۔

''میں نے کہا السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام!''—— تبریز جھینپ گیا۔

''اس کا مطلب ہے آپ لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ گلنار تم نے بتایا نہیں۔''—— رعنا نے کہنی سے مارا۔

''مجھے کیا پتہ تھا کہ آپ لوگ بھائی بہن ہیں۔ ہماری ملاقات ابھی چند روز قبل ہی ہوئی ہے۔''—— گلنار نے صفائی پیش کی۔

''بھائی جان کیا لیں گے۔ ٹھنڈا یا کافی۔''

''رعنا اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں جلدی میں ہوں۔ سات بجے مجھے ایک اہم

Coverage کرنا ہے۔ پوری ٹیم لوکیشن پر پہنچ گئی ہوگی۔ لوگ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ چلتا ہوں۔ اگلی بار آؤں گا تو تیرے میاں کے ساتھ بیٹھ کر باتیں بھی کروں گا اور کھانا بھی کھاؤں گا۔ تم ایک نئی زندگی کا آغاز کر رہی ہو' میری طرف سے مبارکباد قبول کرو اور جہاں رہو خوش رہو۔''—— رعنا نے شرما کر نظریں نیچی کر لی۔ تبریز ہاشمی پلٹا اس کے پیچھے نہ چاہتے ہوئے بھی گلنار باہر نکل گئی۔ تبریز جیسے ہی دروازے کے باہر قدم رکھا گلنار کی آواز نے اس کے قدم روک دیئے۔

''سنئے''—— تبریز نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہاں گلنار کھڑی تھی۔

''کیا آپ اتنی جلدی میں ہیں کہ کولڈ ڈرنک بھی نہیں پی سکتے۔''—— گلنار کے چہرے پر ملتجیانہ مسکراہٹ رینگ گئی۔ اس نے گلنار کو دیکھا پھر ہاتھ پر بندھی ریسٹ واچ کو دیکھا اور مسکرا کر کہا——

''اگر آپ کا اصرار ہے تو پی لوں گا۔''

''تو آیئے کھانے پینے کا انتظام پیچھے باغ کی طرف ہے۔''

تبریز ہاشمی اور گلنار مکان کے پیچھے والے حصے میں آ گئے وہاں ایک طرف کولڈ ڈرنک کی بوتل ایک میز پر سجی تھی تو دوسری طرف کباب بھنے جا رہے تھے۔ جس کی بو فضا میں گھل رہی تھی۔ ایک طرف کافی اور چائے کا اسٹال سجا تھا تو ایک اسٹال پر چاٹ والا چاٹ بنا رہا تھا جہاں بچوں کا ہجوم تھا۔ بچے گول گپے اور چاٹ کی فرمائش کر رہے تھے۔ ہر بچہ چاہ رہا تھا کہ مجھے پہلے مل جائے۔ گلنار نے لپک کر کولڈ ڈرنک کی ایک بوتل اُٹھائی اور تبریز ہاشمی کی طرف بڑھایا۔

''لیجئے''—— گلنار بالکل قریب آگئی۔ تبریز اس کے روشن چہرے کو دیکھا پھر اُس کے سراپا کا جائزہ لیا' وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ تبریز ہاشمی نے کولڈ ڈرنک لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ بوتل لیتے وقت اس کی انگلی گلنار کی انگلی سے مس کر گئی۔

''آپ بھی لیجئے نا!''—— تبریز نے جلدی سے کہا۔

''میں نے ابھی لی ہے۔''

''آپ یہاں مل جائیں گی مجھے اُمید نہیں تھی۔''—— گلنار نے نظریں اُٹھا کر تبریز ہاشمی کو دیکھا۔

''آپ بھی رعنا کے اتنے قریبی رشتے دار نکل جائیں گے مجھے پتہ نہ تھا۔''—— گلنار اپنے دوپٹے کے کونے کو انگلی میں لپیٹ رہی تھی۔

''گھر سے اور کون کون آیا ہیں۔''—— تبریز نے اِدھر اُدھر نظریں گھمائیں۔

''شمہ اور شائقہ ساتھ آئی ہے۔ ابو بھی آنے والے ہیں۔''—— گلنار کی نظریں بھی شمہ اور شائقہ کو تلاش کرنے لگیں۔

''میں نے کہا السلام علیکم''—— شمہ اور شائقہ اچانک وہاں وارد ہو گئیں۔ تبریز نے دونوں کو مسکرا کر دیکھا۔

''وعلیکم اسلام.........تو آپ لوگ بھی یہاں تشریف فرما ہیں۔''

''ابھی ابھی پتہ چلا کہ مشہور شاعر تبریز ہاشمی اس محفل میں چار چاند لگا رہے ہیں تو آپ کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہو گئی اور میرے قدم خود بخود اِدھر کھنچے چلے آئے''—— شائقہ نے مذاقاً یہ جملہ ادا کیا۔

''کچھ بھی ہو تبریز بھائی آپ کی آواز بڑی پیاری ہے۔ دور سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر میری آپی نیند میں ہوں اور آپ کی آواز ان کے کان میں پڑ جائے تو نیند سے بیدار ہو جاتی ہیں۔''—— شمہ نے گلنار کی طرف مسکرا کر دیکھا—— ''کیوں آپی'' —— گلنار جھینپ گئی۔

''میرے چاہنے والے کیسے کیسے ہیں۔ محفلوں میں جانے کے بعد اندازہ ہوتا ہے۔''—— تبریز نے گلنار کے لجائے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

تبریز نے آدھی بوتل کولڈ ڈرنک کی میز پر رکھتے ہوئے گھڑی کی طرف دیکھا۔

''اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو تو میں اگلے پڑاؤ کی طرف قدم بڑھاؤں۔''—— تبریز ہاشمی نے گلنار کی طرف دیکھ کر آنکھوں کے اشارے سے اجازت مانگی۔ گلنار تو خاموش رہی مگر شائقہ نے چہک کر کہا——

''خدا کرے یہ ملاقات دراز تر ہوتی جائے۔''—— شائقہ نے بھی گلنار کو دیکھ کر یہ جملہ ادا کیا۔ گلنار کے رخسار سُرخ ہو گئے۔ تبریز ہاشمی لبوں پر مسکراہٹ لیے وداع ہو گیا اور تینوں کے منہ سے ایک ساتھ یہ جملہ ادا ہوا۔

''خدا حافظ!''

●●

رات آہستہ آہستہ آنکھ موند رہی تھی——'

لیکن گلنار کی آنکھیں کھلی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے نیند کا خیمہ اُجڑ چکا تھا۔ اس کی سوچ بس ایک ہی محور پر گردش کر رہی تھی۔ وہ تبریز ہاشمی میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہے۔ وہ اس کی طرف کیوں کھنچتی جا رہی ہے۔ کیوں اس کی آواز پر متوجہ ہوتی ہے۔ اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے کیوں بے تاب ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک ایک رپورٹ دیکھنے کے لئے بے چین کیوں رہتی ہے۔ کیا میرے دل میں تبریز کے لئے کوئی محبت کا انکور تو نہیں پھوٹ رہا ہے.........نہیں؟......... یہ میرا وہم ہے۔ صرف میں ہی اس کی فین نہیں ہوں۔ تبریز ہاشمی کے جاننے والوں کی کمی نہیں ہے......... نہ جانے کتنی لڑکیاں اس کی دیوانی ہوں گی۔ یہ الگ بات ہے کہ میں اس کی رپورٹ ٹی۔وی پر دیکھنا چاہتی ہوں۔ اُس کے پروگرام کی دیوانی ہوں اور اس سے مل کر اس کی شخصیت سے بھی متاثر ہوئی ہوں کیونکہ اکثر فنکار کے دو چہرے ہوتے ہیں۔ ایک جو اسکرین پر نظر آتا ہے بے حد متاثر کرنے والا اور ایک وہ جو عملی زندگی میں جیتا ہے۔ جب کوئی عام آدمی اس فنکار سے ملتا ہے تو اس کا سارا بھرم ٹوٹ جاتا ہے لیکن تبریز ہاشمی میں وہ بات نہیں ہے جتنا اچھا فنکار ہے اتنا اچھا آدمی بھی ہے۔ ظاہر ہے وہ بڑا فنکار ہے تو اس کی پسند بھی ویسی ہی ہوگی۔ وہ مجھ جیسی عام لڑکی میں بھلا دلچسپی کیوں لینے لگا۔ اس کی پسند تو اس کے ہی پروفیشن کی کوئی لڑکی ہو سکتی ہے جو اس کے کام میں ہاتھ بٹا سکے۔ یہ اس کا بڑا پن ہے کہ مجھ جیسی حقیر لڑکی سے باتیں کیں۔ اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ میرے گھر آیا اور میرے اصرار پر کولڈ ڈرنک بھی پی لی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مجھے چاہنے لگا ہے یا میں اس کو پسند ہوں مگر مجھے کیوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم دونوں کے درمیان کچھ تو ہے' کچھ تو ضرور ہے۔ اس لئے میرا دل دھڑکتا ہے۔ اس کا دل بھی دھڑکتا ہوگا.........مگر دور دور.........زمیں پہ سہانے سے آکے جاتے رہیں گے......... یوں ہی دور دور ستارے چمکتے رہیں گے......... یوں ہی دور دور.........ہر

ایک شے رہے گی......... یونہی دور دور.........مگر تیری چاہت کا جذبہ' یہ وحشی سا نغمہ' رہے گا ہمیشہ' میرے دل کے اندر' میرے پاس پاس۔

گلنار نے اپنے ذہن کو جھٹکا دیا کہ وہ ناحق تبریز ہاشمی کے لئے اتنا سوچ رہی ہے لہٰذا وہ خود کو ہلکا محسوس کرتی ہے اور کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرتی ہے۔

●●

پتوں کی کھڑکھڑاہٹ سے تبریز ہاشمی کی آنکھیں کھل گئیں۔غنودگی کے عالم میں اس نے چاروں طرف گھور کر دیکھا۔کمرہ میں کوئی نہیں تھا۔اس کا مطلب وہ خواب دیکھ رہا تھا اور خواب میں گلنار تھی۔وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا۔

گلنار میرے حواس پر کیوں چھاتی جارہی ہے۔اس سے میرا کیا رشتہ ہے۔میں کیوں اس کی طرف جھکتا جارہا ہوں۔جب وہ پہلی بار ملی تو میں اس کے کافی کے آفر کو منع کیوں نہیں کر سکا۔دوسری بار جب وہ میرے گھر امّی سے ملنے آئی تو اپنی بائیک پر کیوں بٹھا کر لے گیا اور تیسری بار جب رعنا کے گھر پر ملی تو اس کے اصرار کرنے پر کولڈ ڈرنک کیوں پی لیا۔کیا وہ میرے دل میں جگہ بناتی جارہی ہے۔میرے دل میں پیار کی شمع تو نہیں روشن کر رہی ہے۔آنکھیں اُسے ہر پل دیکھنے کو بے تاب ہوتی ہیں۔باتیں کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ملنے کے لئے آمادہ ہوتی ہیں——ایسا لگتا ہے کہ میں اُسے چاہنے لگا ہوں——

میں دھندلی نیند میں لپٹا تھا' سویروں سے وہ جاگ اٹھی
ہلکے ہلکے بہتی آئی اور چھائی میٹھی خوشبو سی
باریک دوپٹہ سر پہ لئے اور آنچل کو قابو میں کئے
چنچل نینوں کو اوٹ دیئے شرمیلا گھونگھٹ تھامے تھی
نردوش بدن اک چندر کرن' اٹھتا جوبن بس من موہن
میں کون ہوں' کیا ہوں کیا جانے من بس میں کیا اور بھول گئی
جب آنکھ کھلی اور ہوش آیا تب سوچ لگی' الجھن سی ہوئی
پھر گونج سی کانوں میں آئی وہ سندر تھی سپنوں کی پری

تبریز ہاشمی کا من آج یونہی گنگنانے کو کر رہا تھا اور وہ گنگنانے لگا مگر اس کی گنگناہٹ سننے والا وہاں کوئی نہ تھا۔گلنار کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔وہ خواب میں آئی تھی اور رخصت ہوگئی تھی' تبریز کو تنہا چھوڑ کر

●●

موسم کے بھی اپنے غم' اپنی خوشیاں ہوتی ہیں۔
موسم کے بھی اپنے ہمدم' اپنی سکھیاں ہوتی ہیں۔
موسم کا بھی اپنا دیوانہ پن' اپنی ہوشیاری ہوتی ہے۔
موسم کی بھی اپنی بیتابی' اپنی دلداری ہوتی ہے۔
موسم کی بھی اپنی بے رحمی' اپنی سفاکی ہوتی ہے۔
موسم کی بھی اپنی ممتا' اپنی تمنا کی ہوتی ہے۔
موسم کی بھی اپنی لے' اپنی آہ و زاری ہوتی ہے۔
موسم کی بھی اپنی مئے' اپنی سرشاری ہوتی ہے۔
موسم کو بھی یک گونہ بے خود ہو کے گانا پڑتا ہے۔
موسم کو بھی ہجر کی ساعت میں سر ٹکرانا پڑتا ہے۔
موسم!
یہ موسم نہ جانے کب بدل جائے۔

اور ایسا ہی ایک موسم گلنار کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

دروازہ شامہ نے کھولا اور سامنے یعقوب انکل کو دیکھ کر کھل اُٹھی۔

''انکل آپ' اتنے دنوں کے بعد ہماری یاد آئی۔آیئے۔''

''نہ سلام نہ آداب...... پہلے شکایت لے کر ہی بیٹھ گئی۔''——یعقوب احمد اندر آگئے۔

''اوہ سوری انکل السلام علیکم!''

''خوش رہو۔''

''کیسی ہو۔''

بالکل فرسٹ کلاس۔''

''اور گلنار۔''

''آپی یونیورسٹی گئی ہیں۔''

''شاذیہ''

''ان کا اکزام چل رہا ہے۔ اکزام کے بعد وہ بھی آجائیں گی۔''

''اور وہ میری نٹ کھٹ چنچل بیٹی کہاں ہے؟''

''میں یہاں ہوں انکل...... السلام علیکم!'' ——— شائقہ کچن سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آگئی۔

''ہوں تو میری بیٹی کھانا بنانا سیکھ رہی ہے۔''

''سیکھ نہیں رہی ہوں مجھے سب بنانے آتا ہے۔''

''اچھا کبھی اپنی بیٹی کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھاؤں گا۔''

''آج ہی کھلاتی ہوں۔''

''آج نہیں۔ اچھا عبدالرحمن کہاں ہیں؟''

''میں ابھی حاضر ہوا جناب۔'' ——— عبدالرحمن اپنے کمرہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آگئے۔ چھ مہینے کے بعد ہم لوگوں کی یاد آئی اتنے دن رہے کہاں؟''

''تم نے مجھے ایک ضروری کام سونپا تھا سوچا جب تک وہ کام پورا نہیں کروں گا شکل نہیں دکھاؤں گا۔''

''کون سا ایسا کام سونپا تھا جس کے لئے تم شکل بھی نہیں دکھا سکتے تھے۔''

''ابھی بتاتا ہوں'' ——— یعقوب شامہ اور شائقہ کی طرف دیکھ کر کہتے ہیں۔ بچو! تم لوگ جاؤ۔ ہم لوگ ایک ضروری بات کریں گے۔''

''جی انکل!'' ——— دونوں اندر کا رخ کرتی ہیں۔ عبدالرحمن کو تشویش ہونے لگتی ہے۔

''کیا بات ہے یعقوب تم نے بچوں کو بھی ہٹا دیا۔''

''عبدالرحمن تم نے گلنار کے رشتے کی بات کی تھی کہ کوئی قاعدے کا لڑکا ملے تو

بات چلاؤں۔''

''ہاں کہا تو تھا۔''

''ایک لڑکا ہے۔ خوبصورت اسمارٹ۔ دوبئی میں نوکری کرتا ہے۔ برادری کا ہے۔ ایک مہینے کی چھٹی میں دلی آیا ہوا ہے۔ اس کے گھر والے اسی چھٹی میں اس کی شادی کر دینا چاہتے ہیں۔ میں نے اس کے والدہ سے بات کی ہے۔ اور گلنار کی تصویر بھی دکھا دی ہے۔ ان لوگوں کو لڑکی پسند ہے ——— یعقوب جیب سے ایک تصویر نکالتے ہیں ——— ''یہ رہی لڑکے کی تصویر اور اس کے پیچھے اس کا تعارف'' ——— یعقوب تصویر عبدالرحمن کی طرف بڑھاتے ہیں۔ عبدالرحمن تصویر لے کر دیکھتے ہیں پھر پلٹ کر تعارف پڑھتے ہیں۔

''لڑکا دیکھنے میں تو اچھا لگ رہا ہے۔ پڑھا لکھا ہے اور نوکری بھی اچھی ہے۔''

''تم سوچ لو لیکن ایک دو دن میں ہی' کیونکہ اس کے پاس کئی رشتے کے آفر ہیں لیکن اس کی والدہ پہلے ہمارا جواب چاہتی ہیں۔ اگر ہم لوگوں نے نا کہا تو پھر دوسرے رشتے کی طرف توجہ دیں گی۔، عبدالرحمن لڑکا بالکل اکیلا ہے۔ گھر میں صرف ایک ماں اور چھوٹی بہن ہے۔ خدا کا دیا سب کچھ ہے۔ جہیز کی کوئی بات نہیں ہے البتہ شادی جلد کرنا چاہتی ہیں۔''

''یعقوب وہ تو ٹھیک ہے لیکن اتنی جلدی شادی کی تیاری کیسے ممکن ہے۔ آخر لڑکی کو خالی ہاتھ تو نہیں چلاؤں گا۔ ضرورت کا سامان تو دوں گا ہی۔''

''سب ہو جائے گا۔ تم پہلے ذہن تو بناؤ۔ جو بھی ہوگا دے دیں گے۔ باقی سامان بعد میں دے دیں گے۔ وہ لوگ بہت شریف ہیں کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔''

''مجھے تو لڑکا پسند ہے۔ میں گلنار سے بھی ایک بار پوچھ لیتا ہوں۔''

''ہاں بالکل پوچھ لو۔ مجھے کل جواب دے دو تا کہ بات آگے بڑھائی جائے۔ اگر تم لڑکے سے ملنا چاہو تو ملا دوں گا۔''

’’یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔‘‘

’’بات کر کے دیکھ لو کیونکہ گھر میں مرد کی صورت میں تو وہی ہے۔‘‘

’’میں کیا بات کروں گا۔ جب تم نے ساری باتیں معلوم کر لی ہیں تو مجھے کچھ نہیں جاننا۔ مجھ سے زیادہ تم بہتر پتہ لگانے والے ہو۔‘‘

’’تو پھر کل مجھے جواب دے دینا‘ چلتا ہوں۔‘‘

’’چائے تو پیتے جاؤ۔‘‘

’’چائے نہیں مٹھائی کھاؤں گا لیکن رشتہ طے ہو جانے کے بعد‘ ابھی چلتا ہوں۔‘‘ ——— یعقوب دروازے سے نکل جاتے ہیں۔

یعقوب کے جانے کے بعد عبدالرحمن ایک بار پھر تصویر کو دیکھنے لگتے ہیں اور تعارف پڑھنے لگتے ہیں اسی وقت شامہ چائے اور شائقہ ناشتہ کی ٹرے لئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتی ہیں۔

’’ارے انکل چلے گئے۔ اتنی جلدی۔‘‘ ——— دونوں ٹرے میز پر رکھ دیتی ہیں اور صوفہ پر بیٹھ جاتی ہیں۔

’’کس کی تصویر ہے۔ ابو‘‘ ——— شامہ حیرت سے تصویر کی طرف دیکھتی ہے۔

عبدالرحمن تصویر شامہ کی طرف بڑھا دیتے ہیں۔

’’تمہارے یعقوب انکل گلنار کے لئے ایک رشتہ لے کر آئے ہیں۔‘‘ شامہ تصویر دیکھتی ہے پھر پلٹ کر تعارف بھی پڑھتی ہے۔ شائقہ بھی ساتھ ساتھ پڑھ لیتی ہے۔

’’ابو لڑکا تو اسمارٹ ہے پڑھا لکھا اور گلف میں نوکری بھی ہے اور کیا چاہئے۔‘‘

’’.........تم لوگوں کو پسند ہے۔‘‘

’’جب یعقوب انکل کو پسند ہے۔ آپ کو پسند ہے تو مجھے بھی پسند ہے۔‘‘

’’اور شائقہ تم کو۔‘‘

’’مجھے بھی لیکن ایک بار آپی سے بھی پوچھ لیجئے کیونکہ شادی تو انہیں ہی کرنی ہے۔‘‘

’’بالکل‘ وہ آ جائے تو پوچھ لیتا ہوں لیکن شادی ایک ہفتے میں کرنی پڑے گی۔‘‘

’’ایک ہفتے میں‘ اتنی جلدی۔‘‘

’’لڑکا ایک مہینے کی چھٹی میں آیا ہوا ہے۔ اور اسی چھٹی میں شادی کرنا چاہتا ہے۔‘‘

’’لیکن ابو اتنی جلدی تیاری کیسے ہوگی۔‘‘ ——— شامہ بولی۔

اسی لمحہ گلنار دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی اور ڈرائنگ روم میں سب کو ایک ساتھ بیٹھا دیکھ کر وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔

’’کیا بات ہے لگتا ہے کسی خاص موضوع پر گفتگو ہو رہی ہے۔‘‘

شامہ تصویر گلنار کی طرف بڑھا دیتی ہے۔ وہ تصویر دیکھتی ہے پھر پلٹ کر تعارف بھی پڑھتی ہے۔

’’بیٹی تمہارے لئے ایک رشتہ آیا ہے۔ تصویر اور اس کا تعارف تمہارے سامنے ہے۔ یعقوب انکل ابھی یہ تصویر دے کر گئے ہیں ——— اگر تمہیں پسند ہو تو بتا دینا۔‘‘

گلنار شرما جاتی ہے اور جانا چاہتی ہے مگر شامہ ہاتھ پکڑ لیتی ہے۔

’’آپی اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ لڑکی شرما کر بھاگ جائے‘ یہ آپ کی زندگی کا فیصلہ ہے اس لئے آپ سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا۔ آج لڑکی کو اتنی آزادی ہے کہ اس کی رضامندی پوچھی جاتی ہے۔‘‘

’’بیٹی تم جانتی ہو کہ تمہاری ماں نہیں ہے۔ وہ ہوتیں تو مجھے کچھ بھی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بچوں کی شادی کے معاملے میں باپ سے زیادہ ماں فکرمند ہوتی ہے۔ سارے فارمالیٹیس وہی طے کرتی ہے لیکن اب سب کچھ مجھے ہی کرنا ہے۔ چونکہ وقت کم ہے اس لئے اپنا جواب شامہ کو آج ہی بتا دینا۔ تم تینوں بہنیں بھی غور و خوض کر لینا۔ بیٹی تم چار بہنیں ہو اور سب کی شادی کرنی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں جیسے جیسے اچھا لڑکا ملتا جائے سب کی شادی کرتا جاؤں‘‘ ——— عبدالرحمن کے چہرے پر تشویش کی لکیریں ابھر آئیں۔

’’جی ابو‘‘ ——— گلنار نے اٹھ کر اپنے کمرہ کا رخ کیا۔ اس کے پیچھے شامہ اور

شائقہ بھی بھاگیں۔

گلنار پرس پلنگ پر رکھ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ثمامہ نے ایک بار پھر تصویر اس کی نظروں کے سامنے کر دیا۔

"آپی لڑکا Economics میں ایم۔اے ہے۔ اور ایک اچھی کمپنی میں بھی ہے۔ مجھے تو پسند ہے لیکن بھئی شادی تو آپ کو کرنی ہے اس لئے ہاں یا نہ کا جواب تو آپ ہی دیں گی۔"

"ثمامہ چونکہ یہ رشتہ یعقوب انکل نے لایا ہے۔ یعقوب انکل بہت سوچ سمجھ کر ہی کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔ اس لئے مجھے نہیں لگتا کہ لڑکے میں کوئی خرابی ہوگی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر آپ کہیں تو ایک بار میں لڑکے سے مل کر اسے دیکھ بھی لوں اور بات بھی کرلوں۔ آخر میں ہونے والی سالی ہوں——" ثمامہ چہک کر بولی۔

"ثمامہ تمہارا جانا مناسب نہیں۔ یعقوب انکل یہی کہیں گے کہ ان لوگوں کو میرے فیصلے پر بھروسہ نہیں ہے۔"

"تو پھر ہاں کہہ دوں۔"

"مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

ثمامہ اور شائقہ کمرے سے نکل گئیں۔ گلنار نے ایک بار پھر تصویر کو اٹھا کر دیکھا اور ٹیبل پر رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تبریز ہاشمی کا چہرہ اچانک ابھر آیا۔ اس کے ساتھ گزارے ہوئے ایک ایک پل یاد آنے لگے۔

یہ کیسے منظر ہیں، کیسی باتیں ہیں، مجھ سے جو کہنا چاہتی ہیں کچھ........ ہوا کے جھونکوں نے میرے کانوں میں چپکے سے کچھ کہا ہے........ کیا کہا ہے؟........ ایک سرگوشی سی گونج رہی ہے........ ہوا کے دوش پر بادل کے ٹکڑے بہے چلے جا رہے ہیں........ یہ بادل کے ٹکڑے مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں........ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ میں ان سے پوچھ بھی نہیں سکتی........ یہ کیسے منظر ہیں، کیسی باتیں ہیں........ مجھ سے کیا کہنا

چاہتے ہیں........ کیا میں ان سے آنکھیں چرا رہی ہوں یا جان بوجھ کر نظر انداز کر رہی ہوں؟ کیا میں فون کر کے تبریز ہاشمی کو بتا دوں کہ میرا رشتہ طے ہو رہا ہے۔ کیا آپ مجھے پسند کرتے ہیں؟ مجھ سے پیار کرتے ہیں........ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں........ کیا آپ کے دل میں بھی میرے لئے محبت ہے........ اگر آپ مجھے چاہتے ہیں تو آیئے اور ابو سے میرا ہاتھ مانگ لیجئے........ نہیں تو چند روز ہی میں میں کسی اور کی ہو جاؤں گی........ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ تبریز کے دل کو میں نے پڑھا نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے کچھ کہا نہیں ہے تو پھر اس رشتے کے لئے ہاں کہہ دوں؟

کچھ دیر کے بعد ثمامہ اور شائقہ اس کے کمرے میں پہنچیں تو گلنار خیالوں کی دنیا سے باہر آ چکی تھی۔

"ہاں آپی اب بتایئے........ آپ کا کیا فیصلہ ہے؟"—— ثمامہ نے پوچھا۔

"مجھے رشتہ پسند ہے۔"

ثمامہ اور شائقہ اچھل کر ایک دوسرے کے گلے لگ گئیں۔

"یعنی چند دنوں میں اس گھر میں شہنائی بجنے والی ہے۔"—— یہ کہہ کر ثمامہ کمرہ سے نکل گئی۔ اس کے پیچھے شائقہ بھی نکل گئی۔ تصویر ابھی بھی میز پر پڑی ہے۔ گلنار کی نظر ایک بار پھر تصویر کی طرف اٹھ جاتی ہے۔ اچانک اسے لگتا ہے کہ یہ تصویر بدل گئی ہے اور اسے اس تصویر میں تبریز ہاشمی نظر آ رہا ہے۔ وہ تصویر اُٹھا لیتی ہے۔

"تبریز تم میرے حواس پر اس طرح کیوں چھائے ہوئے ہو کہ ہر جگہ صرف تم ہی تم نظر آتے ہو جبکہ ہم لوگوں میں کوئی رشتہ نہیں ہے——" گلنار بڑبڑائی اور تصویر واپس میز پر رکھ کر باتھ روم میں داخل ہو گئی۔

●●

آدھی رات کی سلطنت قائم ہو چکی ہے۔آفاق کے آس پاس ایک انجانی خوشبو نے اپنا ڈیرا جما لیا ہے۔کمرہ میں نیم تاریکی پھیلی ہے۔اس نے کھڑکی سے آسمان کی طرف دیکھا۔ستارے بادل سے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔آفاق کے ذہن کے پردے پر گلنار کی تصویر ابھرتی ہے۔اس نے گلنار کی تصویر دیکھی تھی۔گلنار کے حسن کا قائل ہو گیا تھا اور اس وقت کا انتظار کر رہا تھا جب وہ دلہن بن کر اس کی زندگی میں خوشیوں کی بہار لے کر آئے گی۔اس کی زندگی سرسبز و شاداب ہو جائے گی۔وہ پاس پڑے شادی کارڈ کو اٹھا کر ایک بار پڑھتا ہے۔گلنار کے ساتھ اس کا نام چھپا تھا اور تاریخ بیس جنوری درج تھی——

''اوہ آج دس تاریخ ہے یعنی ابھی دس دن مزید انتظار کرنا پڑے گا۔تب گلنار کے وصل سے لطف اندوز ہو سکے گا۔جب شب عروسی میں وہ بستر پر آئے گی میرے' میں لکھوں گا ایک قصہ اس کے گورے بدن پر۔یہ دس دن اسے دس سال لگنے لگتا ہے۔کاش یہ سمے جلد سے جلد گزر جائیں اور گلنار دلہن بن کر میرے کمرہ کو روشن کر دے۔وہ ٹیبل پر پڑی ایک کتاب اٹھا لیتا ہے اور ایک نظم پڑھنے لگتا ہے۔

میرا جی چاہتا ہے!
میرا جی چاہتا ہے!!
میں تجھے اپنے گاؤں کی گرمی بھی دکھاؤں
جب تو ململ کا کرتا پہنے یوں ہی میرے ساتھ
سیر کو نکلے
تو تیرا کرتا' تیرا ململ کا کرتا
تیرے چمپئی بدن سے چپک جائے
سب نظر آنے لگے' سب.........
سفید مخملوں سے ڈھکے ہوئے گنبد

گلابی کمخواب پہنے ہوئے مینار
پسینے کی ننھی ننھی بوندوں سے تھرتھراتی ہوئی کالے گلاب کی کلیاں
اور حوض کی طرف اپنے رخ دھونے کے لئے جاتے ہوئے
ننھی منی بوندوں کے شریر مومن ساتھی' سبھی'
ہاں سبھی
تبھی.........
تبھی ہوا کا ایک جھونکا آئے
تجھے ہلکے سے چھوتا ہوا گزر جائے
کسی نئے جوان' تھوڑے سے آوارہ
اور معصوم لڑکے کی طرح
میرا جی چاہتا ہے!
میرا جی چاہتا ہے!!
میں تجھے اپنے گاؤں کا ساون بھی دکھاؤں
گلی کے نکڑ کی سب سے پرانی دکان سے
جب میں تیرے لئے گل گلے' میٹھی پوریاں لے کر پہنچوں
تو تو سب سے بے پروا
آم کے پیڑ پر جھولا ڈالے میگھ ملہار گا رہی ہو
اور گاؤں کے بڈھے
سروں پر بارش سے بچنے کے لئے
جوٹ کی بوریاں اوڑھے
کھیت کھلیان چھوڑ کر

چھپ چھپ کر پیڑوں کے پیچھے سے
تیرے گلے کے نیچے، کہیں طلسمی جہان میں
بہتا ہوا گندم، کھنکھناتی ہوئی زعفران
اور اپنے دھانوں میں اترتا ہوا پانی دیکھ رہے ہوں
ان کی عورتیں اُن کے انتظار میں
رسوئی گھروں کے پاس بیٹھی گوس رہی ہوں
میرا جی کچھ بھی چاہتا ہو
لیکن سب کچھ تو میرے جی سا نہیں ہو سکتا
آفاق کتاب بند کر دیتا ہے اور ایک بار پھر گلنار کے خیالوں میں گم ہو گیا۔

●●

تبریز جیسے ہی تیار ہو کر اسٹوڈیو کے لئے نکلا اس کے گھر کے سامنے آٹو رکا۔ آٹو سے گلنار مسکراتی ہوئی نکلی۔ تبریز رک گیا۔ گلنار نے آٹو والے کو پیسے دیئے اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ تبریز نے مسکرا کر وش کیا۔

''کہیں جانے کی تیاری ہو رہی تھی۔''—— گلنار اس کے قریب آ گئی۔

''ہاں جا تو رہا تھا لیکن جب تم آ گئی ہو تو کچھ وقت تو دینا ہی پڑے گا۔''—— تبریز اندر کی طرف پلٹ گیا۔ دونوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔

''امّی دیکھئے کون آیا ہے۔''—— تبریز نے ماں کو پکارا۔ عصمت بانو کچن سے باہر آئیں۔

''ارے گلنار........آؤ بیٹی آؤ۔ وہاں کیوں کھڑی ہو۔''—— عصمت بانو نے گلنار کو اپنے پاس بلایا۔

''کیسی ہو؟''—— عصمت بانو نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''آپ کی دعا ہے۔''

''بیٹھو نا کھڑی کیوں ہو۔'' گلنار صوفے پر بیٹھ گئی۔ عصمت بانو بھی بیٹھ گئیں۔

گلنار نے پرس کھول کر ایک کارڈ نکال کر عصمت بانو کی طرف بڑھایا۔

''یہ کیا ہے؟''—— عصمت بانو نے حیرت سے پوچھا۔

''آپ ہی دیکھ لیجئے۔''

''ارے یہ تو کارڈ ہے۔ کس کی شادی ہو رہی ہے۔ آں........گلنار تمہاری شادی ہو رہی ہے۔''

گلنار شرما گئی۔

تبریز نے عصمت بانو کا جملہ سنا تو یکایک اس کے من میں اُداسی کی ایک لہر سی اُٹھی وہ لڑکھڑا سا گیا۔ اُسے ایسا لگا کہ اس کا وجود شدید آگ میں بھسم ہو کر اُداسی کی

بے قرار زمین پر بکھر سا گیا ہے۔ اس نے بے بسی سے گلنار کو دیکھا۔ گلنار مسکرا رہی تھی۔ عصمت بانو کا چہرہ اتر گیا۔

''آنٹی آپ لوگ ضرور میری شادی میں آئیے گا۔ مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ چلتی ہوں۔ وقت کم ہے۔ شادی میں کل ایک ہفتہ باقی ہے ابھی بہت کارڈ بانٹنے ہیں۔''—— گلنار کھڑی ہوگئی۔

''چائے تو پیتی جاؤ۔''—— عصمت بانو نے بے دلی سے کہا۔

''پھر کبھی پی لوں گی۔''—— وہ صوفے سے اُٹھ کر تبریز کے پاس آ گئی۔

''اگر آپ میری شادی میں آئے تو مجھے خوشی ہوگی۔ آئیے گا نا؟''—— تبریز کی سمجھ میں کچھ نہ آیا وہ کیا جواب دے۔ وہ کئی پل یوں ہی کھڑا رہا خاموش۔ اس کے پاس سے کئی موسم گزر گئے۔

''آئیے گا نا؟''—— تبریز چونکا۔

''آں........ ہاں ہاں........آؤں گا۔''——اس نے اپنے ہونٹوں پر زبردستی مسکراہٹ لانے کی کوشش کی۔

''آپ کدھر جا رہے ہیں؟''

''ساؤتھ ایکس کی طرف۔''

''مجھے بھی ادھر ہی جانا ہے۔ لفٹ دیں گے۔''

''کیوں نہیں۔''—— تبریز آگے نکل گیا۔ عصمت بانو نے اپنے بیٹے کے مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ وہ سمجھ گئیں کہ تبریز کو گلنار کی شادی کی خبر سن کر دھچکا سا لگا ہے۔ تبریز باہر آ کر اپنی بائیک اسٹارٹ کیا۔ گلنار مسکراتی ہوئی عصمت بانو سے وداع لی۔ عصمت بانو اسے دروازے تک چھوڑنے آئیں۔ لیکن ان کا چہرہ اداس تھا۔ گلنار بائیک پر بیٹھ گئی۔ تبریز نے بائیک آگے بڑھا دی۔ گلنار نے تبریز کو پکڑ رکھا تھا۔ وہ خاموش تھا۔ گلنار کو

عجیب سا لگا کہ تبریز آج خاموش کیوں ہے لیکن اس نے سوچا کہ کام کا بوجھ ہو یا طبیعت ناساز ہو۔ وہ کچھ نہیں کہتی ہے۔ منزل آ جاتی ہے اور وہ بائیک سے اتر جاتی ہے اور مسکراتی ہوئی آگے آتی ہے۔

''لگتا ہے آج آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے اتنا لمبا سفر خاموشی سے طے کر لیا۔''——

''ہاں ایسا ہی سمجھو، کبھی کبھی اچانک طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ یہ دلّی کا موسم بھی عجیب ہوتا ہے، کبھی بہاروں کا موسم لے کر آتا ہے تو کبھی خزاں کا۔''——

گلنار تبریز کی باتوں کی تہہ تک نہیں پہنچ پائی چونکہ اُسے کارڈ بانٹنے کی جلدی تھی۔

''اچھا چلتی ہوں۔ آپ شادی میں ضرور آئیے گا۔''—— گلنار سامنے کی سڑک کی طرف مڑ گئی۔ تبریز بائیک اسٹارٹ کرتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ گلنار ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھتی ہے مگر وہ جا چکا تھا۔ تبریز نے مڑ کر دوبارہ دیکھنا گوارہ نہیں کیا تھا۔

●●

تبریز ہاشمی جب اسٹوڈیو پہنچا تو اس کی طبیعت بوجھل ہو چکی تھی۔ وہ ایڈیٹنگ ٹیبل پر بیٹھ گیا اور خبروں کی ایڈیٹنگ شروع کر دی۔ دس پندرہ منٹ کے بعد ہی اس کا دل کام سے اُچاٹ ہو گیا۔ جیسے تیسے خبروں کو ایڈیٹ کیا اور اپنے دوست وکرم کو بلا کر کہا۔

''وکرم اس پر Voice Over چڑھا دینا اور کیپشن لگا دینا۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے میں گھر جا رہا ہوں۔''

''یہ رپورٹ کب جانی ہے؟'' وکرم نے پوچھا۔

''کل جائے گی۔ سی۔ ڈی۔ بنا کر مہوترا صاحب کو دے دینا۔''—— تبریز کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔

''Voice Over کس کی ہوگی؟''

''کسی بھی لڑکی سے کرا لینا۔ رشمی کو کچھ دیر پہلے دیکھا ہے۔ اس کے موبائل پر کال کر کے اسے ہی بلا لینا۔ Voice Over کی یہ اسکرپٹ ہے۔ بس دس سکنڈ ہی رہے گا۔ Visual دس سکنڈ کا ہی ہے اور یہ رہی کیپشن۔''

''ٹھیک ہے میں کرا لوں گا۔ آپ جائیے۔''—— وکرم ایڈیٹنگ ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ تبریز وہاں سے نکل کر باہر آ گیا۔ بائیک اسٹارٹ کیا اور گھر کی طرف چل پڑا۔

گھر کا دروازہ ماں نے کھولا اور اتنی جلد بیٹے کو گھر آتا دیکھ کر تعجب بھی ہوا۔ مگر فوراً سمجھ گئیں کہ گلنار کی شادی کی خبر نے تبریز کو توڑ دیا ہے۔ وہ کھانے کے لیے پوچھنا چاہتی ہیں مگر تبریز ہی کہتا ہے۔

''امی طبیعت کچھ بوجھل ہو رہی ہے۔ کھانے کا دل نہیں کر رہا ہے۔ آپ کھا لیجئے۔ میں تھوڑا ریسٹ چاہتا ہوں۔''—— تبریز ماں سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا کہ ماں سمجھ نہ جائیں کہ بیٹا پریشان ہے۔ وہ سیدھے اپنے کمرے میں آیا اور بستر پر دراز ہو گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہیں، لب خاموش ہیں مگر ذہن کہیں اور پرواز کر رہا ہے۔

چاند خاموش ہے......فضا خاموش......راہ خاموش ہے......ہوا خاموش......سارے عالم پر چھائی ہے خاموشی......نیند کی پرسکون بے ہوشی......ایسا لگتا ہے دھیرے دھیرے قدم اٹھائیں ہم اور بستی کو چھوڑ جائیں ہم......کیا کوئی ایسا نہیں جو میرے دل کی افسردگی کو دور کرے......دل سے پژمردگی کو دور کرے لیکن یہاں کوئی ایسا نہیں ہے تو کیوں نہ چپکے چپکے قدم بڑھائیں ہم اور چپکے سے نکل جائیں ہم۔

عصمت بانو کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ بیٹے کا غم کیسے دور کریں۔ اگر تبریز پہلے بتا دیتا تو وہ گلنار کے والد سے اس کی شادی کی بات ضرور کرتیں مگر انہیں بھی یقین نہیں تھا کہ اس کی شادی اتنی جلد ہو جائے گی۔ ابھی ایک ہفتہ قبل کوئی بات نہیں تھی اور ایک ہفتے میں سب کچھ طے ہو گیا۔ ان کا بھی من بھاری ہونے لگا۔ وہ گھر کے دروازے بند کرتی ہیں۔ تمام بتیاں بجھاتی ہیں اور اپنے کمرے میں آ کر لیٹ جاتی ہیں۔ وہ سوچتی ہیں اگر تبریز نے گلنار کی شادی کو دل پہ لے لیا تو اچھا نہیں ہوگا لیکن انہیں پتہ تھا کہ گلنار اور تبریز کی ملاقات بہت مختصر ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ ان ہی دو تین ملاقاتوں میں اُسے پسند کرنے لگا تھا' چاہنے لگا تھا لیکن میرا قیاس ہے کسی نے بھی پیار کا اظہار نہیں کیا ہے ورنہ گلنار تبریز کو کبھی انکار نہیں کر سکتی تھی—— دو چار دن تک تبریز اپ سیٹ رہے گا پھر ٹھیک ہو جائے گا۔—— عصمت بانو اپنے دل کو اطمینان کرتی ہیں اور سو جاتی ہیں۔

لیکن تبریز کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ رہ رہ کر گلنار کا خیال اس کے ذہن کو جھنجھوڑتا۔ اُسے اتنی جلدی شادی کے لئے ہاں نہیں کہنا چاہئے تھا۔ لیکن اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ اگر مجھے وہ پسند تھی تو مجھے اس کا اظہار کرنا چاہئے تھا۔ اگر میں اظہار کر دیتا تو وہ ضرور ہاں کہہ دیتی اور ہم لوگوں کی شادی ہو جاتی۔ ہر لڑکی کے والدین چاہتے ہیں کہ ان کی بیٹی کی شادی جلد ہو جائے۔ گلنار کے لئے بھی یہ رشتہ آیا اور ان لوگوں نے ہاں کہہ دیا۔ لڑکا گلف میں

نوکری کرتا ہے اور کیا چاہئے لیکن میں اپنے کانوں سے کیسے سنوں گا وہ شہنائی کی گونج، کیسے جا سکوں گا اس رنگین محفل میں جو کسی اور کے لئے سجائی جائے گی، جہاں جگمگاتیں گے چھتوں پر رنگین ستارے........ایک آئے گا........ایک چلا جائے گا........ یونہی رات گزرتی چلی جائے گی۔ میں کھڑا یہاں تمہیں دور سے دیکھتا رہوں گا........تصور کی آنکھوں سے........مجھ کو کیا کام تیری محفل سے........میں تمہاری یاد کے سہارے جی لوں گا۔ یاد بھی ٹمٹماتا ہوا ایک دیا بن جائے گی جس کی رکتی ہوئی اور جھجکتی ہوئی ہر کرن بے صدا قہقہہ ہو جائے گی۔

تبریز بستر پر کروٹ بدل کر نیند لانے کی کوشش کرنے لگا۔

●●

گلنار جب رات کو بستر پر گئی تو اس کی نیند میں خلل پڑ گیا۔ اُسے تبریز اور اس کی ماں کا رویہ کچھ عجیب سا لگا۔ وہ سوچتی ہے میری شادی کی خبر سن کر دونوں کے چہرے فق کیوں پڑ گئے تھے۔ کیا تبریز مجھے چاہتے ہیں۔ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا تھا تو ایک بار کہہ دیتے میں ان کے لئے کبھی منع نہیں کر سکتی تھی۔ ان سے اچھا لڑکا تو مل ہی نہیں سکتا تھا۔ میرے آئیڈل تو وہی ہیں۔ جسے میں بے حد پسند کرتی ہوں، ان کی فین ہوں، ان کی آواز سننے کے لئے میں بے قرار ہو جاتی ہوں، انہیں ٹی۔ وی پر دیکھ کر مجھے جو سکون ملتا ہے کسی اور سے نہیں مل سکتا۔ لیکن وہ ایک بار کہہ کر تو دیکھتے۔ میں ان کے لئے ساری دنیا سے لڑ جاتی۔ بائیک پر بھی انہوں نے مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ بجھے بجھے رہے جبکہ ہمیشہ چہک کر ملتے تھے۔ آنٹی بھی شادی کی بات سن کر بجھ سی گئی تھیں۔ کہیں ان کے دل میں بھی تو یہ ارمان نہیں تھا کہ وہ مجھے اپنی بہو کے روپ میں دیکھ رہی تھیں اور ان کے خوابوں کا تاج محل مسمار ہو گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو غلطی میری ہی ہے۔ مجھے تبریز کے ان جذبات کو سمجھنا چاہئے تھا۔ پتہ لگانا چاہئے تھا کہ کہیں ان کے دل میں میرے لئے کوئی جگہ تو نہیں ہے۔ آنٹی کے دل میں کیا ہے یہ بھی معلوم کرنا چاہئے تھا لیکن میں کوئی نجومی تو نہیں جو سب کے دل کی بات جان لوں۔ تبریز کے دل میں کوئی بات تھی تو انہیں اشارہ کرنا چاہئے تھا میں ان کے لئے اپنی جان تک قربان کر سکتی ہوں لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ اگر انہیں واقعی مجھ سے محبت تھی تو مجھے بتا دیتے۔ ویسے بھی میں ان کے قابل کہاں۔ انہیں تو ایک سے ایک لڑکی مل جائے گی۔ مجھ جیسی عام لڑکی سے شادی کر کے انہیں کیا حاصل ہوتا۔“

—— گلنار کی آنکھ بھر آئی اور وہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔

●●

دھوپ نے اپنا پیلا جسم پھیلا دیا ہے۔ شازیہ لان میں ایک بینچ پر بیٹھی طارق کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ سوچتی ہے میرے اندر، کہیں گہرائی میں ایک آئینہ خانہ ہے جس میں لکھا ہے۔ طارق مجھے تم سے محبت ہے۔ ہوا کی سرسراہٹ پر نہ جانے کیوں گمان ہوتا ہے کہ اس کا ہر راستہ صرف مجھ تک پہنچتا ہے۔

ابھی وہ سوچ کی دنیا سے باہر آتی کہ طارق آ کر اس کے بغل میں بیٹھ گیا مگر شازیہ تو سوچ میں غرق تھی۔ طارق نے بازو میں چٹکی لی۔ تب اس نے چونک کر طارق کی طرف دیکھا۔

''تم کب آئے؟''——— وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''کس سوچ میں ڈوبی تھی''——— طارق اس کی بغل میں بیٹھ گیا۔

''میں دن رات تم ہی کو سوچتی ہوں ایک آواز رہا کرتی ہے ہر دم میرے ساتھ، لفظوں کی آواز......... جو مجھے کبھی جگائے اور کبھی سلائے رکھتی ہے۔''——— شازیہ نے پلکیں جھپکائیں۔

''میرے بارے میں اتنا نہ سوچا کرو۔ ورنہ تمہارے رزلٹ اور تمہاری صحت دونوں پر اثر پڑے گا۔''

''اور اگر نہیں سوچوں گی تو میرے ذہن میں ایک خلاء پیدا ہو جائے گا۔ یہ دیکھو میں نے تمہارے لئے ایک نظم لکھی ہے۔ سنو گے۔''

''سناؤ''

شازیہ پرس سے ڈائری نکال کر نظم پڑھنے لگی۔

''سنو.........

مری جان مری جاں

اگر غور سے میری نظمیں پڑھو گے

تمہیں پوس کی ایک سردی ملے گی

جو تم کو اڑھا دے گی

اک شال اونی

تمہیں ایک پت جھڑ کی ہونی ملے گی

جو تم کو بنا دے گی جیسے رنگولی

تمہیں ایک گرمی کا دن بھی ملے گا

جو تم کو بنا دے گا جھلمل سی ململ

تمہیں اک بسنتی رتو بھی ملے گی

جو تم میں کھلا دے گی خوشبو مسلسل

مری جان مری جاں

یہ سب میری نظمیں تمہارے لئے ہیں

مگر تم کہاں ہو!

کہ یہ میری نظمیں

بڑی سی حویلی کے دروازے کے باہر

بندھی موسموں سے پریشاں کھڑی ہیں!!

''بہت خوب! کیا پیاری نظم ہے۔ لیکن ایک فکر مجھے بھی کھائے جا رہی ہے کہ رزلٹ کے بعد تو تم دلی واپس ہو جاؤ گی اور میں پٹنہ چلا جاؤں گا پھر ہماری محبت کا کیا ہوگا؟''

''دوریاں بڑھنے سے محبت کم نہیں ہوتی طارق۔ اگر ہمارا پیار سچا ہے تو ہم لوگ ضرور ملیں گے۔''

''ہاں ایک اُمید برقرار ہے میں نے نوکری کے لئے جو درخواست دی ہے۔ اگلے مہینے کی دس تاریخ کو اس کا انٹرویو ہے اگر یہ نوکری مل گئی تو میں دلی شفٹ کر جاؤں گا۔''

''خدا کرے یہ نوکری تمہیں مل جائے۔ میں خدا سے صبح و شام دعا کروں گی کہ یہ نوکری تم کو ہی ملے۔''

''انشاءاللہ.........'' طارق پُر اُمید تھا۔

●●

شائقہ نے جب دروازہ کھولا تو شاذیہ اپنا بیگ لئے سامنے کھڑی تھی۔
''آپی آپ۔''——شائقہ شاذیہ سے لپٹ گئی۔ دونوں اندر آ گئیں۔
''کون ہے شائقہ''——شامہ نے کچن سے ہی آواز لگائی۔
''شاذیہ آپی ہیں۔''
شامہ بھی دوڑ کر شاذیہ سے لپٹ گئی۔
''ابو کہاں ہیں؟''——اس نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی۔
''میں یہاں ہوں بیٹی۔''——وہ دوسرے کمرہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ شاذیہ اپنے ابو کے گلے لگ گئی۔
''بیٹی پیپر کیسے گئے۔''
''بہت اچھے گئے۔ فرسٹ کلاس تو آئے گا ہی۔''
''ویری گڈ۔''
''اب آگے کیا سوچا ہے؟''
''ابو اب کوئی اچھا سا جاب تلاش کروں گی۔''
''اور اس کے بعد شادی۔''——شامہ نے ادھورا جملہ پورا کر دیا۔ شاذیہ مسکرا گئی۔
''آپی نظر نہیں آ رہی ہیں۔''
''شاپنگ کے لئے گئی ہیں۔''
''آج سے آپی کا بازار جانا بند۔ میں آ گئی ہوں۔ ساری شاپنگ میں کروں گی۔''
''پہلے جا کر فریش تو ہو لو۔ کچھ کھا پی لو پھر گھر کے کام میں لگنا۔''——عبدالرحمن بولے۔
شاذیہ کو کچھ یاد آتا ہے۔
ایک ضروری کام یاد آ گیا۔ ابھی آئی۔''——شاذیہ تیزی سے اپنے کمرہ کی

طرف بڑھی اور پرس سے اپنا موبائل نکال کر ایک نمبر ڈائل کیا۔
''ہاں بولو''——طارق کی آواز ابھری
''میں گھر صحیح سلامت پہنچ گئی۔''
''میں تمہارے ہی فون کا انتظار کر رہا تھا۔ اور سب۔''
''خدا کا شکر ہے گھر میں شادی کی گہما گہمی ہے۔ اس لئے زیادہ فون نہیں کر پاؤں گی۔ جب تم دلّی انٹرویو کے لئے آؤ گے تو ملاقات ہوگی۔ اچھا خدا حافظ!''
شاذیہ فون رکھ کر جیسے ہی ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ دیکھا شائقہ اس کی ڈائری نکال کر پڑھ رہی ہے۔

میں پردیس سے پیدل چل کر تجھ سے ملنے آیا ہوں
مالن نے اب تلک پھولوں کا گہنا کیوں نہیں بنایا
تیرے سندر کیس کتنے الجھ گئے ہیں
سکھیوں سے انہیں اب تلک کیوں نہیں گندھایا
برکھا تو آج منھ اندھیرے ہی برس رہی ہے
پھر اس سے کیوں نہیں آنکھوں میں کاجل انجوایا
کاگا بھی تیری اٹریا بھیجا تھا منت کر کے
بڑا سیانا بنتا تھا' اب تلک کیوں نہیں آیا
پوسٹ آفس جا کے خود مہر لگوائی تھی
خط پہ ڈاک بابو صاحب سے
اس کو اب تلک ڈاکیے نے کیوں نہیں پہنچایا
کچھ تو
کہہ!

یہ تو کیا ٹکر ٹکر حیرت سے دیکھ رہی ہے!
تو نے ہی تو لکھا تھا
ساجن، تم دسمبر میں آنا
تم نہ آئے تو ہم جاڑے سے کٹی کرلیں گے
آنکھوں میں سارا مینہ بھرلیں گے"

شائقہ نے جب پوری نظم ختم کرلی تو اس نے سامنے کھڑی شاذیہ کو دیکھا۔

"واہ آپی، کیا خوبصورت نظم لکھی ہے۔"

شاذیہ نے مسکرا کر اس کے ہاتھ سے ڈائری لے لی اور کمرہ سے باہر نکل گئی۔

●●

تبریز ہاشمی جیسے ہی اپنی ماں کے ساتھ دروازے پر قدم رکھا۔ شاذیہ کی نظر تبریز ہاشمی پر پڑ گئی۔

"ارے تبریز ہاشمی اور ہمارے گھر؟"——— وہ لپک کر تبریز کے قریب آ گئی۔ وہاں موجود تمام لوگوں کی نظریں تبریز ہاشمی کی طرف اٹھ گئیں۔

"آپ........ مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا ہے کہ اتنی بڑی شخصیت اور میرے گھر میں۔ میری تو قسمت ہی جاگ اٹھی۔ آیئے آیئے نا۔"

تبھی شائقہ دوڑی ہوئی تبریز ہاشمی کے پاس آ گئی۔

"السلام علیکم بھائی جان۔ یہ میری آپی شاذیہ ہیں۔"——— شاذیہ چونکی———

"آیئے آنٹی تشریف رکھئے۔"——— شائقہ عصمت بانو کو لے کر آگے بڑھ گئی۔ تب تک شامہ پاس آ گئی۔

"تبریز بھائی ابھی آئے ہیں۔ ہم لوگ صبح سے آپ کی راہ دیکھ رہے تھے۔ بہت اپنے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن کسی کام میں ہاتھ نہیں بٹایا۔"———

شاذیہ ایک بار پھر چونکتی ہے کہ میری بہنیں تبریز ہاشمی سے اس طرح باتیں کر رہی ہیں جیسے وہ اسی گھر کا ایک فرد ہو۔ یہ کیا چکر ہے۔ تبریز ہاشمی اتنا بڑا فنکار ہے کہ لوگ اس سے ملنے میں اپنی شان سمجھتے ہیں اور یہاں ہر آدمی الٹے انہی سے شکایت کر رہا ہے۔

"شامہ تم تو جانتی ہو میں جس پروفیشن میں ہوں وہاں کتنی مصروفیت ہے۔ چاہ کر بھی تم لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکا........ آئی ایم سوری۔"

"شاذیہ تم علی گڑھ میں بی۔ سی۔ اے کر رہی ہو، پیپر کیسے رہے۔"——— شاذیہ چونکی کہ یہ تو میرے بارے میں سب جانتے ہیں۔

"آپ تو میرے بارے میں سب جانتے ہیں۔ لیکن یہ بتایئے کہ یہ چمتکار کیسے ہو گیا کہ آپ ہمارے گھر کے ایک فرد بن گئے۔"

''اچھا تم آپ کی گلنار آپی سے ملاقات ہو گئی پھر دوستی ہوئی پھر ——''

''پھر ——؟''

''پھر کچھ نہیں۔''

شاذیہ کو لگا تبریز کچھ اور کہنا چاہتے تھے مگر رک گئے۔

اسی وقت شائقہ ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئی ——

''آپ لوگ یہاں ہیں۔ میں آپ لوگوں کو ڈرائنگ روم میں ڈھونڈ رہی تھی۔ چلئے ناشتہ کیجئے۔''

''تم اتنی زحمت کیوں اٹھا رہی ہو۔''——

''اپنے بھائی جان کے لئے میں کوئی بھی زحمت اٹھا سکتی ہوں۔ چلئے منہ کھولئے میں اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گی۔''

شائقہ ایک مٹھائی اٹھا کر تبریز کے منہ میں ڈال دیتی ہے۔

''لو تم لوگ بھی لو۔''—— تبریز شائقہ اور شاذیہ کو اشارہ کرتا ہے۔ دونوں شامل ہو جاتی ہیں۔

''آپی کافی دیر سے انتظار کر رہی ہیں۔ میں نے آپ کے آنے کی خبر ان کو دے دی ہے۔ وہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔''

''کیوں مجھے عورتوں کے جمگھٹے میں لے جا رہی ہو۔ اس کا کمرہ تو عورتوں سے بھرا ہوگا۔''

''میں سب کو ہٹا دوں گی۔ آپ چلئے تو سہی۔''—— شائقہ نے تبریز کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ تبریز اٹھا اور قدم آگے بڑھایا۔ شائقہ ایک طرف تو دوسری طرف شاذیہ ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ تینوں گلنار کے کمرہ تک آئے' شاذیہ کو کوئی کام یاد آ گیا۔ وہ دوسری طرف مڑ گئی۔ شائقہ کمرہ کے اندر گئی اور گلنار کو بتایا۔ گلنار نے وہاں بیٹھی سبھی عورتوں کو وہاں سے

جانے کا اشارہ کیا۔ کچھ ہی دیر میں کمرہ خالی ہو گیا۔ تبریز اندر آ گیا۔

''بیٹھئے۔'' گلنار نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ تبریز بیٹھ گیا۔ تبریز کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ گلنار سے آنکھ ملائے۔ گلنار ایک ٹک اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''ایک بات پوچھوں۔''

''ہاں پوچھو۔''

''کیا آپ میری شادی سے خوش نہیں ہیں؟''

''تم کیسی باتیں کرتی ہو۔''

''میں نے اس دن محسوس کیا جب کارڈ دینے گئی تھی آپ بے دلی سے ملے تھے اور آج بھی بجھے بجھے نظر آ رہے ہیں۔''

''ان دنوں میں کچھ پریشان ہوں۔ اسی سبب بجھا بجھا رہتا ہوں۔''

''یا کوئی اور بات ہے۔ اگر کوئی بات ہے تو کہہ دیجئے۔ ہو سکتا ہے میں آپ کی کوئی مدد کروں۔''

''نہیں گلنار کوئی بات نہیں' تم ناحق پریشان ہو رہی ہو۔ تمہیں نئی زندگی مبارک ہو۔ اچھا چلتا ہوں۔''—— تبریز تیزی سے کمرہ سے نکل گیا۔ گلنار اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ اس طرح اداس اور بجھا بجھا رہنا اسے اچھا نہیں لگا۔ اس نے چاہا وہ دوڑ کر تبریز سے لپٹ جائے اور پوچھے کہ بتائیے کون سا غم آپ کو کھائے جا رہا ہے مگر وہ خود کو مجبور محض تصور کرتی ہے۔ اس کی آنکھوں کا ایک کنارہ بھیگ گیا۔

باہر شادیانے بج رہے ہیں۔ گیت گائے جا رہے ہیں۔ ایک سہیلی گلنار کے جوڑے میں چمیلی کے پھول گوندھ رہی ہے۔ ایک سہیلی اس کی ہتھیلی پر مہندی لگا رہی ہے۔ ایک سہیلی اس کے لئے بیلے کا گہنا گوندھ رہی ہے مگر گلنار خاموش ہے۔ اس کا ذہن بار بار تبریز کی طرف بھٹک جاتا ہے .... تم ہی کو آج میرے روبرو ہونا تھا' ایسے رنگ و بو میں

جس کا میں نے گمان بھی نہ کیا تھا۔ میں اپنی دھن میں مگن تھی، میرے افق پہ چمکتے ہوئے ستارے کی ہر ایک کرن میں روشن ہے تمہارا چہرہ......... میرے سامنے تمہاری صورت بار بار کیوں ابھرتی ہے......... کیوں تمہیں دیکھنے کی چاہت جاگتی ہے مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ چند گھنٹوں کے بعد میں کسی اور کی ہو جاؤں گی۔

تبریز وہاں سے نکل کر ہال میں آگیا۔ شائستہ پھر پاس آگئی۔

"بھائی جان چلئے کھانا کھا لیجئے ابو آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔"

ابھی ابھی تو تم نے ناشتہ کرایا ہے کھانے کی ابھی طبیعت نہیں ہے۔"

"ایسے کیسے ہوگا۔ بغیر کھائے تو میں جانے نہیں دوں گی۔ چلئے۔" شائستہ نے ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی کھانے کی میز پر بٹھا دیا کیونکہ اس نے تبریز ہاشمی اور آفاق کا کھانا ہال میں ہی منگوایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ زیادہ دیر نہیں رک سکیں گے۔

تبریز نے نہ چاہ کر بھی تھوڑا سا کھانا کھایا۔ اور ماں کو لے کر گھر کی طرف چل پڑا۔

شازیہ شمہ اور شائستہ کو عجیب سا لگا کہ نکاح سے پہلے ہی تبریز بھائی چلے گئے۔ جبکہ انہیں نکاح کا تو انتظار کرنا ہی چاہئے تھا۔ مانا کہ وہ بے حد مصروف آدمی ہیں لیکن ایسا بھی کیا کہ آدھ گھنٹہ مزید نہیں ٹھہر سکتے تھے۔

شمہ کچھ زیادہ فکرمند تھی۔ اس نے شائستہ سے کہا——

"شائستہ تبریز بھائی میں تبدیلی آگئی ہے۔ پہلے والی بات نہیں رہی۔ کچھ ریزرو سے نہیں دکھتے جبکہ پہلے تو گھل مل جاتے تھے۔"

"آپی ایسے لوگوں کے پاس مسائل بہت ہوتے ہیں۔ اس پروفیشن میں ایک سے ایک لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے ممکن ہے کسی نے کچھ کہا ہوگا یا کوئی اور بات ہوگی۔ آپ دیکھئے گا اگلی بار جب وہ ملیں گے تو پھر اسی طرح گھل مل جائیں گے۔ چلئے نکاح کی تیاری ہو رہی ہے۔"

دونوں گلنار کے کمرہ تک بڑھتی ہیں۔ نکاح کی پوری تیاری ہوگئی تھی صرف قاضی

صاحب کا آنا باقی تھا۔ لیکن گلنار کا دل دھڑک رہا تھا۔ اس کی سوچ بار بار تبریز ہاشمی کی طرف مڑ جاتی۔

"آخر تبریز میں اتنی تبدیلی کیسے آگئی کیا وہ میری شادی سے خوش نہیں ہیں۔ آج بھی وہ بہت کم بولے اور ریزرو رہے۔ پھر اتنی جلدی چلے بھی گئے۔ آخر بات کیا ہے۔ وہ اپنی زبان سے کچھ بھی نہیں کہہ پا رہے ہیں یا کہنا نہیں چاہتے لیکن اس طرح خاموش رہ کر انہوں نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کیا کروں۔ میں انہیں اس طرح بجھا بجھا نہیں دیکھ سکتی لیکن اب تو میرا نکاح ہونے والا ہے۔ کچھ ہی دیر میں میں کسی اور کی ہو جاؤں گی۔"

اسی لمحہ قاضی صاحب گواہوں کے ساتھ کمرہ میں داخل ہوئے اور نکاح پڑھانے لگے۔ آفاق کے نکاح کے بعد دونوں طرف سے مبارکباد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کافی رات تک گہما گہمی رہی اور گلنار اپنی سسرال آگئی۔

●●

آسمان پر بے حساب ستارے چمک رہے ہیں۔ چاندنی جوبن پر ہے۔ ہر چیز چاندنی میں نہائی ہوئی معلوم ہو رہی ہے۔ ہوائے خرام میں مستی بھی ہے اور والاویزی بھی۔ آفاق جب دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا تو گلنار پلنگ پر سمٹی سمٹائی بیٹھی تھی۔ وہ آہستہ سے پلنگ پر بیٹھ گیا اور گھونگھٹ الٹ دیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کمرے میں چاند اتر آیا ہے۔

"سبحان اللہ ایسا حسن پہلی بار دیکھا ہے۔"

گلنار نے شرما کر نظریں جھکا لیں۔

"اس طرح نظر نہ پھیریئے اپنے حسن کی چاندنی میں مجھے بھی نہانے دیجئے۔"—— آفاق آہستہ سے بولا۔

"آپ ناحق میری تعریف کر رہے ہیں۔ اتنی حسین تو میں نہیں ہوں۔"—— گلنار نے نظر اٹھا کر آفاق کو دیکھا۔ پہلی بار اس نے بھرپور نگاہوں سے اپنے شوہر کو دیکھا تھا۔ خاصا ہینڈسم اور اسمارٹ تھا۔ اسے اپنی قسمت پر رشک ہوا کہ شکلاً اس کا شوہر اچھا ہے۔

"چاند کو کیا معلوم کہ وہ کتنا خوبصورت ہے۔ گلاب کو کیا پتہ کہ وہ کتنا حسین ہے۔ کسی بھی شے کو اپنے حسن کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اسے یہ بتاتا ہے کہ وہ کس قدر حسین ہے۔"—— آفاق نے مسکرا کر گلنار کی طرف دیکھا۔ گلنار کو لگا کہ آفاق کے بات کرنے کا طریقہ دوسرے لوگوں سے قدرے مختلف ہے۔ اس نے اپنی نگاہیں آفاق پر مرکوز کر دیں۔

"آپ باتیں بہت اچھی کرتے ہیں۔"

آفاق گلنار کی طرف جھک گیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"میں اور بھی بہت کچھ اچھا کر سکتا ہوں۔"—— آفاق نے شرارت بھری نگاہ اس پر ڈالی۔ گلنار نے شرما کر اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا۔ آفاق نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ کو ہٹایا۔ گلنار کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آفاق نے تھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اٹھایا۔ گلنار نے لجائی آنکھوں سے آفاق کو دیکھا۔ آفاق نے

بڑھ کر اس کے ہونٹوں کو ایک بوسہ دیا۔ اور سارا ماحول رومانی ہو گیا۔

"گلنار مجھے اپنی قسمت پر رشک ہو رہا ہے کہ آپ جیسی حسین شریک حیات ملی۔ آپ کی یہ خمار آلود آنکھیں اور آنکھوں کا یہ کاجل .... یہ مستی بھری نگاہیں .... یہ زرق برق لباس .... پُر پیچ زلفیں، یہی کہہ رہی ہیں کہ آپ میری آغوش میں آ جائیے .... یہ جھجک .... یہ شرم و حیا کی دیوار گرا دیجئے کہ میں کب سے منتظر ہوں اس حسین پل کا"—— آفاق آگے بڑھا اور اسے اپنی بانہوں میں قید کر لیا۔

●●

گلاب کے پھول اپنے شباب پر اترا رہے تھے۔ ادھ کھلی کلیاں نیم باز آنکھوں سے پھولوں کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ ایک طرف بیلے کے سپید سپید پھول کسی پارسا کی طرح آس پاس والوں پر اپنے زہد کا سکہ جمانے کی کوشش کر رہے تھے۔ گلنار نے اپنا چہرہ آفاق کی ہتھیلیوں پر رکھ دیا جیسے ہتھیلی پہ چاند آ گیا ہو۔ آفاق نے بڑھ کر اس کے ہونٹوں کو چومنا چاہا مگر گلنار نے اپنا چہرہ ہٹا لیا۔

''لوگ کیا کہیں گے۔ دیکھتے نہیں آس پاس کتنے لوگ بیٹھے ہیں۔''——

''آپ میری بیوی ہیں۔ اور آپ پر میرا پورا حق ہے۔''—— آفاق کے ہونٹوں پر ایک شریر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

''لیکن ہر کام کا موقع محل ہوتا ہے۔''—— گلنار نے ہنس کر کہا۔

''اس موڈرن ایج میں موقع محل کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بس وقت ہاتھ سے نکل نہ جائے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ ایک شعر سنئے:

آج کل دن میں کیا نہیں ہوتا
رات کا انتظار کون کرے''

آفاق نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کی انگلی میں پڑی انگوٹھی کو گھمانے لگا۔

''کل خدا جانے پیار کی یہ نظر ہم پر اس طرح مہربان رہے یا نہ رہے۔''—— اس نے تشویش بھری نظروں سے دیکھا۔

''آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں۔ کیا آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔''—— گلنار نے اپنا سر آفاق کے کندھے پر رکھ دیا۔

''کون کب بدل جائے کیا پتہ۔ کون''.......... گلنار نے آفاق کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ آفاق کا جملہ ادھورا رہ گیا۔

''ایسا نہ کہئے۔ تمام رشتے یقین اور اعتبار پر ٹکے ہوتے ہیں۔ اعتبار کی ڈور جس دن کمزور پڑ جاتی ہے رشتے ختم ہو جاتے ہیں۔''—— کہتے کہتے وہ یک بیک خاموش ہو گئی۔

''خدا کرے ہمارے رشتے کی ڈور ہمیشہ مستحکم رہے۔''

''مستحکم بھی رہے گی اور مضبوط بھی۔''—— گلنار کے چہرے پر اعتماد کا تیج تھا۔

''اب چلنا چاہئے۔ کافی وقت ہو گیا ہے۔''

''اے میرے ہمدم۔ کاش یہ پل یہیں ٹھہر جائے' تم تم نہ رہو' میں نہ رہوں۔ بلکہ دو کی جگہ ایک ہو جائیں۔ ابھی تمہارا بدن انگڑائی بھی نہیں لے پایا ہے۔ تیرے جوبن کا رس ابھی میری آنکھوں نے ٹھیک سے چکھا بھی نہیں ہے۔ معطر جسم کی خوشبو مجھے چھو بھی نہیں پائی ہے۔ ابھی تو تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے........ بہت دور چلنا ہے' کہ میں ابھی تھکا نہیں ہوں........ تھکا نہیں ہوں........ تھکا نہیں ہوں۔''

''واہ! آپ تو شاعری کرنے لگے۔''

''آپ کو دیکھ کر تو کوئی بھی شاعری کر سکتا ہے۔ آپ اتنی حسین جو ہیں۔''—— آفاق نے کھینچ کر اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

●●

آج گلنار جلدی سوگئی تھی۔ دن بھر سیر وتفریح کے بعد کافی تھک گئی تھی۔ آفاق پاس ہی بیٹھا ایک رسالہ پڑھنے میں محو تھا۔ کمرہ میں ہلکی روشنی بکھری تھی۔ ٹیبل لیمپ جل رہا تھا جس کی روشنی میں آفاق رسالہ پڑھ رہا تھا۔ اس نے رسالہ سے نظر ہٹا کر گلنار کو دیکھا۔

گلنار میں نے کب تمہاری تمنا کی تھی مگر تمہیں پا کر جیسے میری مراد بر آئی ہے۔ تم میری زندگی میں کیا آئی میری دنیا ہی بدل گئی۔ تمہارے جسم کے نقوش مجھے سحر زدہ کر دیتے ہیں۔ اس لئے ہر لمحہ میں تمہیں اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہوں......... آؤ......... رسموں کا اور لاج کا جھلملاتا سا گھونگھٹ اٹھاؤ......... جب یہ گھونگھٹ اٹھاؤ گی تو دیکھو گی' جانو گی پل میں......... تمہارے لباسوں' زلفوں اور جسم کی خلوتوں کے نشے میں سرشار رہنا میرے دل کی گہرائی کا بھید ہوگا۔ تمہاری ان آنکھوں کا کاجل......... نگاہوں کی مستی......... مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ آجاؤ میری آغوش میں......... آجاؤ میری ان بانہوں میں کہ میں کب سے بیتاب تمہیں تک رہا ہوں......... گلنار میں تمہیں بانہوں میں بھر کر محبت کے نغمے سنانا چاہتا ہوں۔ تمہارے جسم کے ایک ایک تار کو چھیڑنا چاہتا ہوں......... آجاؤ......... آجاؤ ایک بار پھر سے میری بانہوں میں.........

گلنار کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے آفاق کی طرف دیکھا۔ آفاق بیٹھا اسی کے خیالوں میں گم تھا۔ گلنار نے آفاق کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ آفاق سوچ کی دنیا سے باہر آگیا۔ اس نے پلٹ کر گلنار کو دیکھا اور اس پر جھکتا چلا گیا۔

●●

گلنار آفاق کے ہمراہ جب ہنی مون سے لوٹی تو مہر اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

''ہائے بھابھی آپ تو اور بھی حسین لگ رہی ہیں۔''

گلنار شرما گئی۔

''بھابھی واقعی آپ نے کیا حسن پایا ہے۔ مجھے آپ پر رشک آرہا ہے کہ میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ آپ میری بھابھی ہیں۔''

''بس.........بس.........بس.........زیادہ تعریف مت کرو۔'' گلنار نے مہر کو روک دیا۔

''اچھا بھابھی ہنی مون کیسا رہا۔''

''بہت اچھا.........خوب انجوائے کیا۔''

''صرف انجوائے یا کچھ اور بھی کیا''——مہر نے چھیڑا۔

''شریر کہیں کی۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے کمرہ کی طرف لوٹ گئی جہاں آفاق اس کا انتظار کر رہا تھا۔

''میں بہت تھک گئی ہوں۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو کچھ دیر آرام کر لوں۔''——گلنار نے آفاق کی طرف دیکھا۔

''بصد شوق۔ آپ آرام فرمائیں اور میں آپ کا خادم دیدار کرتا رہوں گا۔''——آفاق نے ہاتھ جھکا کر کہا۔

''ایسا نہ کہیں آپ تو میرے مجازی خدا ہیں۔ اگر آپ نہیں کہیں گے تو میں ساری رات جاگ کر گزار دوں گی۔''——گلنار نے آفاق کا ہاتھ تھام لیا۔

''ایسا ہوسکتا ہے کہ میں آپ کے آرام کا خیال نہ رکھوں۔ آپ آرام کریں۔ میں کچھ ضروری کام نپٹا کر آتا ہوں۔''——یہ کہہ کر آفاق کمرہ سے نکل گیا۔ آفاق کچھ دیر کے بعد کمرہ میں لوٹا تو گلنار سو چکی تھی۔ آفاق نے ایزی چیئر پر بیٹھ کر ایک میگزین اُٹھایا۔

میگزین کو الٹ پلٹ کر دیکھا مگر اس کا دل پڑھنے کی طرف راغب نہیں ہوا۔ اس نے میگزین سے نظر ہٹا کر گلنار کو دیکھا۔ وہ نیند میں اور بھی حسین لگ رہی تھی۔ اس نے بغور دیکھا کتنے خوش نما ہیں گلنار کے پاؤں اور رنگت جیسے دودھ میں کیسر ملا دیا گیا ہو۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ چڑیوں کی طرح چہکتی ہے اور مسکراتی ہے تو گویا پھول جھومتے ہیں۔ جب وہ میرے پاس ہوتی ہے تو ایسا لگتا ہے پوری فضا معطر ہوگئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں کتنی چمک ہے۔ دوشیزگی کی تمام رعنائیاں اس میں عود کر آئی ہیں۔ آفاق کافی دیر تک اس معصوم حسن کو دیکھتا رہا مگر گلنار ان باتوں سے بے نیاز گہری نیند سو رہی تھی۔

●●

ریسٹورنٹ میں سامان سے لدی پھدی گلنار داخل ہوئی اور دھپ سے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ آفاق کے بھی ہاتھ میں کئی کیری بیگ تھے۔ وہ میز پر کیری بیگ کو رکھ کر اس کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''آفاق صاحب آپ نے تو اتنی شاپنگ کرادی کہ مجھے سالوں تک کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔''—— گلنار ہینکی سے پسینہ پونچھتی ہے۔

''میرا بس چلے تو میں سارا بازار خرید دوں۔ آپ جس چیز کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لیں گی میں وہ چیز آپ کے قدموں میں لاکر رکھ دوں گا۔''

گلنار نے مذاق سے سامنے کھڑی کار کی طرف دیکھا۔ آفاق نے اس کی نگاہیں دیکھیں اور پھر پلٹ کر دیکھا تو وہاں ایک قیمتی کار کھڑی تھی۔

''تو آپ کو کار چاہئے مجھے تھوڑی سی مہلت دیجئے' میں ایسی ہی کار آپ کو خرید کر تحفے میں دوں گا۔''

''میں نے تو یونہی اس کار کی طرف دیکھا تھا۔ اور آپ نے سمجھ لیا مجھے وہ کار چاہئے۔ مجھے کسی چیز کی چاہت نہیں بس مجھے آپ کا ساتھ اور آپ کا پیار چاہئے۔ مجھے قیمتی اشیاء کی چاہت نہیں جو ایک دن پرانی ہو جاتی ہیں یا ٹوٹ جاتی ہیں۔ پیار وہ جذبہ ہے جو کبھی نہیں مٹتا۔ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جتنا کسی کو چاہو اتنا ہی پیار جوان ہوتا ہے۔''

''گلنار آپ باتیں بڑی بڑی کرتی ہیں۔ میں تو کمپنی کی مشینوں میں الجھا رہتا ہوں۔ کون سی مشین خراب ہوئی۔ اسے ٹھیک کرنا ہے۔''

''آپ مشین سے ضرور الجھے رہیں لیکن دل کو میرے دل کے پاس رہنے دیں۔ دل کا رشتہ ایسا رشتہ ہے' جس سے چاہنے والے بندھے چلے آتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے اتنا پیار دیں کہ میں سوتے جاگتے' اٹھتے بیٹھتے' کھاتے پیتے ان پیار بھرے لمحوں کو یاد کر کے سرشار ہوتی رہوں۔''

''انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔''

اگر آپ کو اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجئے میں خرید دوں گا۔ کیونکہ اگلے سمبر کو میری فلائٹ ہے۔"

"اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

"تو چلیں۔"

"ہاں چلیں۔"

دونوں ریسٹورنٹ سے نکلتے ہیں۔

●●

تبریز ہاشمی اپنے دکھ کی سرحد پار کر کے دن کی روشن وسعتوں میں لوٹ جانا چاہتا ہے لیکن اسے لگتا ہے یکا یک ٹوٹ جاتی ہے جنگل کی خاموشی اور نہ جانے کہاں سے نکل پڑتا ہے خوفناک پرندوں کا ایک بڑا سا غول اور اس پرندوں کے غول نے حملہ کر دیا ہے۔

سارا آسمان لال لال دکھائی دے رہا ہے
لیکن یہاں کچھ بھی نہیں بدلا
کمہار کا چاک گھوم رہا ہے
اس کے ہاتھوں ڈھل رہے ہیں نت نئے کھلونے
اور وقت لکھ رہا ہے ایک اتہاس

جب تبریز ہاشمی اسٹوڈیو پہنچا باس اس کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

"تبریز تم نے ایک ذمہ دار صحافی ہونے کے باوجود کل ایک ایسی رپورٹ پیش کی ہے جس سے چینل پر انگلی اٹھنے لگی ہے۔ آج صبح سے میرے پاس سینکڑوں فون' SMS اور E-mail آ چکے ہیں۔ میں کسے کیا جواب دوں۔ تم ہی بتاؤ۔"

"سر' کل کی رپورٹ میں ایسا کیا تھا جس پر لوگ چراغ پا ہیں۔"

"کیا تھا.........دیکھنا چاہو گے.........دیکھو........." باس نے اپنا کمپیوٹر آن کیا اسکرین پر تبریز ہاشمی کی شکل نمودار ہوئی اور اس کی آواز بھی ابھری——

"اس بار دلکش رنگینیوں' خوشنما ماحول' سرسبز اور خوش رنگ دنیا سے باتیں شروع کر رہا ہوں۔ انڈیا چمک رہا ہے۔ ٹی۔ وی۔ سیٹ کے دریچوں سے' فائیو اسٹار ہوٹل کے لابیوں سے' آنکھوں میں چکا چوندھ پیدا کرتے مالس میں' پیج 3 پارٹیوں میں' کرپشن پر بلائے گئے سنجیدہ کانفرنسوں میں۔ ہمارا ہندوستان چمک رہا ہے۔ کروڑوں کی نیلامی میں فائیو اسٹار پبلک اسکولوں میں' مہنگی عالی شان کاروں میں......... ہمارے ملک میں منافع خوری ہے' مفت خوری ہے' مئے نوشی ہے اور دوسری طرف مفلسی ہے.........مسائل ہیں اور

مہنگائی ہے۔ مہنگائی وہ ڈائن ہے جو........ ٹھہریئے........ ٹھہریئے........ مہنگائی کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے مجھے ایک ہاتھی اور نواندھوں کی کہانی یاد آرہی ہے۔ مہنگائی ہاتھی ہے اور نواندھے سرکار اور اس کی مشنری ہے جو اسے ٹٹول کر اپنے اپنے طریقے سے اس کی تشریح کررہے ہیں۔ گزشتہ دنوں........"

باس نے کلک دبا کر کمپیوٹر آف کیا—— "دیکھا آپ نے........ میں سرکار کو کیا جواب دوں۔ بتایئے مسٹر تبریز........ مجھے امید ہے آئندہ اس طرح کی رپورٹ پیش نہیں کریں گے۔ جایئے........"

تبریز ہاشمی باس کے چیمبر سے باہر آگیا۔ وہ اپ سیٹ ہوگیا تھا۔ سیدھا اسٹوڈیو سے نکل کر گھر کی طرف چل پڑا۔

●●

گلنار بے حد اُداس تھی۔ آج آفاق دوبئی واپس جارہا تھا۔ وہ گم صم اپنے کمرہ میں بیٹھی تھی۔ آفاق تیار ہوکر اس کے کمرہ میں آیا۔ اسے اس طرح اُداس دیکھ کر اس کے چہرے کو اُٹھایا۔

"تو جناب میرے جانے سے ناخوش ہیں لیکن کیا کروں نوکری کا معاملہ ہے۔ دل تو میرا ابھی نہیں چاہ رہا ہے کہ اتنی حسین بیوی کو چھوڑ کر جاؤں' مجبور ہوں لیکن سال میں ایک مہینے کے لئے آؤں گا۔ اور اس ایک مہینے میں اتنا پیار دوں گا کہ ایک سال کا حساب چکتا کردوں گا۔ ہر روز فون کروں گا' E-mail بھیجوں گا۔ اب خوش۔"

گلنار دھیرے سے مسکرائی۔

"چلو دروازے تک تو چھوڑ کر وداع کرو۔"

گلنار دروازے تک آئی۔ ساتھ میں آفاق کی ماں اور مہر بھی تھی۔ باہر کار پر سامان رکھا جاچکا تھا۔

"اچھا امّی چلتا ہوں۔"

جا بیٹے خدا تجھے اپنے امان میں رکھے۔ لیکن برابر فون کرتے رہنا کیونکہ گلنار کا دل لگا رہے گا۔"

"ضرور کرتا رہوں گا۔"

"تو آپ کی طرف سے بھی اجازت ہے۔"—— آفاق نے گلنار کی طرف دیکھا۔ گلنار نے مسکرا کر خدا حافظ کہا۔ مہر نے بھی ہاتھ ہلا کر بائی کیا۔ کار نظروں سے دور ہوتی گئی۔

●●

عصمت بانو نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔ شامہ اور شائقہ کو سامنے کھڑی پایا۔ دونوں نے مسکرا کر سلام کیا۔ عصمت بانو دروازے سے ہٹ گئیں۔

''آؤ........اندر آؤ۔''

دونوں ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔

''بیٹھو۔'' عصمت بانو سامنے کے صوفے پر بیٹھ گئیں۔ شامہ اور شائقہ بھی ایک صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''اور کیسے ہیں شامہ۔'' —— عصمت بانو نے شامہ کی طرف دیکھا۔

''خدا کا شکر ہے۔''

''اور گلنار۔''

''وہ بھی اچھی ہیں۔''

''اس کے میاں کا فون وون آتا ہے۔''

''ہاں آپی بتا رہی تھیں کہ ہر روز فون آتا ہے۔''

''چلو خدا کا شکر ہے۔ گلنار کی اچھے گھر میں شادی ہو گئی۔''

''جی یہ تو ہے۔''

''تبریز بھائی جان نظر نہیں آ رہے ہیں۔'' —— شائقہ نے اندر کمرہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''بس تھوڑی دیر میں آ جائے گا۔ ابھی اس کا فون آیا تھا کہ اسٹوڈیو سے نکلنے والا ہوں۔'' ''تم لوگ بیٹھو میں چائے بناتی ہوں۔'' —— عصمت بانو کھڑی ہو گئیں۔

''آنٹی آپ کیوں زحمت کرتی ہیں۔ ہم لوگ ابھی چائے پی کر چلے ہیں۔'' شامہ بولی۔

''پھر بھی تم لوگ ہمارے گھر پہلی بار آئی ہو۔''

''تو کیا ہوا یہ تو اپنا ہی گھر ہے۔ پھر کبھی پی لیں گے۔''

''نہیں چائے تو پینی پڑے گی۔ میں ابھی بناتی ہوں۔''

''جب ایسا ہی ہے تو تبریز بھائی جان کو آ جانے دیجئے۔ ساتھ میں پئیں گے۔'' —— شائقہ بولی۔

''ٹھیک ہے تو تبریز کو آ جانے دو۔''

اسی اثنا میں موٹر سائیکل کے رکنے کی آواز آئی۔ —— ''لو تبریز بھی آ ہی گیا۔'' —— عصمت بانو اُٹھ کر دروازہ کھولنے کے لئے چلی گئیں۔ دروازہ کھلتے ہی تبریز اندر آ گیا اور دونوں کو ڈرائنگ روم میں بیٹھا دیکھ کر پھیکی ہنسی ہنسا۔

''اچھا تو عظیم مہمان تشریف رکھتے ہیں۔'' —— تبریز نے ہیلمٹ اُتار کر میز پر رکھ دیا اور ہاتھ سے بالوں میں کنگھی کیا۔ پھر سامنے کے صوفہ پر بیٹھ گیا۔ عصمت بانو کچن میں چلی گئیں۔

''اچھا تو آپ نے ہم لوگوں کو مہمان کہہ کر اجنبی بنا دیا —— ہم لوگ تو اس گھر کو اپنا سمجھتے ہیں اور آپ لوگوں کو اپنا رشتہ دار۔'' —— شائقہ بولی۔

''شائقہ اس دنیا میں پہچان رشتوں سے ہوتی ہے۔ ہم لوگ لاکھ قریبی سہی لیکن اس رشتے کو کیا نام دوگی۔'' —— تبریز کا لہجہ بجھا ہوا تھا۔

''سب سے بڑا رشتہ انسانیت کا ہوتا ہے۔ اس رشتے کے سامنے سب رشتے حقیر ہیں۔'' —— شائقہ بولی۔

''لیکن جس رشتے کا کوئی نام نہیں ہوتا۔ اس رشتے کو لوگ غلط نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چلو ہم لوگ اس بحث میں کیوں پڑیں۔ یہ بتاؤ گھر میں سب لوگ ٹھیک ہیں۔''

''ہاں سب لوگ خیریت سے ہیں اور سبھی لوگ آپ کو برابر یاد کرتے ہیں۔''

''گلنار کا کیا حال ہے؟''

''وہ بھی خیریت سے ہیں۔ آپ کے بارے میں اکثر پوچھتی رہتی ہیں'' —— شائقہ بولی

تبریز سوچنے لگا۔ خیریت تو پوچھتی ہے لیکن کبھی فون تک نہیں کرتی۔

''تبریز بھائی جان کن خیالوں میں کھو گئے۔''——— شامہ نے ٹوکا۔

''نہیں بس کچھ یونہی سوچنے لگا تھا۔''

تھوڑی ہی دیر میں عصمت بانو ناشتے اور چائے کی ٹرے لے کر آگئیں اور سبھی ناشتے میں مصروف ہو گئے۔

●●

کھانے سے فارغ ہو کر شامہ شائقہ کے کمرہ میں آگئی۔ شائقہ بستر پر نیم دراز لیٹی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ شامہ کو دیکھ کر رسالہ بند کر دیا۔

''آیئے آپی بیٹھئے۔''——— شائقہ نے اپنے پاؤں سمیٹ لئے۔ شامہ نے پلنگ پر بیٹھ کر پیر اوپر چڑھا لیا۔

''شائقہ تم نے تبریز بھائی میں کوئی تبدیلی محسوس کی؟''

''ہاں میں نے محسوس کیا کہ وہ بجھے بجھے سے نظر آئے''——— شائقہ سنجیدہ ہو گئی۔

''مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔''——— شامہ کے چہرے پر بھی سنجیدگی تھی۔

وجہ تو تلاش کرنا مشکل ہے لیکن گلنار آپی کا نام آتے ہی وہ کچھ زیادہ ہی بجھ گئے۔''——— شائقہ تبریز کے بارے میں کچھ زیادہ سنجیدہ تھی۔

''مجھے لگتا ہے وہ گلنار آپی کی شادی سے خوش نہیں ہیں''——— شامہ کو بھی تبریز کی اداسی کے سبب کا اندازہ ہو رہا تھا۔

''آپی کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ گلنار آپی کو دل ہی دل میں چاہتے ہوں مگر اس کا اظہار نہ کر سکے اور اسی درمیان میں گلنار آپی کی شادی ہو گئی۔''——— شائقہ تشویش بھرے لہجے میں بولی۔

''مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگتا ہے کیونکہ گلنار آپی کی شادی اتنی جلدی ہوئی کہ کسی کو کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔——— شامہ کے چہرے پر تشویش کے آثار نمایاں تھے۔

''لیکن کیا گلنار آپی کے دل میں بھی تبریز بھائی جان کے لئے وہی جذبہ ہے یا وہ اس شادی سے خوش ہیں۔''——— شائقہ نے بھی تشویش کا اظہار کیا۔

''ہاں اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن مجھے تبریز بھائی جان کا اس طرح بجھے بجھے رہنا اچھا نہیں لگا۔''——— شائقہ فکر مند نظر آ رہی تھی۔

''چلو جب ہمارے اختیار میں کچھ نہیں تو اس کے بارے میں سوچ کر بھی کیا کر سکتے ہیں۔ چلو سو جاؤ۔''——— شامہ نے اٹھ کر کمرہ کا بلب بجھایا اور شائستہ کی بغل میں لیٹ گئی۔

●●

فون مہر اُٹھاتی ہے۔ دوسری طرف آفاق تھا۔ خیریت وغیرہ دریافت کرکے گلنار کو فون دے دیا۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔ کیسی ہیں آپ؟''

''خدا کا شکر ہے۔ آپ کیسے ہیں؟''

''آپ جیسی نیک اور سعادت مند بیوی کی دعا ساتھ ہو تو بھلا مجھے کیا ہو سکتا ہے۔ آپ یہ بتائیے کہ خالی وقت میں کیا کرتی ہیں۔''

''آپ کی یادوں کا تاج محل بناتی ہوں۔''

''اور میں آپ کی تصویروں سے باتیں کرتا ہوں۔ ابھی بھی میرے سامنے آپ کی تصویر ہے جس میں آپ مسکرا رہی ہیں۔ اس تصویر کو دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے کہ آپ بالکل میرے قریب ہیں اور میں آپ کے رخساروں کو بوسہ دے رہا ہوں۔''

''ہشت۔ آپ بڑے وہ ہیں۔''

''آپ کے اسی انداز پہ تو میں فدا ہوں۔ میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ آپ جیسی حسین بیوی ملی ہے۔ جسے دیکھ کر ایک کیا کئی زندگیاں جی سکتا ہوں۔''

''اب تعریف بند کیجئے اور یہ بتائیے کمپنی کا کام ٹھیک چل رہا ہے؟''

''ہاں کمپنی کی بات پر یاد آیا۔ ایک خوشخبری ہے۔ کمپنی کے ساتھ میں نے چار سال کا Agreement کر لیا ہے۔''

یہ سن کر گلنار کو لگا اس پر پہاڑ گر گیا ہو——— آفاق نے آگے کہا——— اب میں چار سال کے بعد ہی دلّی آسکوں گا۔ آپ کو چار سال تک میرا انتظار کرنا پڑے گا۔''

''چار سال تو بہت ہوتا ہے۔ میں اکیلی چار سال تک کیسے رہوں گی۔''

''چار سال تو یوں ہی گزر جائیں گے میری جان' جس طرح ایک مہینہ آپ نے

میری یادوں کے سہارے گزار لیا اُسی طرح چار سال بھی گزر جائیں گے۔ میرے بارے میں سوچئے۔ آخر میں بھی تو آپ سے ملے بغیر چار سال گزاروں گا۔ لیکن یہ سب میں نے آپ کے لئے ہی کیا ہے۔ ان چار سالوں میں میں اتنا روپیہ کمالوں گا کہ گاڑی بھی خرید لوں گا اور آپ کی ہر خواہش پوری کر دوں گا۔"

"میری کوئی خواہش نہیں ہے۔ بس آپ کی سلامتی اور آپ کی محبت چاہئے۔"

"دور رہنے سے محبت کم نہیں ہوتی ہے میری جان' لوگ تو کسی کے انتظار میں صدیاں گزار دیتے ہیں۔ یہ تو صرف چار سال کا وقفہ ہے۔"

"ہماری ابھی نئی شادی ہوئی ہے اگر شادی کے دو چار سال کے بعد آپ یہ Agreement کرتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔"

"تو آپ اس Agreement سے خوش نہیں ہیں۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ جب آپ نے Agreement کر ہی لیا ہے تو اچھا ہی کیا ہے"—— گلنار مایوس لہجے میں بولی۔

"گلنار اس طرح مایوس نہ ہوں۔ چار سال کوئی چار صدیاں نہیں ہیں۔ آپ دیکھنا انگلی پر گنتے گنتے کٹ جائیں گے۔ پھر میرے پاس اتنا پیسہ ہوگا کہ ہم کسی چیز کے محتاج نہیں ہوں گے۔ او۔ کے۔"

"او۔ کے۔"

"مسکرا کر کہیئے۔"

"اچھا خدا حافظ"—— گلنار نے زبردستی مسکرا کر خدا حافظ کہہ دیا۔ مہر جو کچن میں کام کے درمیان ساری باتیں سن رہی تھی۔ پاس آ گئی۔

"کیا ہوا بھابھی۔ آپ اس طرح مایوس ہو گئیں۔"

"تمہارے بھائی جان نے کمپنی کے ساتھ چار سال کا Agreement کر لیا

ہے۔ اب وہ چار سال کے بعد ہی واپس آئیں گے۔"

"بھائی جان نے یہ اچھا نہیں کیا۔"

"کیا ہوا بیٹی۔"—— آفاق کی ماں اپنے کمرے سے نکل کر آ گئیں۔

"امی' بھائی جان نے چار سال کا Agreement کمپنی کے ساتھ کر لیا ہے اب وہ چار سال کے بعد ہی واپس آئیں گے۔"

"آفاق نے اچھا نہیں کیا۔ ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے اُسے ایک ایک سال کا Agreement کرنا چاہئے تھا۔ سال میں ایک مہینے کے لئے تو کم سے کم آتا۔ وہ جس کمپنی میں ہے وہاں فیملی ویزہ بھی Allow نہیں ہے کہ دلہن کو ساتھ رکھ سکے۔ ایسی حالت میں اسے اس طرح کا قدم اٹھانے سے پہلے ایک بار ہم لوگوں سے مشورہ تو کر لینا چاہئے تھا۔"

"امی اب تو Agreement کر لیا۔ اب کیا ہوگا؟ اب Agreement توڑا بھی نہیں جا سکتا۔ Agreement توڑنے کا مطلب ہے نوکری چھوڑ کر آ جایئے اور یہاں آ کر کیا کریں گے۔ یہاں تو نوکری کے لالے پڑے ہوئے ہیں"—— مہر نے کہا۔

"یہ تو نے ٹھیک کہا۔ کمپنی نے آفر کیا ہوگا۔ اس نے قبول کر لیا کہ اس طرح چار سال کی نوکری تو پکی ہوگئی۔ چار سال کے بعد پھر کمپنی رکھے گی کہ نہیں' خدا جانے۔ جو آفر ہاتھ آ رہا ہے اُسے کیوں چھوڑا جائے۔ اس نے بھی سوچ سمجھ کر ہی قدم اُٹھایا ہوگا"—— آفاق کی ماں نے بیٹے کے فیصلے کو صحیح ٹھہرایا۔

گلنار کچھ نہیں بولی۔ سیدھے اپنے کمرہ میں چلی گئی اور بستر پر دراز ہو گئی۔ اس نے سوچا کم از کم ایک بار مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا کہ میں چار سال کا Agreement کرنے جا رہا ہوں۔ کیا انہیں Agreement کرنے سے پہلے میرا ذرا بھی خیال نہ آیا۔ کیا آفاق کے لئے پیسہ ہی اہم ہے۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ مجھے ایک شے کی طرح اس

گھر میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ میرے جذبات کا ذرا بھی خیال نہ کیا کہ اس فیصلے سے مجھ پر کیا گزرے گی۔

اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس نے آنچل سے آنکھوں کا کنارہ پونچھا اور کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔

●●

کئی دنوں تک مسلسل گلنار اداسی کی چادر اوڑھے رہی لیکن بار بار مہر اور ساس کے سمجھانے پر تھوڑی دیر کے لئے اکیلے باہر نکل گئی۔ اس نے سوچا تھا اپنی کسی سہیلی کے گھر چلی جائے مگر اچانک تبریز ہاشمی کی یاد آ گئی۔ اس نے پرس دیکھا تو اس میں موبائل نہیں تھا۔ وہ موبائل گھر پر چھوڑ آئی تھی۔ اس نے ادھر ادھر نظریں گھمائیں پاس ہی ایک ٹیلی فون بوتھ تھا۔ وہ پی۔سی۔او۔ میں داخل ہو گئی اور تبریز ہاشمی کا نمبر ڈائل کیا۔ فون کسی ایاز نے اٹھایا۔

''ہیلو۔''

''جی میں تبریز ہاشمی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

''وہ تو ممبئی چلے گئے۔''

''ممبئی، کب؟''

''ان کو گئے تو ایک ہفتہ ہو گیا۔ ان کا ٹرانسفر ممبئی ہو گیا ہے۔''

''ان کی امی تو گھر پر ہوں گی۔''

''جی نہیں وہ بھی ساتھ گئی ہیں۔ ان کے گھر میں ان دنوں میں رہ رہا ہوں لیکن آپ کون؟''

''جی میں ان کی دوست گلنار۔ لیکن آپ؟''

''میں بھی ان کا دوست ہوں۔ ایاز نام ہے میرا۔ ان کے ساتھ ہی کام کرتا ہوں۔''

''ممبئی کا فون نمبر بتا سکتے ہیں؟''

''آپ ان کے موبائل پر بات کر لیجئے۔ موبائل تو ان کے پاس ہی ہے اور نمبر بھی وہی ہے۔''

''ٹھیک ہے ابھی بات کرتی ہوں۔'' —— گلنار موبائل کا نمبر ڈائل کرتی ہے لیکن بار بار ایک ہی آواز ابھرتی ہے۔ کیوریج ایریا سے باہر ہے بعد میں کوشش کریں۔

گلنار سمجھ گئی موبائل رومنگ میں ہے اس لئے بات نہیں ہو پا رہی ہے۔ وہ پی۔سی۔او والے کو پیسہ دے کر باہر آ گئی۔

●●

فون شائستہ نے اٹھایا۔

"ہیلو۔"

"کیا میں شازیہ سے بات کر سکتا ہوں۔"

"آپ کون؟"

"طارق......شازیہ کا دوست۔"

شائستہ نے زور سے آواز لگائی۔——"شازیہ آپی آپ کا فون۔"

شازیہ لگ بھگ دوڑتی ہوئی آئی۔اور ریسیور ہاتھ میں لے لیا۔

"ہیلو!"

"آپ کا خادم۔طارق۔"

"السلام علیکم!"——شازیہ مسکرادی۔

"وعلیکم السلام۔"

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔"

"آپ کا حبشی غلام قطب مینار پر کھڑا ہو کر بول رہا ہے۔"

"آپ دلی میں کب آئے۔"

"میرے دلی میں ہونے پر آپ کو تعجب کیوں ہو رہا ہے۔میں دلی پر قبضہ کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ آپ کے دل پر حکومت کرنے آیا ہوں۔"

"شازیہ شرما گئی——"اگر آپ کے پاس وقت ہو تو کچھ پل مجھے بھی عنایت کر دیجئے تاکہ ایک خوشخبری آپ کو دے سکوں۔"

"کیسی خوشخبری۔کیا آپ کی نوکری ہوگئی۔"

"سب فون ہی پر پوچھ لوگی یا کچھ ملاقات کے لئے بھی رکھ چھوڑو گی۔"

"نہیں پہلے یہ بتائیے نوکری ہوگئی۔"

"ہاں ہوگئی۔"

"تھینکس گوڈ——کب جوائن کیا۔"

"آج ہی جوائن کیا ہے۔جوائن کرنے کے بعد ہی تمہیں فون کر رہا ہوں۔"

"آپ کہاں پر ہیں۔"

"آں........یہ جگہ غالباً کناٹ پلیس کہلاتی ہے۔میری داہنی طرف پالیکا بازار کا بورڈ نظر آرہا ہے۔اور بائیں طرف کا راستہ منٹو روڈ ٹرمنل کی طرف جاتا ہوا نظر آرہا ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔ابھی آتی ہوں۔"

شازیہ نے ریسیور رکھا پھر شائقہ سے کہا——"شائقہ کچن ذرا سنبھال لینا۔" اور لگ بھگ دوڑتی ہوئی اپنے کمرہ کی طرف بھاگی۔شائقہ جو کھڑی ساری باتیں سن رہی تھی خود سے کہتی ہے۔

"یہ طارق کون ہیں۔جن کی نوکری دلی میں ہوگئی اور آپی اس طرح بے تحاشہ دوڑتی ہوئی ملنے کے لئے چلی گئیں۔کوئی بات تو ضرور ہے جس کی پردہ داری ہے۔خیر اگر کوئی بات ہے تو بھی مجھے کیا۔میں تو چلی کچن میں۔"

●●

طارق شازیہ کو لے کر ایک ریسٹورنٹ میں آ گیا۔شازیہ کی آنکھوں میں چمک تھی۔اس کا جسم فرطِ مسرت سے جھوم رہا تھا۔اس نے شہد بھری آواز میں کہا۔

"طارق آج میں اتنی خوش ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی۔"

دلکش مردانہ مسکراہٹ طارق کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔

"میں بھی بے حد خوش ہوں۔"

"میری تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔لگ رہا ہے ناچنے لگوں"——— آنکھیں بڑی بڑی کر کے جب شازیہ بولتی تو بہت اچھی لگتی۔

دونوں ریسٹورنٹ سے نکل کر انڈیا گیٹ آ گئے۔گھاس کی بچھی چادر پر دونوں بیٹھ گئے۔گہما گہمی اور شور وغل چاروں طرف پھیلتا جا رہا تھا۔چہکتے ہوئے، مسکراتے چہرے چمکتی نگاہیں یوں لگتا تھا جیسے کائنات کی ساری دلفریبیاں یہاں سمٹ کر رہ گئی ہوں۔آج فضا شازیہ کو گنگنانے پر مجبور کر رہی تھی۔وہ گنگنانے لگی———

میں چاہتی ہوں کہ ہوا کے جھونکے
ہوا سے لپٹے چلے جائیں
مجھ سے مچلتے ہوئے
چھیڑ کرتے ہوئے
ہنستے ہوئے، ہنسنے کی کوئی بات کہتے ہوئے
لاج کے بوجھ سے رکتے رکتے
سنبھلتے ہوئے
رس کی رنگین سرگوشیوں میں

میں یہ چاہتی ہوں کبھی چلتے چلتے
کبھی دوڑتے دوڑتے بڑھتی جاؤں
ہوا جیسے ندی کی لہروں سے چھوتے ہوئے
سرسراتے ہوئے بہتی جاتی ہیں
رکتی نہیں ہیں
اگر کوئی پنچھی سہانی صدا میں کوئی گیت گائے
تو آواز کی گرم لہریں مرے جسم سے ٹکرائیں اور لوٹ جائیں
ٹھہرنے نہ پائیں
کبھی گرم کرنیں، کبھی نرم جھونکے
کبھی میٹھی میٹھی فسوں ساز باتیں
کبھی کچھ کبھی کچھ نئے سے نیا رنگ ابھرے
ابھرتے ہی تحلیل ہو جائے پھیلی فضا میں
کوئی چیز میری مسرت کے گھیرے میں رکنے نہ پائے"

"واہ کیا پیارا انداز ہے شازیہ.........ایسا لگ رہا ہے پوری فضا گنگنانے لگی ہے"——— طارق نے شازیہ کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھا۔شازیہ کی دراز پلکیں آنکھوں کے حسن سمیٹنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔طارق نے شازیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔شازیہ مسکرائی اور اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔

●●

وقت کا بیکراں سمندر تبریز ہاشمی کے اطراف موجزن تھا لیکن وہ اپنے قدموں سے خاموشیوں کا نقش بناتا ہوا حاجی علی کے مزار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب وہ بہت پریشان ہوتا تو اکثر حاجی علی کے مزار پر آجاتا۔ سمندر کی موجیں اٹکھیلیاں کر رہی تھیں مگر ان موجوں میں اسے کوئی دلکشی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ مزار کے عقب میں آگیا اور پتھر پر بیٹھ گیا۔ جب پانی کا تیز ریلا آتا تو اکثر وہاں بیٹھے لوگوں کو بھگا جاتا۔

"سر فوٹوگراف پلیز......" ایک فوٹوگرافر اس کے پاس آیا۔

"نو تھینکس"—— تبریز ہاشمی نے مختصر سا جواب دیا۔ فوٹوگرافر لوٹ گیا۔ وہ پتھر پر بیٹھا موجوں کو تکتا رہا۔ آج اسے کمار کی یاد بہت آرہی تھی۔ کاش وہ میری زندگی میں آجاتی تو میں سرشار ہو جاتا......اس کا حسن......اس کی ادائیں......اس کا انداز ......اس کی شیریں آواز میں کتنی دلکشی ہے کہ کوئی بھی اس کی طرف کھنچا چلا جائے۔ مجھ پر بھی تو اس نے ایک ہی نظر میں جادو کر دیا تھا اور میں اس کا گرویدہ ہو گیا تھا لیکن غلطی میری تھی مجھے اظہار محبت کر دینا چاہئے تھا لیکن میں نے کب سوچا تھا کہ اتنی جلدی سب کچھ ہو جائے گا اور ہم لوگوں کے درمیان ایک گمنام سا رشتہ رہ جائے گا...... وہ سارے منظر......وہ سارے پل جو میں نے اس کے ساتھ گزارے تھے پس پردہ میں چھپ گئے ہیں۔ دور سے اس کی آواز آج بھی سماعت سے ٹکراتی ہے۔

میں ہی نیلا آسمان ہوں' ہوا اور یادیں بھی
میں ہی دریا ہوں اور گھنا جنگل بھی
میں ہی سائبان ہوں اور میں ہی تمہارے قدموں کے نشان بھی
تم میرے وجود میں اس طرح سمائے ہو
کہ میں ایک پل بھی تمہاری یادوں کے بغیر نہیں رہتی

سوچو مت......تم تو ایک مصور ہو......نہیں نہیں تخلیق کار......نہیں نہیں صحافی

کچھ بھی ہو میری ایک تصویر......مجھ پر ایک غزل......مجھ پر ایک رپورٹ تو پیش کر ہی سکتے ہو۔ کچھ بھی کرو لیکن خود سے جدا مت کرو۔ میں تم سے دور کبھی نہیں رہی ہوں۔ تم آواز دو تو ہمیشہ اپنے قریب پاؤ گے۔ بالکل رگ جاں کے قریب......

پانی کا ایک تیز ریلا آیا اور تبریز ہاشمی کو پوری طرح بھگا گیا۔ اس نے گھڑی دیکھی 8 بج گئے تھے وہ وہاں سے اٹھا اور گھر کی طرف چل پڑا۔

●●

شازیہ ایک دفتر سے تھکی ماندی نکلی۔ وہ پیشانی سے پسینہ پونچھتی ہوئی بس اسٹاپ پر آ گئی۔ پانی والے سے ایک گلاس پانی مانگا اور ایک ہی سانس میں پانی پی گئی۔ ابھی اس کی پیاس پوری طرح بجھی نہیں تھی وہ دوبارہ گلاس بھرنے کو کہتی ہے۔ پانی والے نے گلاس بھر دیا۔ وہ اس بار رک رک کر پانی پینے لگی۔ گلاس رکھ کر پرس سے دو روپیہ کا سکہ نکال کر پانی والے کی طرف بڑھایا اور بس کا انتظار کرنے لگی۔ ایک موٹر سائیکل اس کے قریب آ کر رکی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ موٹر سائیکل پہ طارق تھا۔

''آؤ بیٹھو۔''

شازیہ بیٹھ گئی۔ راستے بھر دونوں نے کوئی بات نہیں کی۔ کالندی کنج کے قریب طارق نے موٹر سائیکل روکی۔ بائیک کو اسٹینڈ میں لگایا۔ دو ٹکٹ لے کر دونوں پارک میں آ گئے اور ایک تنہائی کی جگہ پر بیٹھ گئے۔

''میں سمجھ سکتا ہوں تم کو یہ جاب بھی نہیں ملی جس کا انٹرویو تم نے آج دیا۔''

شازیہ اداس بیٹھی رہی۔ طارق نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اٹھایا۔

''اتنی جلدی ہمت ہار گئی۔ تم نے سنا نہیں ہمت مرداں مدد خدا۔ یار حوصلہ رکھو۔ ایک دن ضرور کامیاب ہوگی۔ گھوڑے سے شہسوار ہی گرتے ہیں۔ جس نے گھوڑے کی سواری نہیں کی وہ گرنے کا مزہ کیا جانے........چلو مسکرا دو۔''

شازیہ نے طارق کی طرف دیکھا۔

''میں سوچ رہی تھی کہ میری بھی نوکری ہو جاتی تو ابو سے شادی کی بات کرتی۔ کیونکہ مجھے نہیں لگتا میرے گھر والے آسانی سے شادی کے لئے تیار ہوں گے۔''

''یہ تو میں بھی سمجھ رہا ہوں۔ تمہیں نوکری کی جلدی اس لئے ہے کہ تمہارے گھر والے تیار نہیں ہوئے تب بھی ہم لوگ شادی کر کے آرام سے زندگی گزار سکیں گے۔''

''دیکھو شازیہ۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ میں سرکاری نوکری میں ہوں۔ چالیس

ہزار تنخواہ ہے۔ میں جانتا ہوں ایک اچھی فیملی چلانے کے لئے یہ ناکافی ہے لیکن اتنا کم بھی نہیں ہے کہ ہم لوگ ایک بہتر زندگی نہیں جی سکتے۔ پھر آج نہ کل تمہاری نوکری ہو ہی جائے گی پھر آرام سے زندگی گزرے گی۔ تمہارے اس طرح اُداس ہو جانے سے نہ تمہیں نوکری مل جائے گی اور نہ اس مسئلے کا حل نکل آئے گا۔ چلو پہلے کچھ کھاتے ہیں۔''

شازیہ مسکراتی ہوئی اٹھی۔ دونوں کاؤنٹر پر آ کر پیزا اور کولڈ ڈرنک لینے کے بعد وہیں ایک بینچ پر بیٹھ کر کھانے لگے۔

''طارق یہ بائیک تم نے کب خریدی۔''

''فائنانس کرایا ہے۔ قسط میں پیسے دوں گا۔''

''یہ اچھا کیا۔ دلّی میں بغیر بائیک کے جاب کرنا مشکل ہے۔''

اب شازیہ قدرے نارمل نظر آ رہی تھی۔ چہرے پر جو پریشانی کی لکیریں ابھر آئی تھیں غائب ہو چکی تھیں۔

''شازیہ میں خوش ہوں کہ تمہاری جیسی سمجھدار لڑکی میری ہمسفر ہے''—— طارق نے اس کی انگلیوں کو اپنی انگلیوں کی گرفت میں لیتے ہوئے کہا۔ شازیہ نے پلکیں جھپکائیں اور مسکرا کر طارق کی طرف دیکھا۔

''طارق میں نے تمہاری سانسوں میں سما کر جینا سیکھ لیا ہے''—— اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کے پھول کھل گئے۔

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا اور دونوں محبت کے جھولے پر بیٹھے پینگیں لے رہے تھے۔

●●

گلنار کچن میں سبزی بناتے ہوئے خیالوں کی دنیا میں چلی گئی۔ اس کا ذہن کہاں کہاں کی سیر کر آتا ہے۔ وہ گھڑی گھڑی اپنی زندگی کا احتساب کرنے لگتی ہے۔ اسے لگتا ہے وہ اکیلی زندگی جی رہی ہے۔ شادی شدہ ہو کر بھی وہ ایک بیوگی کی زندگی گزار رہی ہے۔ حالانکہ اُسے کسی چیز کی کمی نہیں۔ کھانے پینے کی بہتات ہے۔ اچھا مکان ہے۔ آرام و آرائش کی تمام چیزیں میسر ہیں۔ ہر مہینے آفاق اس کے اکاؤنٹ میں الگ سے روپیہ ڈال دیتا ہے۔ جسے وہ خرچ بھی نہیں کرپاتی لیکن کیا زندگی صرف ان ہی چیزوں کا نام ہے۔ اس کے پاس سب کچھ ہے لیکن اس کا شوہر اس کے ساتھ نہیں ہے۔

گلنار بہت دیر تک خیالوں میں کھوئی رہتی ہے جب تک چولہے پر چڑھی سبزی جلنے لگتی ہے لیکن پتہ بھی نہیں چلتا سبزی جلنے کی بو جب اس کی ساس کی ناک تک پہنچتی ہے تو وہ کچن میں داخل ہوتی ہیں۔ انہیں لگا تھا کہ کچن میں کوئی نہیں ہے لیکن گلنار کو وہاں گہری خیالوں میں گم دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئیں کہ اسے جلنے کی بو کا بھی اندازہ نہیں ہو رہا ہے وہ پہلے گیس چولہے کو بند کرتی ہیں پھر گلنار کو جھنجھوڑتی ہیں۔

"آں......." گلنار چونکتی ہے اور جب اس کے ناک میں جلنے کی بو جاتی ہے تو کڑھائی کا ڈھکن کھول کر دیکھتی ہے۔ سبزی جلنے لگی تھی۔"

"سوری امی مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔"

"ٹھیک ہے تم اپنے کمرہ میں جاؤ۔ میں اسے ٹھیک کرتی ہوں۔ گلنار اپنے کمرہ میں آگئی۔ اُسے ایک طرف شرمندگی تھی کہ وہ اس طرح خیالوں میں ڈوب گئی کہ اسے سبزی کے جلنے کا پتہ بھی نہیں چلا تو دوسری طرف اسے لگا کہ اس کی زندگی کیا اسی طرح گزر جائے گی۔ چار سال کی مدت کافی طویل ہوتی ہے اور ابھی ایک سال ہی گزرا ہے۔ اگر وہ اسی طرح خیالوں میں ڈوبی رہی تو نہ جانے کیا کیا نقصانات ہوں گے۔ ہوسکتا ہے کبھی اس کی جان پر بھی بن آئے۔ وہ پریشانی کے عالم میں کمرہ میں ٹہلنے لگی۔ یہ سسرال ہے۔ یہاں ہر قدم سوچ

سمجھ کر اُٹھانا پڑتا ہے۔ ہر کام دل لگا کر کرنا پڑتا ہے۔ اپنا گھر ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ وہاں کام کرنے والی تین تین بہنیں تھیں۔ اسے کوئی کام کرنے ہی نہیں دیتی تھیں۔ وہ کافی دیر تک سوچتی رہی پھر فون کا ریسیور اُٹھا کر گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف شاذیہ نے ریسیور اٹھایا۔

"ہاں آپی کہئے۔"

"تم کیا کررہی ہو۔"

"بالکل فری ہوں۔"

"اور شامہ۔"

"وہ بھی فری ہے۔"

"تم دونوں ابھی میرے گھر آجاؤ۔"

"کوئی خاص بات ہے۔"

"نہیں دل گھبرا رہا تھا تو سوچا تم لوگوں کو بلا لوں تاکہ کچھ وقت کٹ جائے۔"

"ٹھیک ہے آپی ہم لوگ ابھی آتے ہیں۔" شاذیہ ریسیور رکھ کر شامہ کے کمرہ میں آگئی۔ وہ شائقہ کے ساتھ بیٹھی کیرم کھیل رہی تھی۔ دونوں شاذیہ کو دیکھتی ہیں۔

"شامہ........گلنار آپی نے ہم لوگوں کو بلایا ہے۔"

"کوئی خاص بات؟"

"نہیں بس یونہی بلایا ہے۔"

"میں بھی چلوں گی آپی۔"——شائقہ بولی۔

"نہیں شائقہ تم گھر پر رہو۔ ابو آئیں گے اور تینوں میں سے کسی کو نہیں پائیں گے تو گھبرا جائیں گے۔ ہم لوگ ایک گھنٹے میں آجائیں گے۔ ابو پوچھیں تو بتا دینا ہم لوگ آپی سے ملنے گئے ہیں۔"——شاذیہ دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کے پیچھے شامہ بھی کمرہ سے نکل گئی۔

●●

گلنار اپنے ہی گھر میں دربدر تھی۔ بے سکون رات دن اس کا مقدر بن چکا تھا۔ اس کے دل کو سکون میسر کہاں تھا —— یہ کسے پتہ کہ جدائی میں وقت بھی روتا ہے۔ اس کے بھی آنسو بہتے ہیں لیکن ان آنسوؤں کو نہ کوئی دیکھ سکتا ہے نہ محسوس کر سکتا ہے۔

شازیہ اور شامہ جب گلنار کے کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ اُداس اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔

"کیا بات ہے آپی آپ اُداس بیٹھی ہیں" شازیہ اس پلنگ پر بیٹھ گئی جبکہ شامہ سنگاردان کا سٹول کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"اب اُداسی تو میرا مقدر بن گئی ہے۔ اس کا ذکر کیا کرنا۔"

"آپی کیا آپ یہاں خوش نہیں ہیں" —— شازیہ نے گلنار کے چہرے کو دیکھا۔

"اگر اچھا کھانا' اچھا پہننا اور آرام و آرائش کے ساتھ رہنا ہی خوشی ہے تو میں خوش ہوں" —— گلنار کی آواز میں لرزش تھی۔

"آپی میں سمجھ گئی۔ نوشے بھائی کو اتنا لمبا Agreement نہیں کرنا چاہئے تھا۔ ابھی آپ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ کم از کم سال میں ایک مہینے کے لئے آتے تو اس طرح کی بات آپ نہیں کرتیں۔"

"شازیہ میں تنہائی سے اکتا گئی ہوں۔ ہر پل' ہر لمحہ میں خود کو تنہا محسوس کرتی ہوں جیسے مجھے تنہائی کے بیچ سمندر میں چھوڑ دیا گیا ہو اور وہاں سے ساحل تک آنے کا کوئی راستہ نہ ہو" ——

"آپی آپ ایسی باتیں کیوں کرتی ہیں۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ جو بھی ہوگا حالات سے مقابلہ کریں گے۔ ایسا کرتے ہیں ابو سے بات کر کے آپ کو اپنے گھر بلا لیتے ہیں۔ وہاں ہم لوگوں کے ساتھ رہیں گی تو آپ کا دل بہلے گا اور تنہائی کا احساس بھی کم ہو جائے گا" —— شازیہ کا لہجہ ہمدردانہ تھا۔

آپی آپ یہ ہرگز مت سمجھئے کہ آپ کی شادی ہوگئی ہے تو ہم لوگوں سے یہ گھر سے کوئی

رشتہ نہیں رہا۔ وہ گھر بھی آپ ہی کا ہے۔ جتنا دن چاہیں رہیں۔ آپ کی اُداسی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ ابو سے کہہ کر ایک دو دن ہی میں آپ کو بلا لیں گے" —— شامہ فکرمند تھی۔

"تم لوگوں کے آجانے سے تھوڑا سا سکون ملا ہے ورنہ میرا اس گھر میں اب دم گھٹنے لگا ہے۔ چلو مل کر کھانا بناتے ہیں" —— گلنار اُٹھی۔ اس کے پیچھے شازیہ اور شامہ بھی اس کے ساتھ کچن میں آگئیں۔

●●

شاذیہ اور شامہ کے جانے کے بعد گلنار اپنے کمرہ میں آ گئی۔ وہ اپنے بستر پر نیم دراز ایک ناول پڑھنے میں محو ہو گئی۔ کافی دیر تک دلچسپی سے پڑھنے کے بعد جب اس کا دل اوب گیا تو ناول بستر پر رکھ کر چھت کی طرف گھورتی ہے۔ اس کے چہرے پر پہلی سی شادابی نہیں ہے۔ اس کا چہرہ ایسا لگتا ہے جیسے سخت دھوپ سے کوئی پھول کمہلا جائے۔ وہ بے دلی سے اٹھی اور کمرہ میں ٹہلنے لگی۔ رات کا دوسرا پہر شروع ہو چکا ہے مگر اسے نیند نہیں آ رہی ہے۔ رات اُسے سانپ کی طرح ڈستی ہے۔ سامنے مینٹل پیس میں آفاق کی تصویر مسکرا رہی ہے مگر فوراً ہی اُدھر سے نظر ہٹا کر دوسری طرف کر لیتی ہے۔ وہ کمرہ کا چکر لگانے لگتی ہے پھر اس کی نظر آفاق کی تصویر پر پڑ جاتی ہے۔ وہ مینٹل پیس کو اُلٹ کر کے رکھ دیتی ہے اور وہ آگے بڑھ کر کھڑکی کھولتی ہے۔ ٹمٹماتے ہوئے اور بجھتے ہوئے ستارے اُسے عجیب سے لگے۔

جدائی کتنا بڑا سانحہ ہوتا ہے۔

یہ سانحہ تو بہت جان لیوا ہوتا ہے۔

فضائیں ایک پل کے لیے بہت ہی بوجھل ہو جاتی ہیں۔ کسی کی جدائی میں وقت بھی روتا ہے۔ نظر اُداس‘ بے سائبان سی ہو جاتی ہے۔ جدائی ایک امتحان ہی تو ہے۔ جو پل پل رلاتی ہے۔

آفاق آپ کو کیا پتہ ——

میرے سارے راستے گونگے ہو گئے ہیں۔

منزل گمنام ہو گئی ہے۔

فضا میں خشک پتوں کی صدائیں گونج رہی ہیں۔

میں نے بار ہا آپ کو پکارا ہے‘ آیئے میرے پاس...... میں آپ کو اندیکھا سکھ دوں گی...... لیکن آپ میرے پاس کہاں ہیں...... سات سمندر پار جا کر بیٹھ گئے ہیں۔ میرے پاس آپ نہیں ہیں جوان بانہوں میں آ چھپیں اور بتائیں کہ آپ ہی میری

زندگی ہیں‘ آپ ہی میرے پیار کی ابتدا اور انتہا بھی ہیں کہ آپ سے ہی شروع ہوتی ہے میری زندگی کی ہر کتاب...... لیکن جب میں اپنی زندگی کی کتاب کا ورق پلٹتی ہوں تو ہر صفحہ سادہ نظر آتا ہے۔ وہاں کوئی الفاظ‘ کوئی تحریر نہیں‘ سب مٹ چکے ہیں‘ معدوم ہو چکے ہیں...... آفاق آپ کو کیا بتاؤں جو غم آپ نے دیا ہے وہ اتنی جلد ختم ہونے والا نہیں ہے۔ گلنار سسکیاں لینے لگی۔ اس کی سسکیوں اور ہچکیوں کی بازگشت پورے کمرہ میں پھیلنے لگی۔ بھیگی بھیگی آنکھیں اور تھکا تھکا ذہن لئے وہ کافی دیر تک لیٹی رہی۔ اس کی آنکھیں جو ہر لحظہ چمکتی رہتی تھیں ان میں اضطرابی کیفیت اس وقت بھر گئی‘ گلنار خوابوں کی طرح جاگتی رہی اور وقت دبے پاؤں گزرتا رہا۔

●●

شاذیہ اور شامہ کو لوٹنے میں رات ہوگئی۔ گلنار کی حالت دیکھ کر اور اس کی باتیں سن کر دونوں فکر مند نظر آ رہی تھیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی ان کی نظر عبدالرحمن پر پڑی۔ دونوں خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''گلنار کے گھر گئی تھیں۔ کیسی ہے میری بیٹی؟'' —— عبدالرحمن نے دونوں کے اُداس چہرے کو پڑھنے کی کوشش کی۔

''ابو آپی کو یہاں بلا لیجئے۔'' —— شاذیہ نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

''کیا بات ہے' کیا وہ اپنی سسرال میں خوش نہیں ہے۔ کیا سسرال والے اُسے تکلیف دے رہے ہیں۔'' —— عبدالرحمن گھبرا گئے۔

''نہیں ابو وہاں آپی کو کوئی تکلیف نہیں ہے مگر اکیلے پن سے وہ گھبرا گئی ہیں۔ ڈپریشن کی شکار ہوگئی ہیں۔ اگر کچھ دن اور وہاں رہیں تو ہم اپنی آپی کو کھو دیں گے۔'' —— شامہ کی آواز کانپ رہی تھی۔

''بیٹی تم لوگ کیسی باتیں کر رہی ہو، اتنا اچھا گھر ہے' اتنے اچھے لوگ ہیں۔ دولت کی فراوانی ہے اور کیا چاہئے ایک لڑکی کو۔'' —— عبدالرحمن کو تعجب ہو رہا تھا۔

''ابو شاید آپ یہ باتیں زیادہ اچھے ڈھنگ سے آپ کو سمجھا سکتی تھیں۔ ایک لڑکی کو صرف یہ سب نہیں چاہئے۔ اُسے شوہر کا پیار اور شوہر کی موجودگی بھی چاہئے لیکن نوشے بھائی نے اتنا لمبا Agreement کر لیا ہے کہ ان کے آتے آتے آپی اس دنیا سے ہی چلی جائیں گی۔'' —— شاذیہ نے تفصیل بتائی۔

''اب سمجھ گیا۔ لیکن بیٹے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ ہم نے تو اچھا گھر' اچھا خاندان' اچھی نوکری دیکھ کر شادی کی تھی یہ تو آفاق کو سوچنا تھا کہ اتنا لمبا Agreement نہ کرے۔ اس کی ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔'' —— عبدالرحمن کو بھی تشویش تھی۔

''خیر آگے کیا ہوگا یہ تو میں نہیں جانتی لیکن آپ آپی کو کچھ دنوں کے لئے یہاں بلا

لیجئے تاکہ وہ تنہائی کے دلدل سے نکل سکیں۔ ہم لوگوں کے ساتھ رہیں گی تو ان کا دل بہلے گا۔'' —— شامہ نے عبدالرحمن کو سمجھایا۔

''یہ اچھی بات کہی۔ میں یعقوب کو ابھی فون کرتا ہوں۔'' عبدالرحمن اُٹھ کر فون کے قریب جاتے ہیں اور نمبر ڈائل کرتے ہیں۔

یعقوب مل جاتے ہیں۔

''ہاں رحمن بھائی کہیں۔''

''یعقوب........گلنار شادی کے بعد ابھی تک سسرال میں ہے۔ پھر آفاق بھی اس کے ساتھ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ مہینوں کے لئے اُسے اپنے پاس بلا لوں۔ تم آج ہی جا کر آفاق کی والدہ سے بات کر کے گلنار کو رخصت کر دیں۔''

''ٹھیک ہے میں شام کو چلا جاؤں گا اور بات کر کے فون کر دوں گا۔ گھر میں سب لوگ ٹھیک ہیں نا۔''

''ہاں خدا کا شکر ہے۔''

چلئے پھر شام کو بات ہوگی۔''

عبدالرحمن ریسیور رکھتے ہیں۔

آج شام میں یعقوب آفاق کے گھر جائے گا۔ ایک دو دن میں ہم گلنار کو لے آئیں گے۔''

''جی ابو۔ یہی بہتر ہوگا۔'' شاذیہ نے اُٹھتے ہوئے کہا اور اپنے کمرہ کی طرف بڑھ گئی۔

''ابو چائے پئیں گے۔ بناؤں'' شامہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں بیٹی۔ گلنار کے بارے میں جان کر مجھے بے حد دکھ ہوا ہے۔ میری بیٹی خوش نہیں ہے پھر میں کیسے خوش رہ سکتا ہوں۔'' ——

شامہ کچن کی طرف بڑھ گئی۔ شائقہ جو کچن کے دروازے پر کھڑی ساری باتیں

سن رہی تھی۔ وہ بھی شامہ کے پیچھے اندر آ گئی۔

"آپی آپ بیٹھئے میں چائے بناتی ہوں۔"

شامہ دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ شائقہ چائے بنانے لگی۔ شامہ کا ذہن گلنار کو اپنے احاطے میں لے رہا تھا۔

●●

گلنار نے جب ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تو سامنے ہی عبدالرحمن بیٹھے مل گئے۔ اس نے سلام کیا۔ جواب دیتے ہوئے عبدالرحمٰن نے گلنار کے چہرے کو دیکھا۔ اب پہلے سی شادابی نہیں تھی۔ آنکھوں سے چمک بھی غائب ہو گئی تھی۔ کچھ دبلی سی نظر آئی۔

"آؤ بیٹی بیٹھو۔" —— گلنار نے بریف کیس وہیں رکھ دیا۔

"کس کے ساتھ آئی ہو۔"

"یعقوب انکل کے ساتھ۔"

"وہ کہاں رہ گیا۔"

"اپنی گاڑی سے یہاں چھوڑ کر چلے گئے۔ کچھ ضروری کام تھا۔ شام کو آنے کو کہہ گئے ہیں۔"

گلنار کی آواز سن کر شاذیہ، شامہ اور شائقہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔

"چلئے آپی اپنے کمرہ میں۔ آپ سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔" —— شائقہ نے ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا۔ شامہ نے بریف کیس سنبھال لیا۔ گلنار اپنے کمرہ میں آ گئی۔ شائقہ نے بستر پر بٹھا دیا۔

"آپی کافی دبلی ہو گئی ہیں۔"

گلنار خاموش رہی، شامہ نے بریف کیس لا کر کمرہ میں رکھ دیا اور وہیں بیٹھ گئی۔

"آپی آتے وقت آپ کی ساس نے تو کچھ نہیں کہا۔"

"وہ کیا کہتیں۔ ہاں اتنا ضرور کہا کہ تمہارے رہنے سے گھر میں رونق تھی۔"

"لیکن مجھے اُمید نہیں تھی کہ اتنی جلد رخصت کرنے کو تیار ہو جائیں گی۔" —— شامہ نے جھٹ سے کہا۔

"یعقوب انکل نے مجبور کر دیا ورنہ وہ تو ٹال رہی تھیں کہ اگلے مہینے رخصت کریں گے۔"

"آپی اچھا ہوا آپ آ گئیں۔ اب ہم لوگوں کا بھی دل لگ گا۔"

شاذیہ جب تک چائے اور ناشتہ لے کر کمرہ میں آ گئی۔

"آپی پہلے کچھ کھا لیجئے باتیں بعد میں کریں گے۔"—— شاذیہ نے ٹرے میز پر رکھ دیا۔ چاروں بہنیں مل کر کھانے لگیں۔ اسی درمیان فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عبدالرحمن نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف آفاق تھا۔

"گلنار آفاق کا فون ہے۔ ریسیور اٹھا لو۔"

گلنار نے کمرہ میں رکھا ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو"

"کیسی ہیں آپ۔"

"ٹھیک ہوں۔" سرد لہجے میں کہا۔

"آپ نے بتایا نہیں کہ آپ مائیکے آ گئی ہیں۔ وہ تو آج میں نے گھر فون کیا تو امی نے بتایا کہ آپ مائیکے میں ہیں۔ چلئے اچھا ہی کیا۔ وہاں آپ کی تین بہنیں ہیں۔ آپ کا دل لگے گا۔ کیا کروں میں تو مجبور ہوں ورنہ آپ کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس رہی ہیں اور بانہیں مچل رہی ہیں۔"

"جی"—— گلنار نے بے دلی سے کہا۔

"گلنار آپ نہیں جانتیں میں آپ کو کتنا چاہتا ہوں۔ کس قدر محبت کرتا ہوں۔ کوئی ایسا پل نہیں ہوتا جو آپ کی یاد میں نہ گزرتا ہو۔ کیا آپ کو بھی میری یاد آتی ہے؟"——

"نہیں۔"——

"آپ اچھا مذاق کر لیتی ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ وہاں میری یادوں کے سہارے ہی وقت گزار رہی ہیں۔ انشاءاللہ چار سال کے بعد جب لوٹوں گا تو محبت کی اتنی بارش کر دوں گا کہ آپ پورے چار سال تک شرابور رہیں گی۔ پورے چار سال کا قرض چکا

دوں گا۔ کبھی آپ کو خود سے الگ نہیں کروں گا۔ ہر پل آپ کے ساتھ رہوں گا صرف میں رہوں گا...... آپ...... اور تنہائی۔"——

"کون جانے کل میں ہی نہ رہوں۔"—— گلنار نے سرد آہ بھری۔

"گلنار یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ خدا میری عمر بھی آپ کو دے دے۔ آپ اپنی زندگی سے اتنی مایوس کیوں ہیں۔"—— آفاق کو گلنار کے اس انداز گفتگو پر حیرت ہوئی۔

"اچھا رکھتی ہوں۔ بہت تھک گئی ہوں بعد میں بات کروں گی...... خدا حافظ۔"—— گلنار نے ریسیور رکھ دیا۔

شاذیہ، شامہ اور شائقہ ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہی تھیں، انہیں قطعی امید نہیں تھی کہ گلنار اس طرح کی بھی گفتگو کر سکتی ہے وہ بھی اپنے شوہر سے لیکن تینوں میں سے کسی نے کچھ نہیں کہا۔

●●

ریسیور رکھنے کے بعد آفاق سوچنے لگا کہ کُمنار کا لہجہ اتنا بجھا بجھا کیوں تھا۔ وہ کبھی اس طرح مایوسی کی بات نہیں کرتی تھی۔ لگتا ہے ہم سے خوش نہیں ہے۔ لیکن میں نے جو بھی کیا ہے اس کی خوشی کے لئے کیا ہے۔ میں اُسے دنیا جہان کی خوشی دینا چاہتا ہوں۔ اس کے قدموں میں دولت کا انبار لگا دینا چاہتا ہوں۔ اس کے منہ سے نکلتے ہی اس کی ہر فرمائش پوری کر دینا چاہتا ہوں۔ اگر میں نے چار سال کا Agreement کیا تو اس میں اس کی خوشی بھی شامل ہے۔ آخر میں نے بھی تو اپنے جذبات پر قابو رکھا۔ کُمنار کو میرا ساتھ دینا چاہئے۔ چار سال کوئی طویل مدت نہیں ہوتی پلک جھپکتے ہی گزر جائے گا یہ چار سال۔ پھر وہ سوچتا ہے کاش میری کمپنی میں فیملی ویزہ کی سہولت ہوتی تو میں کُمنار کو یہاں بلا لیتا پھر شاید وہ اس طرح مایوسی کی بات نہیں کرتی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں بہت تیز دوڑنے کے چکر میں اپنی بیوی کی نظروں میں گرتا جا رہا ہوں۔ وہ مجھ سے دور ہوتی جا رہی ہے —— نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ آج موڈ خراب ہوگا اس لئے اس طرح کی مایوسی کی بات کر رہی تھی۔ جب موڈ ٹھیک ہو جائے گا تو پھر اُسی طرح محبت بھری باتیں کرے گی۔ الفاظ سے محبت کے پھول برسیں گے' چلو فکر کی کوئی بات نہیں —— آفاق اپنے کمرہ سے نکل کر ساحل کے فلیٹ میں آ گیا۔ ساحل اس کا دوست تھا جو لہ آباد میں رہتا تھا۔ ساحل نے جب دروازہ کھولا تو آفاق کے اُداس چہرے کو دیکھ کر بولا۔

''کیا بات ہے آفاق؟........چہرہ اتنا مرجھایا ہوا کیوں ہے؟''

''ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے........بس تھکاوٹ ہے۔''

''اگر تم کہو تو اس تھکاوٹ کو دور کرنے کا اچھا سا انتظام کر دوں۔''

''وہ کیا؟''

''کئی ملکوں کی خوبصورت لڑکیاں ہوٹل پاراڈائز میں وزٹنگ ویزہ پر آئی ہوئی ہیں۔ کیوں نہ آج کی رات رنگین بنائی جائے۔''

''تمہیں شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے........میں شادی شدہ ہوں ....میری ایک خوبصورت بیوی ہے۔''

''لیکن یہاں نہیں ہے........ایسی حسین لڑکی سے ملاؤں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے ہو۔ میں نے کل ہی سب کو دیکھا ہے........چلو ایک نظر دیکھ تو لیں۔ پھر جو دل میں آئے کرنا۔''

ساحل نے اس کا بازو پکڑا اور لفٹ کی طرف بڑھا۔ آفاق بے دلی سے ہی مگر اس کے ساتھ ہولیا۔

●●

گلنار شائقہ کے ہمراہ جب ریسٹورنٹ میں داخل ہوئی اس کا چہرہ پہلے جیسا پژمردہ نہیں تھا۔ بلکہ ہلکی سی مسکراہٹ لوٹ آئی تھی۔ دونوں ایک خالی ٹیبل دیکھ کر بیٹھ گئیں۔ شائقہ مینو دیکھنے لگی۔ پھر بیرے کو بلا کر آرڈر دے دیا۔ سامنے ہی ٹی۔ وی پر پروگرام آ رہا تھا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے شخص نے جب چینل بدلا تو تبریز ہاشمی ممبئی سے اپنی رپورٹنگ کے ساتھ اسکرین پر موجود تھا۔ شائقہ کی نظر جب ٹی۔ وی پر گئی تو اس نے گلنار کو اشارہ کیا۔ گلنار کی نظر ٹی۔ وی اسکرین کی طرف اٹھ گئی۔ تبریز کا پروگرام دلچسپی سے دیکھنے لگی۔

ہمارے آج کے پروگرام کا موضوع ہے دہشت گردی۔ ذرا غور کیجئے——

مقام جے پور تاریخ 13 مئی 2008ء۔ رئیٹ میں نو دھماکے' ہلاکتیں 63' زخمی 200 سے زائد—— مقام بنارس' فیض آباد اور لکھنؤ تاریخ 23 نومبر 2007 سیریل دھماکے ہلاکتیں 14' زخمی 2 درجن سے زائد—— مقام حیدرآباد تاریخ 26 اگست 2007 لمبنی پارک اور گوکل چاٹ بھنڈار میں دھماکے' ہلاکتیں 42، زخمی 50 سے زائد—— حیدرآباد تاریخ 18 مئی 2007 مکہ مسجد میں دھماکے 14 ہلاک، 50 سے زائد زخمی —— مالیگاؤں' تاریخ 8 ستمبر 2006 تین دھماکے ہلاکتیں 40، زخمی 30 سے زائد—— مقام ممبئی' تاریخ 11 جولائی 2006 چھ ٹرینوں میں سلسلہ وار بم دھماکے' ہلاکتیں 2009' زخمی 700 سے بھی زائد—— مقام ممبئی' تاریخ 26 نومبر 2008 تاج ہوٹل' چھترپتی شیواجی ٹرمنل' کاما ہسپتال' ناریمن پوائنٹ پر دہشت گردوں کے حملے، ہلاکتیں 170 زخمی سینکڑوں۔

فہرست تو کافی طویل ہو سکتی ہے اگر ہم گزشتہ ایک دہائی میں ہی ملک میں رونما ہوئے تمام دہشت گردانہ واقعات کو شامل کریں۔ تاہم اس لمبی فہرست کی ضرورت نہیں کیونکہ ان چند واقعات سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ملک کو دہشت گردوں نے ہر جگہ لہولہان کیا ہے۔ ملک کا شاید ہی کوئی حصہ ان کی ناپاک کارروائیوں سے محفوظ ہے۔ کئی ایک مقامات تو

ایسے ہیں جہاں دہشت گردوں نے بار بار حملے کئے ہیں۔ مثلاً ممبئی' حیدرآباد' قومی راجدھانی دلی۔

اگر اعداد و شمار کی روشنی میں بات کریں تو ساؤتھ ایشیا ٹیررسٹ پورٹل کے مطابق 1994 سے 3 مارچ 2013 تک ہندوستان میں دہشت گردانہ حملوں میں 62260 ہلاکتیں دیکھی ہیں جن میں 29224 دہشت گرد 23829 عام شہری اور 9207 سیکورٹی' پولس اہلکار شامل ہیں۔ رواں سال کے دو ماہ میں ہی 130 سے زائد لوگ اس ناسور کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ مذکورہ پورٹل کے مطابق 2006 میں ہندوستان میں 2770' 2007 میں 2615' 2008 میں 2619' 2009 میں 2232' 2010 میں 1902' 2011 میں 1073' 2012 میں 804 لوگ دہشت گردانہ حملوں میں مارے گئے یعنی 2006 سے 3 مارچ 2013 تک کے دوران ملک کو 13000 سے زائد جانیں گنوانی پڑیں۔ مارے گئے دہشت گردوں میں کچھ غیر ملکی بھی رہے ہیں مگر اکثر ہلاکتیں تو ہندوستانیوں کی ہی ہوئی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر دہشت گرد اتنی آسانی سے ہمارے ملک کو پے در پے نشانہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں؟ اس کی کئی وجوہات ہیں تو ان وجوہات پر ہم اپنے Expert سے بات کریں گے مگر ایک بریک کے بعد........

رپورٹنگ ختم ہونے کے بعد گلنار نے شائقہ کی طرف دیکھا۔

"ایک دن میں اور شامہ آپی تبریز بھائی جان کے گھر گئی تھیں۔"——

"کب؟"—— گلنار نے حیرت سے پوچھا۔

"کئی مہینے ہو گئے۔ غالباً ایک ہفتے بعد ہی وہ ممبئی چلے گئے"——

"آنٹی سے بھی ملاقات ہوئی ہوگی۔"

"ہاں ہم لوگوں نے خوب باتیں کیں مگر تبریز بھائی جان میں ایک تبدیلی محسوس کی۔"

"کیسی تبدیلی۔"

"وہ کچھ بجھے بجھے سے لگے۔ پہلی سی رونق ان کے چہرے پر نہیں دیکھی۔"

"شائقہ آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"

"آپی مجھے لگتا ہے انہیں کسی سے محبت ہو گئی تھی جو ان کو نہیں ہو سکی۔"——
شائقہ جان بوجھ کر اس طرح کی بات چھیڑی۔

"وہ کون ہو سکتی ہے۔" گلنار بھی انجان بن گئی۔

"میری تو ہمت نہیں کہ میں ان سے پوچھ سکتی۔ آپ ان کی دوست ہیں۔ کم از کم ایک دوست کے ناطے اُن سے پوچھ سکتی ہیں۔"

"لیکن اب وہ دلی میں کہاں ہیں۔ وہ تو ممبئی میں ہیں۔ اور نہ میرے پاس پتہ ہے نہ فون نمبر۔"

"میں آپ کو پتہ بھی دے سکتی ہوں اور فون نمبر بھی۔"——

"تمہارے پاس کہاں سے آیا۔"

"آپی میں رشتہ دل سے نبھاتی ہوں۔ جب انہیں بھائی مانا ہے تو پتہ، فون نمبر اور ان کی خیریت دریافت کرتی رہتی ہوں۔"—— شائقہ کا انداز طنزیہ تھا۔

"مجھے فون نمبر دو۔ میں بات کروں گی۔"

"فون سے زیادہ بہتر خط ہوگا۔ آپ انہیں تفصیل سے خط لکھیں۔"—— شائقہ چاہتی تھی کہ دونوں ایک دوسرے سے مراسم رکھیں۔

"ہاں یہ زیادہ مناسب رہے گا۔
میں آج ہی خط لکھتی ہوں۔ گھر چل کر پتہ بتا دینا۔ میں کل ہی پوسٹ کر دوں گی۔"

بیرا کھانے کا سامان لے کر آ گیا اور میز پر سجا دیا۔ دونوں کھانے میں منہمک ہو گئیں۔

●●

گلنار اپنے کمرہ میں بیٹھی تبریز کو خط لکھ رہی ہے۔

ڈیئر تبریز ہاشمی!

دلی میں آپ سے چند ملاقاتوں نے ہی مجھے آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ ان چند ملاقاتوں نے میری زندگی کو ایک نیا رُخ دیا تھا۔ لیکن اچانک میری شادی ہو گئی اور میری دنیا بدل گئی۔ آپ ہمیشہ میرے آئیڈیل رہے ہیں اور میں آپ ہی کی طرح بننا چاہتی تھی لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ میں اتنی جلد شادی کے بندھن میں بندھ گئی کہ مجھے کچھ سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ کیا اچھا ہے کیا بُرا ہے۔ میں شادی سے انکار بھی کر سکتی تھی لیکن میرے والد پر چار بیٹیوں کا بوجھ تھا اس لئے میں کچھ نہ کہہ سکی۔ شاید آپ کے دل میں میرے لئے کوئی ایسا جذبہ ضرور تھا جس کا اظہار آپ نہ کر سکے اور آج بھی وہ خلش آپ کو تڑپا رہی ہے۔ اگر آپ اشارہ کر دیتے تو میں آپ کے قدموں میں اپنی جان نچھاور کر دیتی۔ غالباً آپ کو بھی یقین نہیں تھا کہ میری شادی اتنی جلد ہو جائے گی۔ میرے دل میں آپ کے لئے ہمیشہ ہمدردی رہی ہے اور رہے گی اور اسی ہمدردی کے ناطے یہ خط لکھ رہی ہوں کہ ہم لوگ ایک دوست بن کر ایک دوسرے کا دکھ سکھ بانٹ سکتے ہیں۔ میں اپنے بارے میں کچھ بھی بتا کر آپ کو مزید دکھی نہیں کرنا چاہتی لیکن میرے گھر میں آپ کی چھوڑی ہوئی ایک جاسوس ہے جو میرے گھر کی ایک ایک رپورٹ آپ تک پہنچاتی ہے۔ شائقہ آپ کو دل سے بھائی مانتی ہے اور آپ کے لئے بے حد فکرمند رہتی ہے۔ اُسی نے مجھے پتہ دیا ہے۔ باتیں تو بہت ہیں مگر فی الحال اتنا ہی۔ باقی باتیں دوسرے خط میں یا ملاقات ہونے پر۔

آپ کی اچھی دوست

گلنار

تبریز خط پڑھکر دھیرے سے مسکرایا۔ اپنا موبائل آن کیا اور گلنار کے لئے SMS کیا۔ جس میں لکھا۔

''تمہارا خط ملا۔ شکریہ۔ تمہارا دوست 'تبریز'۔''

گلنار نے اپنے موبائل پر جب SMS پڑھا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

●●

شازیہ بہت دیر سے اپنے کمرہ میں بیٹھی ڈائری میں ایک نظم لکھنے میں محو ہے۔ اسی لمحہ اس کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے موبائل پر طارق کا نام پڑھا اور کان سے لگایا۔

''السلام علیکم۔ کیا کر رہے ہیں؟''

''ابھی دفتر سے لوٹا ہوں۔ سوچا کہ تمہیں فون کر کے ڈسٹرب کروں۔ کیا کر رہی ہو؟''

''ایک نظم لکھ رہی تھی۔''

''سناؤ۔''

''سنو۔

جذبۂ عشق تو پوجا ہے میں اس کا مندر
اپنی پوجا سے مجھے اتنا منور کر دو
میرے ہر انگ تم اپنی عبادت بھر دو
اپنے ہونٹوں میں چھپے ایک دیے کی لو سے
میرے ہونٹوں کے گلابوں کو جلا کے رکھ دو
آرتی جسم کی تم ایسے اتارو میری
میرے اندر کا ہر اسرار جگا کے رکھ دو
دور سے بس میں نہاروں تم کو!

اپنی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے ہو کب سے
آہٹیں ان کی میرے دل کو سنائی دی ہیں
آہٹیں آنکھوں کی' پاؤں سے بڑی ہوتی ہیں
ان میں کچھ قیمتی جذبوں کے بیاں ہوتے ہیں
کہہ نہیں سکتے جسے سات یگوں میں ہم تم
صرف آنکھیں وہی اک پل سنائی دیتی ہیں

دور سے بس میں نہ رہوں تم کو

دور سے بس میں نہ رہوں تم کو

"واہ! بڑی پیاری نظم ہے۔ کس رسالے کو بھیج رہی ہو؟"

"آج کل" میں بھیج دوں گی۔ ابھی کمپوز کر کے E-mail کر دوں گی۔"

"شازیہ مجھے لگتا ہے تم شاعری کو پروفیشن بنا لو تو اس میں کیا برائی ہے۔ تم اچھی شاعری بھی کرتی ہو...... خوب چھپتی بھی ہو۔ اگر مشاعروں میں جانے لگی تو اچھی آمدنی ہونے لگے گی۔"

"تمہارا آئیڈیا اچھا ہے لیکن میں یہ سب شادی کے بعد کرنا چاہتی ہوں۔"

"تاکہ تمہیں شادی شدہ کا سرٹیفکیٹ مل جائے۔"

"میں جیسی جیسی باتیں شاعرات کے بارے میں سنتی ہوں ڈر لگتا ہے۔ تم ساتھ رہو گے تو ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے تم جو بہتر سمجھو۔ اچھا رکھتا ہوں۔"

طارق موبائل آف کر کے کچن میں داخل ہو گیا۔ اسی لمحہ پھر سے اس کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے نام دیکھا۔ شازیہ کا فون تھا۔

"ہاں کہو اب کیا سنا رہی ہو؟"

"میں پوچھ رہی تھی کہ کھانا کیا بنا رہے ہو؟"

"دال روٹی"

"دال روٹی؟" ——— شازیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ بھی بنا رہا ہوں تو غنیمت ہے۔"

"تو آ جاؤں کھانا بنانے کے لئے؟" ——— شازیہ نے مذاق کیا۔

تم آ گئی تو پیچھے پیچھے تمہارے ابو ڈنڈا لے کر آئیں گے کہ شادی سے پہلے ہی میری بیٹی سے کام کروا رہا ہوں...... اس لئے محترمہ پوچھنے کے لئے شکریہ...... آپ اپنے گھر میں مرغ اور بکرے کا گوشت بنا کر کھائیے اور مجھے دال روٹی پر ہی اکتفا کرنے دیجئے۔"

شازیہ نے مسکرا کر موبائل آف کر دیا۔

●●

موبائل کی گھنٹی کی آواز سن کر گلنار کمرہ میں آئی اور موبائل اٹھا کر کان سے لگایا۔

''ہیلو.........''

''کیسی ہو میری بنو؟.........شادی کے بعد بالکل بھول گئی۔''——— یہ رعنا کی آواز تھی۔

''ارے رعنا تم کہاں سے بول رہی ہو۔''

''لال قلعہ سے.........''

''کیا مذاق کر رہی ہو۔''

''مذاق نہیں سچ کہہ رہی ہوں۔ میرے ہسبینڈ کا ٹرانسفر دلی میں ہو گیا ہے۔ اس لئے ہم لوگ دلی آگئے ہیں۔''

''یہ تو اچھی بات ہے۔ کہاں رہ رہی ہو۔''

''لکشمی نگر میں ایک فلیٹ کرایہ پر لے رکھا ہے۔''

''کیا نمبر ہے۔''

''E-21۔ اپنا کہو۔''

''سب ٹھیک ہے۔''

''تو پھر ملاقات کب ہو رہی ہے۔''

''جب تم کہو۔''

''کل سنڈے ہے.........آجاؤ۔ لنچ ساتھ کریں گے۔ شاہد بھی گھر پر ہوں گے۔ شگفتہ کو بھی لیتی آنا۔ شاہد اُسے بہت یاد کرتے ہیں۔ شادی میں خوب مذاق بنایا تھا ان کا۔''

''ٹھیک ہے لوں گی۔ یہ ٹی۔ وی پر آواز تو تبریز ہاشمی کی لگ رہی ہے۔''——— موبائل پر ٹی۔ وی۔ کی آواز آرہی تھی——— گلنار تبریز ہاشمی کی آواز پہچان گئی۔

''ہاں تبریز بھائی کی ہی رپورٹ آرہی ہے۔ آج کل وہ دلی آگئے ہیں۔''

''کیا؟''

''ہاں۔ کل ہی ان سے ملاقات ہوئی ہے۔''

''اوہ!''——— گلنار اپنی مسرت کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی——— ''ٹھیک ہے پھر ملاقات ہوتی ہے۔''

گلنار موبائل آف کرتی ہے۔ شائقہ جو پاس ہی بیٹھی ساری باتیں سن رہی تھی بول پڑی۔

''آپی! رعنا آپی کیا بتا رہی تھیں۔ تبریز بھائی جان کے بارے میں۔''——— شائقہ نے پوچھا۔

''تبریز پھر سے دلی لوٹ آئے ہیں۔''

''تب تو ابھی ملاقات کرنی چاہئے۔''——— وہ جلدی سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

''کہاں جا رہی ہو۔''

''اسٹوڈیو۔''

شائقہ کمرہ سے نکل گئی۔ گلنار کے چہرے پر مسکراہٹ رینگ گئی مگر جب اُسے یاد آیا کہ اس کی شادی ہو چکی ہے تو مرجھا گئی۔

●●

تبریز ہاشمی اسٹوڈیو سے نکل کر ویٹنگ روم میں آگیا اور شائقہ کی طرف بڑھا۔

''شائقہ تم کب آئی۔''

''ابھی آئی ہوں۔ آپ نے تو خبر بھی نہیں کی کہ دلی لوٹ آئے ہیں۔''

''مجھے آئے دو دن ہی تو ہو رہے ہیں۔ چلو تمہیں اسٹوڈیو گھما دوں۔ تم اسٹوڈیو دیکھنا چاہتی تھی نا۔ آؤ۔''—— تبریز اسٹوڈیو میں واپس آگیا۔ شائقہ بھی اس کے پیچھے چلنے لگی۔ اس نے اسٹوڈیو کے ہر یونٹ میں شائقہ کو گھمایا اور سب سے تعارف بھی کرایا۔ شائقہ گلیمر کی اس دنیا کو دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ کافی دیر گھومنے کے بعد تبریز اُسے کینٹین میں لے کر آگیا۔

''بولو کیا لوگی۔''

''صرف کولڈ ڈرنک۔''—— تبریز دو کولڈ ڈرنک کی بوتل لے کر ایک شائقہ کی طرف بڑھایا اور دوسرا اپنے منہ سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

''کیسی لگی یہ دنیا۔''

''بہت اچھی۔ اب میری بھی خواہش ہو رہی ہے کہ انٹر کے بعد ماس کمیونیکیشن کا کورس کرلوں۔ کیا گلیمر کی دنیا ہے۔''

کولڈ ڈرنک پینے کے بعد وہ لوگ سڑک پر آگئے۔ تبریز نے بائیک پارکنگ سے نکالا۔

''چلو گھر چھوڑ دوں۔''

شائقہ بائیک کے پیچھے بیٹھ گئی۔ تبریز نے بائیک اسٹارٹ کیا اور شائقہ کے گھر پہنچا۔ شائقہ بائیک سے اترتے ہوئے بولی۔

''گلنار آپی گھر پر ہی ہیں۔ مل لیجئے۔''

تبریز کچھ پل کے لئے سوچا پھر بائیک اسٹینڈ کر کے شائقہ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آگیا۔ گلنار ڈرائنگ روم میں ہی مل گئی۔ تبریز کو دیکھ کر مسکرا کر استقبال کیا۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔''—— شائقہ اندر چلی گئی۔

''آیئے تشریف رکھئے۔''

تبریز صوفے پر بیٹھ گیا اور گلنار کے سراپا کا جائزہ لیا۔

''کیسی ہو گلنار۔''

''جیسی بھی ہوں آپ کے سامنے ہوں۔ آپ تو میڈیا والے ہیں کسی بھی انسان کے اندر تک پہنچ جاتے ہیں۔ اندازہ لگایئے۔''—— گلنار کا لہجہ سرد تھا۔

''ازدواجی زندگی کے بارے میں میرا کوئی تجربہ نہیں''—— تبریز نے گلنار کو دیر تک پڑھنے کی کوشش کی اس سے کچھ مزید کہنا چاہا لیکن وہ پتھر کی طرح خاموش رہا' کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ خاموشی کو گلنار نے توڑا۔

''آپ اتنے خاموش کیوں بیٹھے ہیں' کچھ بولئے۔''

تبریز نے گلنار کو دیکھا—— ''ایک شعر سنئے.........

یہ ذرا دور پہ منزل' یہ اُجالا' یہ سکوں
خواب ہی دیکھ ابھی خواب کی تعبیر نہ دیکھ

''شعر مناسب ہے۔ کیا پسند کریں گے۔ ٹھنڈا یا گرم۔''

''شائقہ کے ساتھ ابھی ٹھنڈا لیا ہے۔ اس لئے کچھ لینے کی خواہش نہیں ہے۔ پھر کبھی۔ ابھی چلتا ہوں۔ بہت سارا کام باقی ہے۔''—— تبریز اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ اسی وقت شائقہ چائے کی ٹرے لئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

''بھائی جان جا رہے ہیں۔ چائے تو پیتے جایئے۔''

تبریز پلٹا—— ''پھر کسی دن۔ ابھی تو شادی کی مٹھائی بھی باقی ہے۔''—— اس نے گلنار کی طرف دیکھا۔ گلنار نے پلکیں نیچی کرلیں۔ شائقہ نے گلنار کی طرف دیکھا۔ تبریز دروازے سے باہر نکل گیا۔

●●

کئی دنوں کے بعد گلنار کے ہونٹوں پر مسکان لوٹی تھی۔ جیسے مہینوں کی کپکپاتی سردی کے بعد گرم دھوپ لوٹ آتی ہے۔ تبریز ہاشمی کے دلّی لوٹ آنے کی خبر اور چند لمحوں کی ملاقات نے اسے قدرے اطمینان بخشا تھا۔ کئی گمنام ہوا کے جھونکے درد کی لہر دل کو مدھم کر گئے تھے۔ دیر تک وہ بیٹھی سوچتی رہی' پھر اٹھی اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر خود کو دیکھا۔ اور پرس اٹھا کر ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ وہاں شاذیہ بیٹھی کسی رسالے کے مطالعہ میں محو تھی۔ اس نے آہٹ پا کر نگاہیں اٹھائیں۔ گلنار پر نظر پڑتے ہی پوچھ بیٹھی۔

''کہاں جا رہی ہیں آپی؟''

''آنٹی سے ملنے جا رہی ہوں۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔''

گلنار باہر نکل گئی۔

وہ پورے راستے سوچتی رہی کہ کیا میں اپنے کارواں سے بچھڑ گئی ہوں یا پھر حالات کے گرد میں دب کر رہ گئی ہوں......میرے ارمانوں کے چراغوں کی لو پر دھواں دھواں چھایا جا رہا ہے......میرے دل کو اتنا سنگسار کیا گیا ہے کہ میں اپنے زخم کا شمار بھی نہیں کر سکتی۔ اس نے ایک سمے کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اس کی ویران زندگی سراب کے ریلے کی مانند اس کے سامنے سے گزر گئی۔

عصمت بانو سے مل کر اسے اچھا لگا لیکن اس نے محسوس کیا کہ وہ بجھی بجھی نظر آ رہی ہیں۔ کافی دیر ان سے باتیں کیں اور پھر واپس گھر آ گئی۔

●●

شاذیہ اور طارق ریسپشن روم میں کافی دیر سے تبریز ہاشمی کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہاں اور کئی لوگ بھی بیٹھے ہیں کیونکہ تبریز ہاشمی ایڈیٹنگ ٹیبل پر تھا۔ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر ریسپشن روم میں پہنچا تو شاذیہ کو بیٹھا پایا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ایک نوجوان پر بھی نظر گئی۔

''کہو شاذیہ کیسے آنا ہوا؟''—— تبریز نے طارق کی طرف دیکھا۔

''یہ طارق ہیں۔ میرے ساتھ ہی گڑھ میں پڑھتے تھے۔ دلّی سکریٹریٹ میں ان کی نوکری ہو گئی ہے۔''—— تبریز نے ایک بار پھر طارق کو دیکھا اور اس بار سراپا کا جائزہ لیا۔

''آؤ کینٹین میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔''—— تبریز کینٹین کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے پیچھے طارق اور شاذیہ خاموشی سے چلتے رہے۔ کینٹین میں پہنچ کر ایک خالی ٹیبل کی طرف اشارہ کر کے طارق اور شاذیہ کو بیٹھنے کے لئے کہا اور خود کاؤنٹر پر پیسے دے کر کھانے پینے کا سامان لے کر ٹیبل پر آ کر ٹرے میز پر رکھ دیا اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''لو پہلے کھاؤ پھر باتیں کریں گے۔''—— تبریز نے سموسے کی پلیٹ سرکا لیا۔ پھر کوک کا گلاس دونوں کی طرف بڑھا کر اپنا گلاس اپنے ہونٹوں سے لگا کر ایک لمبی گھونٹ لی اور شاذیہ کی طرف دیکھا۔

''ہاں تو یہ طارق صاحب ہیں۔ آپ کے دوست' برسرِ روزگار ہیں۔ آپ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور شادی کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں:''—— تبریز نے پہلے شاذیہ کی طرف دیکھا پھر طارق کی طرف۔ دونوں کو اُمید نہیں تھی کہ تبریز سب کچھ اتنی آسانی سے سمجھ جائیں گے اور خود ہی ساری بات کہہ دیں گے۔ دونوں شرما گئے۔ اور چپ خاموش ہو گئے۔

''شاذیہ۔''—— تبریز نے شاذیہ کو بغور دیکھا۔

''جی۔''—— شاذیہ نے دھیرے سے نظریں اوپر اُٹھائیں۔

''پرابلم کیا ہے۔ یہ بتاؤ۔''—— تبریز نے کوک کا گھونٹ لیا۔

''طارق ہماری برادری کے نہیں ہیں۔ شاید ابّو کو یہ بات پسند نہ آئے اور وہ

شادی سے انکار کر دیں۔"

"طارق کے گھر والوں کو بھی تو اعتراض ہو سکتا ہے۔" تبریز نے تشویش ظاہر کی۔

"نہیں ان کے گھر والوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔"——

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔ کیا تم ان کے گھر والوں سے مل چکی ہو۔"——

"نہیں لیکن طارق نے اپنے گھر والوں کو ساری باتیں بتا دی ہیں اور وہ لوگ تیار ہیں۔"

"تو صرف تمہارے گھر والوں کو تیار کرنا ہے۔"

"جی۔"

"چلو میں کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔ اگر کامیاب ہو گیا تو تمہاری قسمت اگر ناکام رہا تو........"

"تبریز بھائی ہم لوگ ایک دوسرے کو........"

"بس........بس........بس........میں سمجھ گیا کہ اگر تمہارے گھر والے تیار نہیں ہوئے تو تم لوگ کورٹ میرج کر لوگے لیکن تم اپنے گھر والوں کو ناراض نہیں کرنا چاہتی۔ اچھی بات ہے۔ میں پوری کوشش کروں گا۔ اب تو خوش۔"

"تبریز بھائی' اگر ہماری شادی ہوئی تو ہم لوگ زندگی بھر آپ کے احسان مند رہیں گے"—— طارق نے پہلی بار زبان کھولی۔

"ایک طرف تو تم دونوں بھائی بھی کہتے ہو اور دوسری طرف احسان مند ہونے کی بھی بات کرتے ہو۔ یہ کیسا رشتہ ہے۔ چلو میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔"

تینوں کینٹن سے باہر نکلے۔

"تم لوگ گھر جاؤ میں انکل سے بات کروں گا۔"

تبریز اسٹوڈیو کی طرف بڑھ گیا۔ طارق اور شاذیہ اسٹوڈیو سے باہر آ گئے۔

"شاذیہ! اگر وقت ہے تو چلو کہیں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔"

شاذیہ نے گھڑی دیکھی—— "ایک گھنٹہ تک مزید رک سکتی ہوں۔"

"چلو بہت ہے۔"

طارق بائیک اسٹارٹ کرتا ہے اور کناٹ پیلس کی طرف موڑ دیتا ہے۔

●●

کرب کا ایک طویل سلسلہ گلنار کے چاروں طرف پھیل چکا تھا۔ جس خوشی کو اس نے دل میں چھپا کر رکھا تھا اشکوں کے ساتھ بہتی جا رہی تھی۔ دل کا شیشہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ دل سسکیوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ گلنار کے جسم میں ہر روز رات آگ کی طرح سلگتی لیکن اس آگ کو محسوس کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ آفاق تو چار سال کے بعد لوٹے گا۔ لوٹے گا بھی یا نہیں۔ ممکن ہے پھر چار سال کا Agreement کر لے اور میں یہاں برہن کی آگ میں یونہی جلتی رہوں گی اور جب لوٹے گا تو یہ سلگتی راتیں بیت چکی ہوں گی۔ آفاق کو کیا معلوم کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے خود کو ریزہ ریزہ ہوتا دیکھنا۔ اپنی ہی لاش کو مسلسل ڈھونا۔ اپنے ہی سینے پر سر رکھ کر گرم گرم آنسو بہانا —— اس کے اندر کوئی بدبداتا ہے......

"آفاق میں نے آپ کو دیکھ کر سوچا کب تھا کہ ایسا بھی ہو جائے گا۔ پیار کی بارش کا لہراتا پانی اس طرح سوکھی ریت میں تبدیل ہو جائے گا۔ کل تک اسی مقام پر رات کو گھنگرو بج رہے تھے لیکن آج ہر شے سے اُداسی ٹپک رہی ہے......میرے خوابوں کی کرچیاں بکھری پڑی ہیں......میری آنکھوں میں انتظار کے جگنو چمک رہے ہیں......آفاق آپ کو مکمل طور پر پانے کی خواہش میں ہر روز رفتہ رفتہ ٹوٹ رہی ہوں......ریزہ ریزہ ہو رہی ہوں......فرقت میں لمحہ لمحہ جل رہی ہوں...... نہ جانے جدائی کی یہ آگ کب بجھے گی......دل تو کرتا ہے آپ آئیں گے......ضرور آئیں گے......میرے دل کو راحت پہنچائیں گے......لیکن کیا یہ موسم بہار یونہی گزر جائے گا......خوابوں میں آپ روز آتے ہیں۔ آخر کب تک میں یادوں کی آگ میں جلتی رہوں گی......شاید آپ اس وقت آئیں جب میں دنیا سے چلی جاؤں......ایک نئی دنیا بسا لوں......

موبائل کی رنگ نے گلنار کی سوچ کے تار کو ایک جھٹکے سے بکھیر کر رکھ دیا۔ اس نے موبائل اُٹھا کر اسکرین پر نمبر پڑھا۔ نمبر تبریز ہاشمی کا تھا۔ اس نے موبائل کو کان سے لگایا۔

"کہئے کیسے یاد کیا؟"——

"آج شام میں کیا کر رہی ہیں؟"

"فری ہوں۔"

"تو پھر میرے گھر آجایئے۔ ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"ٹھیک ہے آجاؤں گی۔"—— گلنار نے بغیر سوچے سمجھے ہاں کہہ دیا لیکن موبائل آف کرتے ہی اس کے ذہن میں کئی سوال اُبھرنے لگے۔

"تبریز کون سی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"کیا اسے تبریز کے بلانے پر جانا چاہئے۔ میں شادی شدہ ہوں۔ اس طرح بار بار ملنے پر کسی کو بھی شک ہو سکتا ہے ممکن ہے ابو کو ہی اعتراض ہو۔ اُسے بغیر سوچے سمجھے ہاں نہیں کہنا چاہئے تھا۔ اس دفعہ تو اس نے ہاں کہہ دیا آئندہ منع کر دے گی......"

گلنار پلنگ سے اُٹھ کر باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ باہر آکر شوخ رنگ کا کپڑا پہنا، ہلکا سا میک اپ بھی کیا اور پرس لے کر باہر نکل گئی۔

●●

گلنار نے جب کال بیل دبایا تو دروازہ عصمت بانو نے کھولا۔

"ارے گلنار آؤ۔ بہت دنوں کے بعد دیکھا۔ ہم شادی کے بعد اب دیکھ رہی ہوں۔"—— دونوں ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔

"بیٹھو۔"—— گلنار صوفے پر بیٹھ گئی۔ عصمت بانو بھی سامنے کے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"اور گھر میں سب لوگ خیریت سے تو ہیں۔"

"جی۔"

"لگتا ہے شائستہ وغیرہ لوگوں کے واپس آنے کی خبر نہیں ہے ورنہ اب تک ٹپک پڑتی۔"

"سب خبر ہے۔ تبریز بھائی سے تو مل بھی چکی ہے۔ آپ سے ملنے وہ کسی دن بھی پہنچ جائے گی۔"

"تمہارے میاں کا کیا حال ہے۔ ہندوستان کا ایک چکر تو لگا ہی چکے ہوں گے۔"

"جی نہیں۔ انہوں نے اپنی کمپنی کے ساتھ چار سال کا Agreement کر لیا ہے۔ چار سال گزار کر ہی واپس آئیں گے۔"

"اوہ۔"—— عصمت بانو افسوس کا اظہار کرنا چاہتی تھیں مگر خاموش رہ گئیں۔ شاید گلنار کو برا لگے۔ اس نے دیکھا گلنار کے چہرے پر اداسی نے اپنا رنگ چڑھا دیا ہے۔ وہ اٹھ گئیں۔

"تم بیٹھو میں چائے بناتی ہوں۔"

"ابھی رک جائیے۔ تبریز بھائی بھی آتے ہی ہوں گے۔ ساتھ ہی پی لیں گے۔"——

"چلو یہ بھی ٹھیک ہے۔" عصمت بانو دوبارہ بیٹھ گئیں تبھی باہر بائیک کے رکنے کی آواز آئی۔ اور تبریز دروازے سے برآمد ہوا۔ آتے ہی اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی

دیکھی۔ وہ وقت پر آ گیا تھا۔ ہیلمٹ میز پر رکھتے ہوئے گلنار کی طرف دیکھا۔

"چلو کمرہ میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ امی چائے بنا دیجئے۔"

"تم لوگ باتیں کرو۔ میں ابھی چائے لے کر آتی ہوں۔"

دونوں کمرہ کی طرف بڑھے۔ گلنار ڈر رہی تھی۔ اکیلے کمرہ میں تبریز آخر کون سی بات کرنا چاہتے ہیں۔ آنٹی کیا سوچیں گی۔ میں شادی شدہ ہوں۔ اس طرح غیر محرم کے ساتھ ایک کمرہ میں باتیں کرنا کیا مناسب ہے۔ لیکن وہ خاموشی سے تبریز کے پیچھے پیچھے آ گئی۔ جیسے ڈور تبریز کے ہاتھ میں ہے اور وہ جس طرف کھینچ رہا ہے وہ چلی جا رہی ہے۔ کمرہ میں پہنچ کر تبریز نے گلنار کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ گلنار ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ تبریز اپنا بیگ ایک طرف رکھ کر اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا پھر اس نے گلنار کی طرف دیکھا۔

"تم اتنی ڈری سہمی کیوں ہو۔ میں تم سے کوئی ایسی چیز نہیں مانگنے جا رہا ہوں جسے دینے میں تمہیں عار ہو۔"——

گلنار نے دل میں سوچا کاش شادی سے پہلے زندگی مانگی ہوتی تو وہ بھی ہنس کر دے دیتی لیکن اب یہ زندگی تو کسی کی امانت ہے۔

"گلنار۔"

"جی۔"—— وہ چونکی۔

"کہاں کھو گئی تھی۔"

"کہیں تو نہیں۔"

"گلنار تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو۔ کیا تم ذات برادری میں یقین رکھتی ہو۔"

"بالکل نہیں۔ اسلام میں ذات برادری کا کہیں کوئی تصور نہیں ہے۔ وہ تو ہندوستان میں جس جس برادریوں نے اسلام قبول کیا اسی کی مناسبت سے برادری بن گئی۔ اگر ہم بھی پڑھ لکھ کر ان دقیانوسی باتوں پر عمل کریں تو پھر ہم میں اور جاہل لوگوں میں

کیا فرق رہ جائے گا۔"

"گڈ........تم سے یہی اُمید تھی۔ پھر میں بغیر کسی تمہید کے اپنی بات رکھتا ہوں۔ تمہاری بہن شازیہ ایک لڑکے کو دل و جان سے چاہتی ہے۔ اس کا نام طارق ہے۔ طارق شازیہ کے ساتھ علی گڑھ میں پڑھتا تھا۔ کچھ ماہ قبل دلی سکریٹریٹ میں اس کی نوکری ہوگئی ہے۔ میں طارق سے مل چکا ہوں۔ خوبصورت اور اسمارٹ ہے۔ اس کے گھر والے شازیہ سے شادی کرنے کو تیار ہیں۔ اگر تم لوگ تیار ہو جاؤ تو دونوں کی شادی ہو جائے گی۔"——

گلنار کچھ دیر سوچنے لگی۔

"کیا سوچنے لگی۔"

"میرے تیار ہونے سے کیا ہوگا۔ اصل تو ابو کو تیار ہونا ہے اور مجھے پتہ ہے کہ وہ تیار نہیں ہوں گے۔"

"اگر ہم دونوں مل کر ان کو Convense کریں گے تو وہ ضرور تیار ہو جائیں گے مجھے پورا اعتماد ہے۔ لیکن پہلے تمہاری رضامندی ضروری ہے کیونکہ گھر میں سب سے بڑی تم ہو۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ بہتر ہے کہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور لڑکا برسرِ روزگار ہے۔ اور کیا چاہئے۔"——

"تو پھر کل شام کو میں تمہارے گھر آ رہا ہوں۔ ہم لوگ مل کر انکل سے بات کریں گے اور چائے بھی پئیں گے۔ مگر میری چلبلی بہن شائقہ کو خبر مت کرنا نہیں تو دس طرح کے کھانے پینے کا آئٹم بنا دے گی۔"

عصمت بانو چائے کی ٹرے لے کر کمرہ میں داخل ہوئیں۔ ٹرے میز پر رکھ دیں۔

"امی آپ بھی بیٹھیے نا۔" تبریز نے ماں کی طرف دیکھا۔

عصمت بانو بیٹھ گئیں۔

"آنٹی آپ چائے نہیں لیں گی۔"—— گلنار نے ٹرے میں دو ہی کپ دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں تم لوگ پیو۔ میں ابھی پی کر ہی بیٹھی تھی کہ تم آ گئی۔"

دونوں چائے پینے لگتے ہیں۔ عصمت بانو دونوں کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کرتی ہیں کہ آخر کیا خاص بات تھی جو دونوں نے کمرہ میں آ کر کی۔ مگر دونوں کے چہرے پر کوئی تاثر نظر نہیں آیا۔ چائے پی کر گلنار کھڑی ہوگئی۔

"اب چلتی ہوں۔"—— تبریز بھی اس کے پیچھے دروازے تک آیا۔

"چلو گھر تک چھوڑ دیتا ہوں۔"

"نہیں شکریہ۔ ابھی تو سات ہی بجے ہیں۔ آٹو سے چلی جاؤں گی۔"—— گلنار کسی طرح کی بدنامی مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ اس کی سسرال اسی شہر میں تھی۔ اگر تبریز کے ساتھ کسی نے بائیک پر دیکھ لیا تو طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں گی۔ وہ دروازے سے باہر آ گئی۔ تبریز نے ایک آٹو والے کو آواز دی۔ آٹو والا رک گیا۔ گلنار اس پر بیٹھ گئی اور آٹو روانہ ہو گیا۔

●●

گلنار گھر میں داخل ہوتے ہی سیدھے شاذیہ کے کمرے میں گئی۔ اور تیور بدل کر اُس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

''شاذیہ مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی۔''

''کیا ہوا آپی۔ مجھ سے کون سی ایسی خطا سرزد ہوگئی کہ آپ مجھ پر ناراض ہو رہی ہیں۔''—— شاذیہ گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔

''تم نے خاندان کی عزت مٹی میں ملا دی۔''—— گلنار نے بات جاری رکھی۔

''آپی ایسا کون سا کام میں نے کیا ہے جس سے خاندان کی عزت مٹی میں مل گئی''—— شاذیہ حیرانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''یہ طارق کون ہے؟''—— گلنار نے اس کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

''جی......وہ......وہ میرے ساتھ ہی کالج میں پڑھتے تھے''—— شاذیہ گڑبڑا گئی۔

''اور تم نے اس لڑکے کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا''—— گلنار کی آواز میں رعب تھا۔

''آپی طارق میں کوئی کمی نہیں ہے۔ برسرِ روزگار ہیں۔ پڑھے لکھے ہیں......''

''لیکن برادری......''

''آپی اس جدید دور میں بھی آپ ذات برادری کی بات کر رہی ہیں۔''—— شاذیہ نے تھوڑی سی ہمت پیدا کی۔

''کیوں نہ کروں جب دوسرے لوگ کرتے ہیں تو مجھے بھی کرنا چاہئے۔ میں غیر برادری میں تمہاری شادی نہیں ہونے دوں گی۔''—— گلنار نے اپنا چہرہ اس کی طرف سے ہٹا لیا۔

''آپی پلیز آپ اتنا سخت فیصلہ نہ کریں۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے بے حد

پیار کرتے ہیں۔ آپ ذات برادری کی دقیانوسی دیوار کھڑی نہ کریں۔ شادی خوشی کے لئے کی جاتی ہے کہ دونوں خوش حال رہیں، ہنسی خوشی سے رہیں۔ پھر جب طارق میں کوئی کمی نہیں ہے تو اس کی برادری کی وجہ سے اُسے ٹھکرانا سراسر غلط ہے۔ ناانصافی ہے۔ طارق کے ساتھ مجھے رہنا ہے اور جب مجھے کوئی اعتراض نہیں تو آپ کو بھی میری مرضی کا احترام کرنا چاہئے۔ میری مدد کرنی چاہئے۔''شاذیہ نے ہمت یکجا کر ساری باتیں کہہ دیں۔

''تم مجھ سے مدد کی اُمید رکھتی ہو۔''

''جی آپی۔ آپ گھر میں بڑی ہیں۔ ہم اپنا اچھا برا آپ ہی کے ساتھ شیئر کر سکتے ہیں۔ آپ ہی ابو کو سمجھا سکتی ہیں۔''—— شاذیہ نے ملتجیانہ نگاہوں سے گلنار کو دیکھا۔

''ٹھیک ہے جب تم نے فیصلہ کر ہی لیا تو میں اعتراض کرنے والی کون ہوتی ہوں۔''—— گلنار کا لہجہ بدل گیا۔

''آپی بے دلی سے نہ کہئے......دل سے اس رشتے کو منظور کیجئے۔''—— شاذیہ اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

''ٹھیک ہے میری تو......میں اس رشتے سے خوش ہوں۔'' گلنار مسکرا دیتی ہے۔

''تو یہ سب کیا تھا۔''—— شاذیہ نے بغور دیکھا۔

''ڈرامہ......میں دیکھنا چاہتی تھی کہ تم اپنا دفاع کس حد تک کرسکتی ہو۔ پہلی منزل سے تم گزر گئی اب ابو کے سامنے تم کو اپنی دلیل رکھنی ہوگی۔ اگر وہ تیار ہو گئے تو سمجھو تم کامیاب۔''—— گلنار نے ہنس کر کہا۔

''لیکن ابو کے سامنے اتنا نہ بول پاؤں گی۔ اسی لئے میں نے تبریز بھائی کا سہارا لیا ہے۔''—— شاذیہ نے گلنار کا ہاتھ پکڑ کر پلنگ پر بٹھا دیا۔

''ٹھیک ہے کل شام میں تبریز آ رہے ہیں۔ ہم لوگ مل کر ابو کو سمجھانے کی کوشش کریں گے۔''—— گلنار نے اس کے چہرے کو دیکھا۔ وہ شرم سے لال ہو رہی تھی۔

''میری اچھی آپی........سویٹ سویٹ آپی۔''—— شاذیہ گلنار سے لپٹ گئی۔

تبریز ہاشمی اور گلنار کی ساری دلیلیں عبدالرحمن خاموشی سے سنتے رہے۔ کچھ دیر خاموش رہے پھر گویا ہوئے۔

''تم لوگوں کی ساری دلیلیں مناسب ہیں لیکن مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو۔''——

''انکل آپ اچھی طرح سے سوچ لیں۔ اور سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کریں لیکن فیصلہ کرنے سے پہلے شاذیہ کی خوشی کا خیال ضرور رکھیں اور اپنی ضد یا خاندانی وقار کے آگے بڑکی کی بلی نہ چڑھائیں۔ بس''—— تبریز نے دوٹوک کہا۔

''بیٹے میں تمہاری ہر بات پر غور کروں گا۔ مجھے بے حد خوشی ہے کہ تم ہمارا اور ہمارے پریوار کا بھلا چاہتے ہو۔ پتہ نہیں کیوں ایسا لگتا ہے کہ تم میرے اپنے ہو۔ بالکل قریبی''—— عبدالرحمن کی آواز میں ذرا سی لرزش پیدا ہوگئی۔

''ابو اس میں کہنے کی کیا بات ہے۔ اپنے ہیں تو ہیں۔''—— شائقہ ناشتے کی ٹرے لئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے شامہ ایک ٹرے لئے آئی اور دونوں نے ٹرے میز پر رکھ دیا۔

''شائقہ یہ کیا ہے؟''

''ناشتہ''

''اتنی جلدی نے تم اتنا سب کچھ کیسے تیار کرلیا۔'' تبریز نے حیرت سے ناشتہ کی طرف دیکھا۔

''آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آپ نہیں بتائیں گے تو مجھے پتہ ہی نہیں چلے گا۔ مجھے سب پتہ تھا کہ آج شام آپ آنے والے ہیں۔ بس میں نے جلدی جلدی ساری تیاری کرلی۔''—— تبریز نے گلنار کی طرف دیکھا۔

''میں نے نہیں بتایا ہے۔ شائقہ سے پوچھ لیجئے۔''—— گلنار نے اپنی صفائی

پیش کی—— ''شاذیہ نے بتایا ہوگا۔''

''بھائی جان! اب اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے مزے سے ناشتہ کیجئے۔''—— شائقہ نے ناشتہ کی پلیٹ تبریز ہاشمی کی طرف بڑھایا۔

''شاذیہ''—— تبریز نے آواز دی۔

''جی''—— وہ چائے کی ٹرے لئے ڈرائنگ روم میں آئی اور ٹرے میز پر رکھ دی۔

''تو میرے آنے کی خبر تم نے دی۔'' تبریز نے اس کی طرف دیکھا۔

''جی........ یہ پوچھ رہی تھی تو بتادیا۔''—— شاذیہ نے سر جھکا کر کہا۔

''چلو کوئی بات نہیں۔ لو ناشتہ کرو۔''—— تبریز نے شاذیہ کی طرف دیکھا۔

شاذیہ نے پلیٹ سے ایک بسکٹ اُٹھا لیا۔

چائے پینے کے بعد تبریز ہاشمی کھڑا ہوگیا۔

''اچھا انکل چلتا ہوں۔ خدا حافظ''—— تبریز باہر نکل گیا۔ تبریز کے جانے کے بعد ٹرے لے کر شاذیہ اور شائقہ کچن میں چلی گئیں۔ شامہ بھی اُٹھنے لگی تو عبدالرحمن نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''اگر شاذیہ کو یہ رشتہ پسند ہے تو ہم لوگوں کے اعتراض کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ لڑکی کی پسند اور اس کی خوشی کے آگے باقی تمام چیزیں حقیر ہوجاتی ہیں۔ میں بھی اس رشتے کے حق میں ہوں لیکن سب سے بڑا مسئلہ شادی کے اخراجات کا ہے۔ مانا کہ طارق کا کوئی ڈیمانڈ نہیں ہے پھر بھی لڑکی کا زیور' کپڑے' فرنیچر اور باراتیوں کے کھانے پینے کا انتظام سب ملا کر پانچ لاکھ تو بیٹھ ہی جائے گا۔''—— عبدالرحمن نے تشویش ظاہر کی۔

''ہاں ابو اتنا تو خرچ ہو ہی جائے گا۔''—— گلنار نے بھی خرچ کا اندازہ لگالیا۔

''بیٹی گلنار میرے پاس جو جمع روپیہ تھا وہ تمہاری شادی میں خرچ کر دیا۔ شاذیہ کے

رقم ہے جو روپیہ بینک میں فکس ہے اس کی Maturity پورا ہونے میں ایک سال باقی ہے۔ میں تو اطمینان سے تھی کہ جب پیسہ ہاتھ میں آجائے گا تو رشتہ تلاش کریں گے لیکن دیر کرنے کا مطلب شاذیہ یہ نکالنے لگی کہ ابو کسی بہانے سے ٹالنا چاہ رہے ہیں پھر ممکن ہے طارق کے گھر والے بھی اس کی شادی دوسری جگہ کرنے کا ارادہ بنا لیں۔ ایسی حالت میں میں کیا کروں سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ فکس تڑوانے کا مطلب ہے نقصان۔ اگر میں بہت کوشش کروں گا تو تین لاکھ اِدھر اُدھر سے اکٹھا کرلوں گا پھر بھی مزید دو لاکھ روپیہ چاہئے۔'' ——

''جی ابو وہ تو ہے۔'' —— گلنار کے چہرے پر فکر کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

''اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں۔''

''ابو آپ پریشان نہ ہوں کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔ میں دیکھتی ہوں کیا کر پاتی ہوں۔'' —— گلنار وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرہ میں جانے لگی تو دیکھا کہ کچن کے دروازے پر شائقہ اور شاذیہ کھڑی ہیں۔ شائقہ کا چہرہ اُداس اور پریشان ہے جبکہ شاذیہ کی آنکھوں میں آنسو ہے۔ وہ گلنار سے لپٹ گئی۔

''آپی'' ——

''پگلی روتی کیوں ہے۔ میں ہوں نا۔ تجھے تو خوش ہونا چاہئے کہ ابو اس رشتے کے لئے تیار ہو گئے، باقی سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ میں کوئی راستہ نکالتی ہوں۔'' —— گلنار اُسے خود سے الگ کر کے اپنے کمرہ میں کچھ دیر خاموش بیٹھی سوچتی رہی پھر کمرہ میں ٹہلنے لگی، تبھی شائقہ کمرہ میں آگئی۔

''آپی آپ اس طرح پریشان کیوں ہیں۔'' —— شائقہ نے تشویش کا اظہار کیا۔

''شائقہ میں یہ سوچ رہی ہوں آفاق سے اس مسئلے پر بات کروں ممکن ہے وہ ہماری مشکل آسان کر دیں۔'' گلنار کے چہرے پر پل بھر کے لئے خوشی ابھری۔

''ہاں اگر وہ چاہیں تو دو لاکھ روپیہ دے سکتے ہیں۔ آپ بات کر کے دیکھئے۔''

—— شائقہ کے چہرے سے بھی خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔

گلنار نے موبائل سے نمبر ڈائل کیا۔ کال لگ گئی۔ آفاق فون پر تھا۔

''ہاں گلنار کہئے کیسے یاد کیا؟'' ——

''وہ کہنا یہ ہے کہ شاذیہ کا رشتہ طے ہو گیا ہے۔''

''واہ یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ لڑکا کیا کرتا ہے؟''

''دلی سکریٹریٹ میں نوکری کرتا ہے۔''

''یہ تو اور بھی اچھا ہے۔ میں بے حد خوش ہوں۔ شادی میں تو نہیں آسکوں گا لیکن میری طرف سے پیشگی مبارک باد اور ہاں میری طرف سے بلکہ ہم دونوں کی طرف سے ایک فریج دے دیجئے گا۔ کل ہی آپ کے اکاؤنٹ میں رقم ڈال دوں گا۔ شادی کب ہے؟

''تاریخ ابھی طے نہیں ہوئی ہے لیکن جلد ہی ہونی ہے۔''

''چلئے اچھا ہے اب شاذیہ کی بھی شادی جلد ہو جائے گی۔''

''جی'' —— گلنار کی ہمت نہ ہوئی کہ آگے بات کرے کیونکہ آفاق نے پہلے ہی ایک فریج دینے کی بات کہہ دی تھی۔ وہ پوچھ سکتا تھا کہ شادی میں پیسے کی کوئی کمی وغیرہ تو نہیں ہے۔ میں کوئی مدد کر سکتا ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت۔'' —— گلنار نے موبائل آف کر دیا اور سوچنے لگی اب کیا ہوگا؟

●●

اس رات گلنار نہیں سوئی۔ اس کا ذہن بار بار گھر کے حالات پر مرکوز ہو جاتا۔ ابو کے پاس پیسے کی کمی ہے۔ میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے جو ان کی مدد کر سکوں۔ ایسے میں وہ پریشان ہوں گے۔ شادی کا انتظام اتنا آسان نہیں ہے۔ وہ بھی اتنی جلدی۔ اگر پیسے کی کمی کی وجہ سے شازیہ کی شادی نہیں ہوئی تو اس کا دل شیشے کی مانند ٹوٹ جائے گا۔ وہ بکھر جائے گی اور میں اسے ٹوٹتا ہوا نہیں دیکھ سکتی —— گلنار اپنی آنکھوں میں چھپی اداسی اور پریشان ذہن کو تھوڑی دیر کے لئے سکون دینا چاہتی ہے لیکن سکون جیسے اس سے بہت دور چلا گیا ہے۔ رات خود کو سمیٹ کر کب کی سوگئی ہے مگر گلنار جاگ رہی ہے کہ اب کیا ہوگا؟ اس مسئلہ کا حل کیسے نکلے گا؟

زندگی انسان کو ہر لمحہ رلاتی ہے .... جلاتی ہے .... پھر بھی انسان جیتا ہے .... غموں کو پیتا ہے —— گلنار بے چین ہو اٹھی' اس کی بے چینی اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب شازیہ کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھتی ہے۔ کہیں شازیہ ٹوٹ نہ جائے' بکھر نہ جائے۔ میں کتنی مجبور ہوں۔ اپنی بہن کے لئے کچھ نہیں کرسکتی۔

گلنار کو لگتا ہے وقت کہیں گم ہو گیا ہے۔ فکرمندیاں بھیراں سمندر کی طرح ذہن میں ابھرتی ہیں۔ اس نے کھڑکی کھول کر سڑک کی طرف دیکھا ہر روشنیوں کا میلہ لگا ہے۔ لوگ جاگ رہے ہیں' ہر کچھ روشن ہے' خوشی ہر شے سے چھوٹ رہی ہے مگر گلنار رات بھر پریشان رہی کہ شادی کے لئے روپیہ کہاں سے فراہم کیا جائے۔ آفاق نے ایک غیر کی طرح ایک سامان کا آفر کر دیا۔ انہیں پوچھنا تو چاہئے تھا کہ کیا کمی ہے۔ کس طرح انتظام ہوگا۔ کس چیز کی کمی تو نہیں ہے لیکن انہوں نے کچھ نہیں کہا' میں کہہ بھی کیا سکتی تھی۔ اس آفر پر میری آواز ہی بند ہوگئی۔ مجھے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اس کا ذہن بار بار شازیہ کی طرف مرکوز ہو جاتا کہ کہیں وہ ٹوٹ نہ جائے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک آئے۔ وہ سسکنے لگی۔ اس کی سسکیوں کی بازگشت پورے کمرہ میں پھیل گئی اور بھیگی بھیگی آنکھیں اور تھکا تھکا ذہن لئے وہ سوگئی۔

●●

شازیہ کے چہرے پر چند گھنٹے پیشتر جو شگفتگی تھی وہ معدوم ہوگئی۔ اس کی جگہ گہری اداسی نے لے لی۔ وہ استعجاب کے عالم میں کمرہ میں ٹہلنے لگی۔ کمرہ میں پھیلا سناٹا اور بھی گہرا ہو گیا۔ رات آہستہ آہستہ آنکھیں موند رہی تھی مگر اس کے چہرے سے آسودگی غائب ہو چکی تھی اور اس کی جگہ پریشانی نے لے لی تھی۔ شازیہ کا پریشان ہونا فطری تھا کہ اتنی جلدی شادی طے ہوئی ہے ابو پریشان ہیں اور ان کا پریشان ہونا لازمی ہے کہ شادی کے اخراجات کے لئے جتنے روپے چاہئیں وہ کہاں سے آئیں گے۔ ابو نے کچھ دن قبل ہی آپی کی شادی کی ہے اور پھر میری شادی؟

شازیہ کے کمرہ میں خاموشی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ سسک رہی ہے۔ آنکھوں سے آنسو کے قطرے رواں ہیں۔ وہ کیا کرے؟ ابو کی کوئی مدد بھی نہیں کرسکتی اگر اسے نوکری مل جاتی تو یقیناً وہ ابو کی مدد کرتی لیکن وہ بے بس اور مجبور محض خود کو تصور کرتی ہے۔

●●

شامہ بھی سوچ رہی تھی کہ شاذیہ آپی کی شادی کیسے ہوگی۔ ابو کے پاس تو روپیہ نہیں ہے۔ وہ آسانی سے شادی کر سکیں۔ نوشے بھائی سے امید تھی کہ وہ بھی مدد کریں گے لیکن وہ شاید آپی کی بات سمجھ نہیں سکے۔ ایسے میں کیا ہوگا؟ اس کی آواز بھر آگئی اور اس کی پیاری پیاری آنکھوں میں جو سیاہ پلکوں کے سائے میں ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ آنسو بھر آئے۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے بھی نیند غائب ہو گئی تھی۔

●●

عبدالرحمن کی آنکھوں سے بھی نیند غائب ہوگئی تھی۔ ان کے چہرے پر تناؤ کے آثار نمایاں تھے۔ ان کے کمرہ میں بھی اندھیرے نے چادر پھیلا دیا تھا وہ سوچتے ــــــ وقت کتنا بے رحم ہوتا ہے۔ ہر پل، ہر لمحہ امتحان میں مبتلا رکھتا ہے۔ کبھی انسان امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے اور کبھی ناکام، یہی دنیا کا دستور ہے۔ ان کا ذہن بار بار شاذیہ کی طرف مرکوز ہو جاتا۔ ان کے چہرے پر فکرمندی کی لکیریں ابھر آئی تھیں اور ان کا فکرمند ہونا لازمی تھا۔ بیٹی کی شادی تھی سارے انتظام کرنے تھے۔ پیسے کی کمی بے حد کھٹک رہی تھی۔ سارا انتظام کیسے ہوگا، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اچانک بجلی چلی گئی۔ عبدالرحمن نے ایزی چیئر سے اٹھ کر اپنا بوڑھا جسم بستر پر بچھا دیا۔ دل و جان سوکھے پتے کی طرح کانپ رہے ہیں۔ نیند سے بوجھل بھاری آنکھیں بند ہونے لگیں مگر پریشان ذہن آنکھیں بند نہیں ہونے دیتا۔ کچھ ہی دیر کے بعد بجلی آ گئی۔ ان کی بند آنکھ کھل گئی۔ لرزتی انگلیوں سے بیڈ سوئچ آف کر دیا اور اپنے جسم پر چادر ڈال لیا۔

●●

صبح جب نمودار ہوئی تو گھر کے ہر فرد کے چہرے پر فکر کی لکیریں صاف نظر آ رہی تھیں۔ ناشتے کی ٹیبل پر ہر فرد ایک دوسرے کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چائے کا پیالہ لے کر عبدالرحمٰن ڈرائنگ روم میں آ گئے اور صوفے پر بیٹھ گئے۔ ان کے پیچھے گلنار بھی آ گئی اور ان کے سامنے ہی بیٹھ گئی۔

"بیٹی گلنار میں سوچ رہا ہوں کہ ہم لوگ چل کر طارق سے ایک بار مل لیں۔" —— عبدالرحمٰن نے بجھے دل سے کہا۔

"جی ابو آپ ضرور دیکھ لیں کیونکہ آپ کا دیکھنا ضروری ہے۔" —— گلنار نے بھی بے دلی سے کہا۔

"بیٹی تبریز پر مجھے پورا یقین ہے لیکن طارق کے گھر والوں کو بھی آ کر ایک بار شازیہ کو دیکھ لینا چاہئے اور چھوٹی موٹی رسم کر لینی چاہئے۔" —— عبدالرحمٰن نے باری باری سے سبھی بیٹیوں کے چہرے کو دیکھا۔

"جی ابو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" —— شامہ بولی۔

"تو پھر تبریز کو فون کر کے خبر کر دو کہ وہ طارق سے وقت لے لے کسی دن ہم تم اور تبریز چل چلیں گے۔" ——

"میں ابھی فون کرتی ہوں۔" —— گلنار اٹھ کر فون کے قریب جیسے ہی آئی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا —— "ہیلو۔"

"جی۔"

"ایسا ہے کہ طارق کے والدین آج صبح ہی دلی آئے ہیں وہ لوگ انکل سے ملنے کے خواہاں ہیں۔ میں نے آج شام کا وقت دے دیا ہے۔ انکل اور تم شام کو پانچ بجے طارق کے گھر پہنچ جانا۔ میں اسٹوڈیو سے سیدھا وہیں پہنچ جاؤں گا۔"

"جی۔"

"کیا بات ہے تم کچھ پریشان سی لگ رہی ہو۔ طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"جی طبیعت ٹھیک ہے۔ وہ رات میں نیند نہیں آئی اسی لئے طبیعت بوجھل لگ رہی ہے۔"

"انکل کیسے ہیں۔"

"ٹھیک ہیں۔"

"تم انکل کو لے کر پہنچ جانا۔ پروگرام طے رہا۔"

"جی۔" —— گلنار ریسیور رکھ کر صوفہ کی طرف لوٹ آئی۔

"کس کا فون تھا بیٹی۔" —— عبدالرحمٰن جو سنجیدگی سے گلنار کی باتیں سن رہے تھے کچھ سمجھ نہیں پائے۔

"تبریز کا فون تھا۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"وہ کہہ رہے تھے کہ طارق کے والدین دلی آئے ہوئے ہیں۔ اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے شام کا وقت دے دیا ہے۔ مجھے اور آپ کو شام پانچ بجے پہنچنے کو کہا ہے۔" ——

"تبریز کو بھی بلا لیتی تو اچھا ہوتا۔" —— عبدالرحمٰن نے گلنار کی طرف دیکھا۔

"وہ وقت پر پہنچ جائیں گے۔" —— گلنار بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"واقعی تبریز اس گھر کے ایک فرد کی طرح اپنا فرض نبھا رہا ہے۔" —— عبدالرحمٰن دل ہی دل میں تبریز کے شکر گزار تھے۔

اچھا بیٹی میں چلتا ہوں۔ بینک سے کچھ روپیہ بھی نکال لوں گا۔ آخر مٹھائی وغیرہ لے کر جانا ہوگا۔ پہلی بار جا رہے ہیں۔" ——

"جی ابو۔"

عبدالرحمن اُٹھے اور دروازے سے نکل گئے۔

''آپی شام کو طارق بھائی کے گھر جا رہی ہیں۔ میں بھی چلوں' انہیں ایک بار دیکھنا چاہتی ہوں۔''——شائستہ نے التجا کی۔

''شائستہ آج نہیں چونکہ طارق کے والدین بھی وہاں موجود ہوں گے اور بہت ساری باتیں طے ہوں گی۔ پھر کسی دن تم اور شاہد چلی جانا' ٹھیک۔''——گلنار نے سمجھایا۔

''جی آپی......لیکن کل آپ نے نوشے بھائی سے بات کی تھی تو انہوں نے کیا کہا جو آپ اس طرح اُداس ہو گئیں اور رات بھر نہیں سوئیں۔''——شائستہ بالکل پاس سرک گئی۔

''انہوں نے صرف ایک فرتج دینے کی بات کہی ہے۔''——

''اوہ......میں سمجھ گئی آپ اسی لئے رات بھر پریشان رہیں۔ آپی اس طرح پریشان ہونے سے مسئلہ حل نہیں ہو جائے گا۔ خدا کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا۔''——شائستہ نے دلاسہ دلایا۔

''انشاءاللہ''——گلنار نے شائستہ کو مسکرا کر دیکھا۔ اس نے بہت سمجھداری کی بات کہی تھی۔ گلنار اپنے کمرہ کی طرف بڑھ گئی اور شائستہ چائے کی پیالی اٹھا کر کچن میں داخل ہو گئی۔

شام کو جب گلنار عبدالرحمن کے ساتھ طارق کے گھر پہنچی تو اس نے تبریز کو وہاں پہلے سے موجود پایا۔

''آئیے انکل۔''——تبریز نے بڑھ کر دونوں کا استقبال کیا۔ یہ ہیں طارق کے والد نعیم احمد صاحب، یہ والدہ اور یہ طارق۔ اور آپ ہیں شاذیہ کے والد عبدالرحمن صاحب اور یہ ان کی بڑی بیٹی گلنار۔''——تبریز نے سب کا تعارف کرایا۔

نعیم احمد نے اُٹھ کر تپاک سے عبدالرحمن سے ہاتھ ملایا پھر گلے سے لگا لیا۔

''تم ادھر آؤ بیٹی۔''——طارق کی والدہ نے گلنار کو اپنی بغل میں بٹھا لیا۔

''عبدالرحمن صاحب اچانک میرا دلّی کا پروگرام بن گیا کیونکہ میں نے اپنی بیٹی کا رشتہ طے کر دیا ہے اور اگلے مہینے کی 18 تاریخ بھی طے کر دی ہے۔ میں نے سوچا جب طارق کی شادی کرنی ہی ہے تو پھر دیر کس بات کی۔ لڑکی اسے پسند ہے مجھے تو صرف شادی کی رسم پوری کرنی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں اسی تاریخ کے آگے پیچھے طارق کی بھی شادی طے کر دی جائے۔ تبریز صاحب چونکہ اس رشتے میں پیش پیش رہے ہیں اس لئے میں نے ان کو زحمت دی حالانکہ یہ اپنا بہت قیمتی وقت ہم لوگوں کو دے رہے ہیں۔''——نعیم احمد نے تبریز کی طرف دیکھا۔

''جی' وہ تو ہے لیکن میں ٹھہرا لڑکی والا۔ کچھ مہلت دیجئے۔ مجھے بھی تو کچھ انتظام کرنا ہے۔''——عبدالرحمن نے طارق کی طرف دیکھا۔

''عبدالرحمن صاحب۔ خدا کا دیا ہوا میرے پاس سب کچھ ہے میں پٹنہ میں اورینٹل انشورنس کمپنی میں منیجر ہوں۔ دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹے اور ایک بیٹی کی شادی پہلے کر چکا ہوں۔ اب ان دونوں کی کر رہا ہوں۔ دیکھئے آپ کی لڑکی کو تو دلّی میں ہی رہنا ہے کیونکہ طارق کی نوکری دلّی میں ہے۔ آپ کو کچھ بھی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ دو چار مہینے میں طارق ضرورت کا سب سامان خرید لے گا۔ کیونکہ اس کی کمائی سے مجھے ایک پیسہ نہیں چاہئے۔ میں اپنے بچوں کی خوشی چاہتا ہوں۔ اس لئے میں ذات برادری پر بھی یقین نہیں رکھتا۔ طارق نے مجھ سے کہا اور میں نے فوراً حامی بھر لی۔ آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ جو بھی تھوڑا بہت آپ اپنی بیٹی کو دینا چاہتے ہیں دے دیجئے مگر اسی تاریخ میں شادی طے کر لیجئے۔ تاکہ میں ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاؤں۔''——نعیم احمد نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''انکل آپ پریشان نہ ہوں۔ سب ہو جائے گا۔ آپ صرف شادی کے لئے حامی بھر لیجئے۔''——تبریز ہاشمی نے عبدالرحمن کا حوصلہ بڑھایا۔ انہوں نے گلنار کی

طرف دیکھا۔ گلنار بھی پس و پیش میں پڑ گئی۔ وہ یہ کہنے کا منصب ہے۔ شادی تو بھی سکتی ہے اور جب طارق کی بہن کی شادی ہو رہی ہے تو کوئی بھی چاہتا کہ ایک ہی خرچ میں دونوں کی شادی ہو جائے۔ گلنار صرف عبدالرحمن کو تکتی رہ گئی۔ اس نے تبریز کی طرف دیکھا تبریز بھی اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہاں کہنے کا اشارہ کیا۔ تب اس نے اپنے والد کو سر ہلا کر ہاں کہنے کو کہا۔

''ٹھیک ہے جب آپ لوگوں کی یہی مرضی ہے تو پھر مجھے اعتراض کیا ہو سکتا ہے۔''—— عبدالرحمن نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''تو ایسا کرتے ہیں کہ ۱۵ اپریل کی تاریخ طے کرتے ہیں۔ ۱۵ اپریل کو محدود اکیسپریس سے ہم لوگ بارات لے کر آجائیں گے۔ زیادہ نہیں صرف چالیس پچاس لوگ ہوں گے۔ آپ سے جو ہو سکتا ہے کھانے پینے کا انتظام کر دیجئے گا۔ زیادہ زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ریسپشن ہم شاندار طریقے سے پٹنہ میں دیں گے۔ اور آپ سب کو وہاں آنا ہوگا۔''—— نعیم احمد نے تاریخ پہلے سے ہی سوچ رکھا تھا۔

''جی آپ کی باتوں سے مجھے بہت حوصلہ ملا ہے۔''—— عبدالرحمن کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

''عبدالرحمن صاحب! اسلام نے شادی بہت سادگی سے کرنے کو کہا ہے لیکن ہم لوگوں نے دوسرے مذاہب کی نقل کر کے شادی کو مشکل بنا دیا ہے جس کی وجہ سے ان غریب لوگوں کی پریشانی بڑھ جاتی ہے جن کی آمدنی محدود ہوتی ہے۔ آپ کو زیادہ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی بیٹی کو ایک جوڑے کپڑے میں رخصت کریں گے ہم اُسے بھی قبول کریں گے چونکہ مجھے نہ جہیز کی ہوس ہے نہ دنیا کو دکھانا ہے کہ میرے بیٹے کو اتنا سب کچھ ملا اور نہ میرے بیٹے کو کسی چیز کی خواہش ہے۔ طارق سب کچھ اپنا خود کرے گا کیوں بیٹے؟''—— نعیم احمد نے طارق کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر خوشی کا تبسم تھا۔

''جی ابو مجھے کچھ نہیں چاہئے' میں پانچ چھ مہینے میں اپنی ضرورت کی ہر چیز خرید لوں گا۔''—— طارق نے حوصلے کے ساتھ کہا۔

''عبدالرحمن صاحب میری اہلیہ' شاذیہ سے ایک بار ملنا چاہتی ہیں۔ آپ انہیں کسی دن ملوا دیں۔ مجھے کچھ دیکھنا و یکھنا نہیں ہے۔''

''بالکل اب تو شاذیہ ان کی ہونے والی بہو ہے۔ کل ہی شام میں آجائیے اور آپ دونوں کھانا میرے غریب خانے پر کھائیے۔''

''میں انکار کیسے کر سکتا ہوں' آخر آپ میرے سمدھی ہونے والے ہیں۔ نہیں بلکہ ہو گئے۔ میں نے مان لیا......... بالکل آجاؤں گا۔''

''تبریز بیٹے تم بھی آجانا۔'' عبدالرحمن نے تبریز کی طرف دیکھا۔

''انکل کل میں کچھ زیادہ ہی مصروف ہوں۔ اس لئے مجھے معاف کریں۔ پھر کسی دن کھا لوں گا۔ وہ تو میرا گھر ہے۔''—— تبریز نے گلنار کے چہرے کا تاثر پڑھنے کی کوشش کی' اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔

''تو پھر آنٹی کو بھیج دیجئے گا۔''—— گلنار نے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں شکریہ ادا کر رہی ہو۔

''ہاں ان کو ضرور بھیج دوں گا لیکن شائقہ کو کہنا جا کر لے آئے' اکیلی وہ کہیں نہیں جاتیں۔''

''ٹھیک ہے میں بھیج دوں گی۔'' گلنار کے چہرے سے اب کسی حد تک اداسی غائب ہو گئی تھی۔

تبریز نے اپنی جیب سے ایک ڈبہ نکالا اور عبدالرحمن کی طرف بڑھا دیا۔

''انکل طارق کو انگوٹھی پہنا کر ایک چھوٹی سی رسم پوری کر دیجئے۔''—— عبدالرحمن اور گلنار یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے۔ انہوں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ شادی کی تاریخ بھی طے ہو جائے گی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ضرور انگوٹھی لے کر آتے۔ انہیں شرمندگی

ہوئی۔تبریز اٹھ کر عبدالرحمن کے قریب آ گیا اور ڈبہ ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔وہ اُٹھے۔ ڈبے سے انگوٹھی نکال کر طارق کی انگلی میں پہنا دی۔پھر تبریز نے ایک مٹھائی کا ڈبہ نکالا اور گلنار کی طرف بڑھایا۔

''اس میں سے ایک مٹھائی طارق کو کھلایئے۔''

گلنار نے ایک مٹھائی نکالی اور طارق کے منہ میں ڈال دی۔تبریز نے دوسرا مٹھائی کا ڈبہ نعیم احمد کی طرف بڑھایا۔انہوں نے ایک مٹھائی اُٹھائی پھر طارق کی والدہ کی طرف بڑھایا۔انہوں نے بھی ایک مٹھائی اٹھائی پھر عبدالرحمن کی طرف بڑھایا۔جب گلنار کی طرف بڑھایا تو گلنار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر تبریز مسکرا رہا تھا۔گلنار نے ایک مٹھائی اُٹھا کر تبریز کے منہ میں ڈال دیا اور دوسری مٹھائی خود لے کر منہ میں ڈال لی پھر ہتھیلی سے آنسو پونچھے۔

''اب مجھے اجازت دیجئے۔''—— تبریز کھڑا ہو گیا۔

''ارے ایسے کیسے جایئے گا۔چائے تو پی کر جایئے۔''—— طارق کھڑا ہو گیا۔اس کی والدہ بھی کھڑی ہو گئیں۔دونوں کچن میں گئے۔ناشتے کی ٹرے لا کر طارق نے میز پر رکھ دیا اور اس کی والدہ چائے بنانے لگیں۔

چائے اور ناشتے کے بعد تبریز،عبدالرحمن اور گلنار باہر آئے۔

''اچھا اب اجازت چاہوں گا۔''—— عبدالرحمن نے بڑھ کر نعیم احمد سے ہاتھ ملایا——

''کل شام میں آپ لوگوں کا انتظار رہے گا۔''—— گلنار نے کہا۔

''ہم لوگ آ جائیں گے۔''—— طارق کی والدہ نے کہا۔

تینوں لوگ باہر آ گئے۔تبریز نے ایک آٹو کو آواز دی۔آٹو رکا۔

''بیٹے!تمہارا شکریہ کس طرح ادا کروں—— عبدالرحمن کی آنکھیں بھیگ گئیں۔''

''اپنے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا انکل۔آپ لوگ گھر چلئے میں تھوڑی دیر

میں آ رہا ہوں۔''——

آٹو والا انجن اسٹارٹ کرتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے۔تبریز اپنی بائیک اسٹارٹ کر کے ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگتا ہے۔

●●

گھر پہنچتے ہی عبدالرحمن اور گلنار صوفے پر دھنس گئے۔ شاذیہ، شامہ اور شائقہ نے جب دونوں باپ بیٹی کو اس طرح نڈھال دیکھا تو گھبرا گئی۔

''کیا ہوا ابو؟''——شامہ نے پوچھا۔

''کیا بات ہے آپی۔ آپ لوگ اس طرح اُداس کیوں بیٹھے ہیں۔''——شائقہ نے بھی پوچھا۔

''آپی' کیا طارق کے گھر والوں نے شادی سے انکار کر دیا۔''——شاذیہ الگ پریشان ہو اُٹھی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے شاذیہ۔''——گلنار نے بتایا۔

''تو پھر کیا بات ہے۔''——شاذیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''بات یہ ہے کہ تم دونوں کی شادی 15 اپریل کو طے ہوگئی ہے۔''——گلنار نے یہ اطلاع دی۔

''اتنی جلدی۔''——شاذیہ کو حیرت ہوئی۔

''ہاں چونکہ طارق کی بہن کی شادی 18 اپریل کو طے ہوگئی ہے ان کے والدین چاہتے ہیں کہ طارق کی بھی شادی ساتھ ہو جائے اس لئے انہوں نے 15 اپریل کی تاریخ طے کر دی ہے۔''——گلنار نے تفصیل بتائی۔

''یہ تو خوشی کی بات ہے۔''——شامہ نے خود کو نارمل کر لیا۔

''ہاں خوشی کی تو بات ہے لیکن اتنی جلدی تیاری کیسے ہوگی۔ اگر ہاتھ میں روپیہ ہو تو ایک ہفتے میں تیاری کی جا سکتی ہے مگر ہاتھ خالی ہو تو ایک مہینہ بھی کم معلوم پڑتا ہے۔''——گلنار نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''آپی یہ بات تو ہے۔ پھر آپ لوگوں نے وقت کیوں نہیں مانگا۔''——شامہ نے ایک بات رکھی۔

''حالات ایسے تھے کہ وقت مانگنا مناسب نہیں تھا۔ ان لوگوں کی کوئی ڈیمانڈ نہیں ہے' بس ہم لوگ اپنی خوشی سے جو دے دیں۔ لیکن کوئی بھی لڑکی والا لڑکی کو خالی ہاتھ تو رخصت نہیں کرے گا۔ کچھ نہ کچھ تو دے گا ہی۔ زیور' فرنیچر' کپڑے اور دیگر لوازمات۔''——گلنار نے بتایا۔

''یہ تو صحیح ہے لیکن اب کیا ہوگا؟''شامہ نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''یہی تو سوچنا ہے۔'' گلنار بھی سوچنے لگی۔

سبھی خاموش ہو جاتے ہیں اور سبھی کے چہرے پر پریشانی کا عکس صاف نظر آتا ہے۔ اس خاموشی کو کال بیل کی آواز توڑتی ہے۔ شائقہ دروازہ کھولتی ہے تو سامنے تبریز کو دیکھ کر مسکرا دیتی ہے۔

''آیئے بھائی جان۔'' وہ دروازے سے ہٹ جاتی ہے۔ تبریز اندر آجاتا ہے اور صوفے پر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر باری باری سے سب کے چہرے کو دیکھتا ہے۔

''آپ لوگوں کی پریشانی میں اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ اسی لئے سبھی چہرے مرجھائے ہوئے ہیں۔ بیٹی کی شادی کرنا آسان نہیں ہے لیکن اتنا اچھا موقع ہاتھ سے جانے بھی نہیں دینا ہے۔ طارق ایک اچھا لڑکا ہے اور اس کے گھر والے اُس سے زیادہ اچھے ہیں۔ ساری باتیں صاف صاف بتا دیں۔ کچھ بھی اندھیرے میں نہیں رکھا۔ اس لئے میں نے بھی ان کی دی ہوئی تاریخ پر حامی بھر لی۔ شاذیہ کی شادی اُسی تاریخ میں ہوگی۔''——تبریز جیب سے ایک چیک نکالتا ہے اور عبدالرحمن کی طرف بڑھاتا ہے——

''انکل میں جانتا ہوں فی الوقت آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اگر آپ کو دو چار مہینے کی مہلت ملتی تو آپ سارا انتظام خود ہی کر لیتے لیکن جو ہوتا ہے اچھا ہی ہوتا ہے۔ یہ دو لاکھ روپیہ کا چیک ہے آپ اس سے کام چلائیں۔ اگر مزید ضرورت ہو تو بلا جھجک مانگ لیجئے گا۔ جب آپ کے پاس روپیہ آجائے تو لوٹا دیجئے گا۔ میں نے کار خریدنے کے لئے یہ

روپے رکھے تھے۔ اسی میں سے یہ روپے آپ کو دے رہا ہوں۔ کار دو چار مہینے کے بعد بھی خریدی جا سکتی ہے لیکن روپے کی وجہ سے شاذیہ کی شادی ٹل جائے یہ مناسب نہیں ہے۔ میں یہ روپے دے کر آپ لوگوں پر کوئی احسان نہیں کر رہا ہوں بلکہ انسانیت کے ناتے اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ میری کوئی بہن نہیں ہے۔ شاذیہ، شامہ اور شائستہ میری بہن کی طرح ہیں اگر ان کے دکھ درد میں میں کام نہ آ سکا تو پھر بھائی کہلانے کا حق نہیں ہے مجھے۔ یہ لیجئے۔'' —— تبریز نے چیک میز پر رکھ دیا۔ شاذیہ کا دل ہوتا ہے کہ وہ تبریز سے لپٹ کر خوب روئے مگر ایک ٹک تبریز کو دیکھتی رہتی ہے۔ گلنار کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور شامہ، شائستہ کی آنکھیں بھی بھیگ جاتی ہیں۔ عبدالرحمن صرف تبریز کو دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

''انکل اب یہ نہ کہیئے گا کہ شکریہ کس طرح ادا کروں۔ میری بہن شاذیہ کی ڈولی اُٹھ جائے اس سے بڑھ کر میری خوشی کیا ہوگی۔'' ——

شاذیہ جو بہت دیر سے ضبط کئے ہوئے تھی اُٹھ کر تبریز کے سینے سے لگ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''پگلی سارے آنسو آج ہی بہادے گی تو رخصتی کے وقت میں کیا کرے گی۔'' —— تبریز نے اس کے سر کو سہلایا اور خود سے الگ کیا۔ پھر جیب سے رومال نکال کر اس کے آنسو پونچھے پھر گلنار، شامہ اور شائستہ کی طرف دیکھا۔ سب کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

''اچھا میں چلتا ہوں۔ میری جب بھی ضرورت ہو فون کر دیجئے گا۔ حاضر ہو جاؤں گا۔'' ——

''بھائی جان چائے تو پیتے جایئے۔'' —— شائستہ کھڑی ہوگئی۔

''پھر کبھی، ابھی میں سیدھے یہاں سے اسٹوڈیو جاؤں گا۔ ممکن ہے گھر لوٹتے لوٹتے بارہ بج جائے۔'' —— تبریز دروازہ کی طرف بڑھا، گلنار اسے دروازہ تک

چھوڑنے آئی۔ تبریز نے اُسے دیکھا۔ جہاں ایک طرف اُس کے چہرے پر خوشی کی جھلک تھی وہیں احسان مندی اس کی آنکھوں سے جھانک رہی تھی۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی مگر تبریز نے موقع ہی نہیں دیا۔ وہ دروازہ سے فوراً باہر آ گیا۔ اور کہا۔

''خدا حافظ۔''

''خدا حافظ۔'' گلنار نے بھی جواب دیا اور اس وقت تک دروازہ پر کھڑی دیکھتی رہی جب تک تبریز آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

●●

گلنار کی آنکھوں میں کل بھی نیند نہیں تھی اور آج بھی غائب ہے لیکن فرق یہ ہے کہ کل پریشانی کی وجہ سے نیند غائب تھی اور آج جب اس پریشانی سے نکل آئی ہے تو تب بھی اس کا دماغ سوچ رہا ہے۔ گھوم پھر کر اس کا ذہن تبریز کو اپنے احاطے میں لے رہا ہے کہ تبریز تو ہم لوگوں کا کوئی نہیں لگتا۔ دور کی بھی رشتے داری نہیں ہے لیکن اس مشکل وقت میں اُس نے ساتھ دیا۔ اس کا کوئی مفاد بھی نہیں ہے۔ پھر بھی اس نے مدد کی لیکن آفاق نے کتنی خوبصورتی سے ٹال دیا۔ اس نے یہ بھی پوچھنا گوارہ نہ کیا کہ شادی میں کوئی پریشانی تو نہیں پیش آرہی ہے لیکن تبریز نے ہمارے پریوار کی مشکل آسان کردی ہے۔

رات اپنے شباب پر ہے اور گلنار اپنے بستر پر لیٹی ہے۔ تبریز نے اس کی مشکل آسان کردی تھی اور جب انسان مشکل سے نکل جاتا ہے تو اس کا ذہن ان لمحوں کو یاد کرتا ہے جو خوبصورت سمے وہ گزارتا ہے۔ گلنار کا ذہن اچانک ہی آفاق کی طرف مرکوز ہوگیا۔ آج پھر آفاق کی یاد نے اُسے تڑپا دیا تھا۔

''اُف وہ سمے........جس میں آپ کا ساتھ تھا........خواب میں ہی سہی میرے نرم و نازک ہاتھ میں آپ کا ہاتھ تھا۔ کس طرح سپنوں کے راستے پر یوں ابرِ رواں کی روش پہ دل میں چھپائے عشق کا طوفان' وصل کے بے پناہ سمندر میں کس طرح غرق تھے۔ سینے میں گونجتا تھا وصل کی سمفنی کا شور........مگر آج وہ سب ایک خواب سا لگتا ہے جیسے آنکھ کھلتے ہی سب معدوم ہوگیا ہے۔ کھو گیا ہے ایک انجانے کھنڈر میں میرے اداس حال کو کون سمجھے گا۔ موسم ہجر کی قسم آج آپ کی یاد نے پھر تڑپا دیا ہے۔

●●

شاذیہ کی سوچ کا محور بھی تبریز ہی ہے۔ وہ سوچ رہی ہے تبریز بھائی نے ہم لوگوں کی مشکل آسان کردی۔ انہوں نے آڑے وقت میں ساتھ دے کر اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ میں ان کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ وہ ایک بار پھر تبریز کو فون کرکے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہ رہی تھی مگر اس کی ہمت نہ ہوئی۔ آج وہ بہت خوش تھی۔ اتنی خوش کہ جھوم جھوم اٹھی۔ اس نے اپنی ڈائری نکالی اور لکھنا شروع کیا——

میں تجھے دیر سے سن رہی ہوں
ہوا میری کھڑکی تلک آکے کیوں لوٹ جاتی ہے
نیند کے ملک میں' میں یہاں جاگتی ہوں
نیند کے ملک میں' تو وہاں جاگتا ہے
بیچ میں خواب کی ایک سرحد
کہیں کچھ ہوا ہے
کچھ تو ہوا ہے
کوئی یاد کی چادر اوڑھے
جاڑے کے انتم پہر' مجھے سوچتا ہے
کہیں کچھ ہوا ہے
ستاروں کی جلتی ہوئی آہٹوں میں تمہیں دیکھتی ہوں
میں اس آسماں کی زمینوں میں شاید تمہیں دیکھتی ہوں
ادھر ایک پہاڑی کے پیچھے سمندر کی موجیں بلاتی ہیں مجھ کو
کوئی تو وہاں ہے
جو پانی سے اٹھکیلیاں کر رہا ہے
کہیں کچھ ہوا ہے

جب نظم پوری ہوگئی تو اس نے ڈائری بند کیا اور بستر پر دراز ہوگئی۔

●●

عبدالرحمن حالانکہ بے حد خوش تھے لیکن بار بار تبریز کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ ایک اجنبی نے اس طرح مدد کی جو اپنا بھی نہیں کرتا۔ وہ دل ہی دل میں اس کو دعا ئیں دے رہے تھے کہ اس نے ان کی مشکل آسان کردی تھی اور منجدھار سے نکال کر ساحل پر لاکر کھڑا کردیا تھا۔ جہاں سے منزل صاف نظر آرہی تھی۔

آج ان کو اپنی بیوی بہت یاد آرہی تھی۔ وہ اس کی تصویر کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ تصویر میں ان کی بیوی سنجیدہ کی تصویر انہیں دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ وہ دیر تک تصویر کو نہارتے رہے۔ ایک بار تو کچھ لمحوں کے لئے ایسا لگا کہ جیسے فریم سے نکل کر سنجیدہ کمرہ میں آگئی ہے۔ پورے کمرہ میں اس کی خوشبو پھیل گئی ہے وہ کہہ رہی ہے——

''آپ نے آج میری بیٹی کی شادی طے کردی میں بے حد خوش ہوں' اتنی خوش کہ میری روح آپ کو مبارکباد دینے آپ کے پاس آگئی ہے۔ آپ یہ کام بخوبی انجام دیں بس یہی میری دعا ہے۔ تصویر پھر جامد ہوگئی۔ سنجیدہ کی مسکراہٹ بھی غائب ہوگئی۔ عبدالرحمن نے ایک لمبی سانس لی' بستر کی طرف لوٹ آئے اور اپنے کمزور جسم کو بستر پر گرا دیا۔ ابھی بھی ان کا ذہن تبریز کو اپنے احاطے میں لے رہا تھا—— ''کاش تبریز میرا داماد ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔''

●●

گلنار کی آنکھ موبائل کی گھنٹی کی آواز سے کھل گئی۔ اس نے سوئے سوئے ہی میز سے موبائل اُٹھا کر کان سے لگایا۔

''ہیلو۔''

''کہئے میری ممتاز محل۔ نیند سے بیدار ہوگئیں یا ابھی تک میری یادوں کے شالیمار باغ میں سیر کر رہی ہیں۔''—— آفاق رومانی ہوگیا تھا۔ گلنار کو یقین نہیں تھا کہ اتنی صبح آفاق فون کرے گا۔ ایک تو پہلے سے ہی ناراض تھی دوسرے آفاق کے فون نے اس کی نیند میں خلل پیدا کردیا تھا۔ اس نے تیور بدل کر کہا۔

''آپ نے فلم مغل اعظم دیکھی ہے۔''

''ہاں ایک بار نہیں۔ کئی بار۔ کل بھی دیکھ رہا تھا اس کی رنگین پرنٹ۔''

''میرا حال اس انارکلی کی طرح ہے جسے سلیم مرنے نہیں دے رہا تھا اور اکبر جینے نہیں دے رہا ہے۔''—— گلنار نے روہانسی آواز میں کہا۔

''گلنار یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔''

''انارکلی کو تو دیوار میں چنوا کر اسے مکتی دے دی گئی لیکن پتہ نہیں میرا کیا ہوگا۔ میں کب تک گھٹ گھٹ کر جیتی رہوں گی۔''—— گلنار کا انداز باغیانہ ہوگیا۔

''گلنار لگتا ہے آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ میں نے مانا کہ آپ تنہا ہیں لیکن چند سالوں کی ہی تو بات ہے۔ میں آکر آپ کے سارے شکوے گلے دور کردوں گا اور ہاں شاذیہ کے رشتے کا کیا ہوا۔''——

''15/اپریل کی تاریخ طے ہوگئی ہے۔''

''اتنی جلدی۔''

''ہاں ہماری شادی بھی تو ایک ہفتے میں طے ہوگئی تھی۔ شاذیہ کی بھی طے ہوگئی۔ آپ تو شادی میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں چلئے میں آپ کی طرف سے مبارک باد

دے دوں گی۔ اچھا خدا حافظ۔''——

گلنار موبائل آف کر کے باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ آفاق نے دوبارہ کال کیا۔ گھنٹی بجتی رہی مگر گلنار باتھ روم سے باہر نہیں آئی۔ آخر موبائل کی گھنٹی کی آواز سن کر شامہ کمرہ میں داخل ہوئی اور کان سے لگا کر ریسیو کیا۔

''گلنار''—— آفاق نے اسے گلنار سمجھا۔

''جی نہیں میں شامہ بول رہی ہوں۔ آپ کون۔''

''آفاق احمد۔''

''او نوشے بھائی اسلام علیکم۔''

''گلنار کہاں ہیں۔''

شامہ نے ادھر ادھر دیکھا۔ باتھ روم سے شاور کی آواز آ رہی تھی۔

''شاید باتھ روم میں ہیں۔''

''باتھ روم سے باہر آئیں تو مجھ سے بات کرا دینا۔''

''جی نوشے بھائی کرا دوں گی۔ اچھا خدا حافظ۔''

''خدا حافظ۔''

شامہ موبائل آف کر کے کمرے سے باہر نکل گئی اور گلنار اطمینان سے نہاتی رہی۔

شامہ جیسے ہی کچن میں داخل ہوئی شائقہ اُسے دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

''کس کا فون تھا؟''

''نوشے بھائی کا۔'' شامہ نے ایک برتن میں کین سے آٹا نکالا اور اس میں پانی ڈال کر گوندھنے لگی۔

''تو آپی نے اٹینڈ کیوں نہیں کیا۔'' شائقہ نے سبزی کا ڈھکن کھول کر اسے چلایا۔

''وہ باتھ روم میں تھیں''—— شامہ نے بے توجہی سے کہا۔

''لیکن اس سے پہلے بھی غالباً نوشے بھائی ہی کی کال تھی اسے تو اٹینڈ کیا تھا۔''

شائقہ سبزی بھونتی رہی۔

''اب باتھ روم سے کیسے نکل کر اٹینڈ کرتیں۔ اس لئے رینگ ہوتا ہوا چھوڑ دیا۔''—— شامہ شائقہ کی بات کو سمجھ نہیں رہی تھی۔

''اگر وہ چاہتیں تو آپ سے موبائل باتھ روم میں بھی منگوا سکتی تھیں۔''——

شائقہ نے چولہے سے سبزی کو اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور روٹی بنانے کے لئے توا چڑھا دیا۔

''شائقہ تم کہنا کیا چاہتی ہو۔'' شامہ آٹے کا پیڑا بنا کر چوکی پر بیلنے لگی۔

''کہنا یہ چاہتی ہوں کہ آپی اس شادی سے خوش نہیں ہیں۔ وہ تنہائی سے گھبرا گئی ہیں اس لئے نوشے بھائی سے ناراض ہیں اور ان سے بات کرنے سے کتراتی ہیں۔''

شائقہ کے دل میں جو بات کانٹے کی طرح چبھ رہی تھی' بتا دیا۔

''تمہارا کہنا درست ہے۔ میں بھی محسوس کرتی ہوں کہ آپی خوش نہیں ہیں اور ان کی ناراضگی برحق ہے۔ شادی کے پندرہ دن بعد ہی کسی کا شوہر اتنے لمبے عرصے کے لئے چلا جائے تو وہ ایسی زندگی سے تو اکتا ہی جائے گی۔ مگر کیا کیا جائے مجبوری ہے۔ آپی کو یہ تنہائی کا بوجھ تو اُٹھانا ہی پڑے گا—— تم یہ سب سوچنا چھوڑ دو اور جلدی سے روٹی بناؤ۔ آپی آج جلدی اٹھ گئی ہیں۔ وہ نہا کر ناشتہ مانگیں گی۔''

شامہ نے روٹی بیل کر شائقہ کی بڑھایا اور شائقہ توے پر ڈال کر سینکنے لگی۔

●●

آفاق دن بھر گلنار کے فون کا انتظار کرتا رہا مگر گلنار نے فون نہیں کیا۔ آفاق کو بے حد غصہ آیا۔ وہ چاہتا ہے کہ فون کر کے گلنار کو ڈانٹے مگر خاموش رہ گیا۔ اسے اس بات کا تھوڑا سا احساس ہو چلا تھا کہ گلنار اس سے ناخوش ہے اس لئے مایوسی کی بات کر رہی ہے اور کچھ چڑچڑی بھی ہو گئی ہے۔ اسے یقین تھا کہ جب وہ لوٹ کر ہندوستان جائے گا تو سارے گلے شکوے دور ہو جائیں گے۔ وہ ٹیبل پر رکھے مینٹل پیس کو اٹھا لیتا ہے جس میں گلنار کی تصویر مسکرا رہی تھی۔ وہ اس سے باتیں کرنے لگتا ہے —— گلنار آپ کو کیا بتاؤں کہ آپ کے آنچل میں چاند ستارے ٹانکنا چاہتا ہوں۔ آپ کو اُڑن طشتری پر بٹھا کر ساری دنیا کی سیر کرانا چاہتا ہوں......... آپ کی ایک ایک خواہش کی تکمیل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو ایک ایسی زندگی دینا چاہتا ہوں جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ اس کے لئے آپ کو میرا ساتھ تو دینا ہوگا۔ میرا انتظار کرنا ہوگا۔ اور میں جانتا ہوں آپ میرا انتظار کریں گی۔ آپ کی یہ ناراضگی بہت جلد دور ہو جائے گی ایسا مجھے یقین ہے ——

آفاق پھر سے گلنار کا نمبر ڈائل کرتا ہے لیکن موبائل طوطے کی طرح رٹتے ہوئے ایک جملے کو دہرا رہا ہے۔ Please dial This call is not going to. after some time. —— گلنار کا نمبر ڈائل کرتے کرتے آفاق کی انگلی بھی تھک گئی۔ اس نے نہ جانے کتنی بار نمبر ڈائل کیا لیکن رابطہ نہ ہو سکا۔ آخر کار اس نے ماں کو فون لگایا جو لگ گیا۔ اس نے سب کی خیریت دریافت کی وہ ماں کو گلنار کی ناراضگی کے بارے میں بتانا چاہتا تھا مگر نہ جانے کیا سوچ کر خاموش رہا۔ جب بات مکمل ہو گئی تو اس نے موبائل بند کر کے جیب میں ڈالا اور اپنے کمرے سے باہر آ گیا۔ آج اس نے بازار کا رخ کیا۔ دکانوں سے کچھ بھی نہیں خریدا۔ وہ کچھ ہی دیر کے بعد اپنے کمرے میں لوٹ گیا اور بغیر کھانا کھائے بستر پر لیٹ گیا —— حالانکہ وہ کچھ ہی دور چلا تھا لیکن اسے تھکاوٹ کا احساس ہوا اور آتے ہی بستر پر لیٹ گیا۔

●●

شاذیہ نے جب دروازہ کھولا تو سامنے مہر اور انیسہ بیگم کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

''السلام علیکم آنٹی۔ آیئے' آیئے نا.........''

انیسہ بیگم اور مہر سلام کا جواب دے کر ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔

''بیٹھئے نا.........ابھی آپی کو بلاتی ہوں۔''

دونوں بیٹھ گئیں۔ شاذیہ نے وہیں سے گلنار کو پکارا۔

''آپی دیکھئے کون آیا ہے۔ مہر اور آنٹی آئی ہیں۔''

گلنار نے اپنے کمرہ سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف بے دلی سے قدم بڑھایا۔ اپنے کمرہ سے ڈرائنگ روم تک محض کچھ فاصلے کی دوری جیسے میلوں میں بدل گئی۔ چھوٹے سے اس فاصلے کو بہت آہستہ آہستہ اور اطمینان سے طے کر رہی تھی۔ جیسے کسی بات کی جلدی نہ ہو۔ وہ یہ بھی بھول گئی کہ اس کی ساس کیا سوچے گی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے اپنی ساس کو سلام کیا۔

''السلام علیکم۔''

''خوش رہو —— انیسہ بیگم نے بہو کو دیکھا۔''

''السلام علیکم بھابھی۔'' مہر نے ہنس کر سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' گلنار نے مہر کو دیکھا۔

''آیئے بیٹھئے نا۔'' —— مہر صوفے پر تھوڑا سرک گئی مگر گلنار سامنے کے صوفے پر بیٹھ گئی۔ شاذیہ کچن کی طرف بڑھ گئی۔

''کیسی ہو بیٹی۔''

''ٹھیک ہوں۔'' روکھا سا جواب تھا۔

''میں نے سوچا بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ مہر بھی بار بار آنے کے لئے ضد کر رہی تھی اسی لئے چلی آئی۔'' —— انیسہ بیگم نے گلنار کی طرف دیکھا۔

"جی بہت اچھا کیا۔" گلنار نے دھیرے سے کہا۔

"آفاق بتا رہے تھے کہ شازیہ کی شادی طے ہوگئی ہے اور 15 اپریل کی تاریخ بھی طے پا گئی ہے۔"——انیسہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی۔"

"لیکن کمال ہے تمہاری شادی بھی ایک ہفتے میں طے پا گئی تھی اور اب شازیہ کی بھی۔ مجھے تو بے حد خوشی ہوئی۔ تمہارے ابّو کا ایک اور فرض ادا ہو جائے گا پھر شامہ اور شائقہ رہ جائیں گی۔"

"جی......سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ آپ لوگوں کو بھی خبر نہیں کر سکی، اب کارڈ چھپ جائے تو لے کر جائیں گے۔"——گلنار بے دلی سے بات کر رہی تھی۔

"بیٹی کوئی شکایت کی بات نہیں ہے۔ لڑکی اپنی سسرال چلی جائے وہی سب سے بڑی خوشی ہے۔ لیکن تمہارا چہرہ مرجھایا ہوا ہے۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"——انیسہ بیگم نے بہو کی طرف دیکھا۔

"طبیعت کو کیا ہوگا امی اور پھر یہاں میرے شوہر تھوڑے ہی موجود ہیں جو میرے دل کی بات سمجھ سکیں۔"——گلنار نے روکھا سا جواب دیا۔

"بیٹی ایسی باتیں نہ کرو۔ کچھ سالوں کی ہی تو بات ہے۔ اس بار آفاق آئیں گے تو میں صاف منع کر دوں گی کہ اب وہ نہ جائیں یہیں کوئی نوکری کریں لیکن اس طرح مایوسی کی باتیں نہ کرو۔"——انیسہ بیگم نے سمجھایا۔

"امی چھوڑیے ان باتوں کو اپنی کہیے آپ ٹھیک تو ہیں۔"——گلنار نے بات پلٹ دی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"اور مہر تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"میں بھی بھلی چنگی ہوں۔"

"بی۔اے کا ایگزام ہوگیا؟"

"جی پچھلے ہفتے ہی ختم ہوا......اب رزلٹ کا انتظار ہے۔"——

"آگے کیا کرنا ہے۔"——گلنار نے پوچھا۔

"اب جو کرنا ہے اپنے میاں کے یہاں جا کر کرے گی۔ آفاق اس کے لئے رشتہ تلاش کر رہے ہیں۔ جیسے ہی کوئی اچھا لڑکا مل جائے گا ہاتھ پیلے کر کے میں حج کے لئے روانہ ہو جاؤں گی۔"——انیسہ بیگم نے اپنا سارا پروگرام بتا دیا۔

"امی کو بس میری شادی کی فکر ہے جبکہ میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں۔"——مہر نے گلنار کی طرف دیکھا۔

"شادی کے بعد بھی پڑھائی جاری رکھی جا سکتی ہے اگر امی نے فیصلہ کیا ہے تو اچھا ہی کیا ہے۔"——گلنار نے اسے سمجھایا۔

شازیہ اور شامہ ناشتے کی ٹرے لئے ڈرائنگ روم میں آئیں اور ٹرے میز پر رکھ کر سامنے بیٹھ گئیں۔

"لیجئے امی ناشتہ کیجئے۔"——گلنار نے ناشتے کی طرف اشارہ کیا۔

"بیٹی ابھی تو میں کھا کر چلی تھی لیکن تم لوگوں کی بات رکھ لیتی ہوں۔"——انیسہ بیگم نے کیک کا ایک ٹکڑا اُٹھا کر منھ میں ڈالا۔ مہر نے بھی ایک بسکٹ اٹھالیا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر دونوں گھر کی طرف روانہ ہوگئیں۔

●●

انیسہ بیگم جب گھر پہنچیں تو ان کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔ گلنار کے رویے سے وہ کافی ناخوش تھیں۔ مہر کو بھی بھابھی کا رویہ اچھا نہیں لگا تھا لیکن وہ گلنار کے درد کو سمجھ سکتی تھیں۔ انیسہ بیگم ایک عورت تھیں اور عورت ہی عورت کا درد بخوبی سمجھ سکتی ہے۔ انہیں لگتا ہے کہ گلنار کی ناراضگی بجا ہے۔ کوئی بھی نئی نویلی دلہن چار سال جدائی کیسے برداشت کر سکتی ہے۔ اس کی امنگیں' خواہشیں' ارمان سب پر پانی پڑ گیا ہے لیکن اس میں آفاق کا کیا قصور ہے۔ اس نے ایک بہتر زندگی جینے کے لئے یہ فیصلہ کیا۔ لیکن یہ فیصلہ اس کے برخلاف چلا گیا۔ کہیں ایسا نہ ہو یہ دوری ایک لکیر نہ کھینچ دے لیکن میں بھی کیا کر سکتی ہوں۔ ایک طرف بیٹے کی نوکری ہے' روپیہ کمانے کی دھن ہے تو دوسری طرف بہو کی خاموشی' بے چارگی اور لاچاری——— وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔ نہ بیٹے کو نوکری سے واپس بلا سکتی تھیں اور نہ بہو کو کہہ سکتی تھیں کہ تم اس حال میں بھی خوش رہو۔ ان کا دل چاہا کہ آفاق کو فون کر کے گلنار کی بے اعتنائی کے بارے میں بتا دیں مگر یہ سوچ کر کال نہیں کیا کہ ناحق پریشان ہو جائے گا۔ وہ خاموشی سے اٹھیں اور اپنے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹنے ہی والی تھیں کہ مہر کے کمرہ سے ٹی۔ وی۔ کی آواز آنے لگی۔ وہ مہر کے کمرے میں پہنچ گئیں اور اس کی بغل میں بیٹھ کر ٹی۔ وی۔ دیکھنے میں مشغول ہو گئیں۔

●●

شاذیہ، شامہ اور گلنار کارڈ پر نام لکھنے میں مصروف ہیں۔ ٹیبل پر کارڈ پھیلا ہوا ہے اور جیسے جیسے نام یاد آ رہا ہے گلنار نام بتا رہی ہے۔ شاذیہ اور شامہ کارڈ پر نام لکھ رہی ہیں۔ شائقہ چائے کی ٹرے لے کر حاضر ہوئی اور سبھی کے ہاتھ میں چائے کا کپ پکڑا کر اپنا پیالہ لے کر وہیں بیٹھ گئی۔

''شائقہ تم اپنی اور کسی سہیلی کو بلانا چاہو تو نام بتا دو۔ لکھ دیں گے۔''——— شامہ نے چائے کی چسکی لی۔

''مجھے آپ تینوں سے ایک التجا کرنی ہے۔''——— شائقہ بے حد سنجیدہ ہو کر بولی۔ تینوں نے ایک ساتھ شائقہ کی طرف دیکھا۔

''کیسی التجا؟''——— گلنار نے پوچھا۔

''آپ تینوں کی جتنی سہیلیاں ہیں سب کو اس شادی میں ضرور دعوت دیجئے بالخصوص ان کو جو خوبصورت اور اسمارٹ ہیں اور جن کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی ہے۔''——— شائقہ نے باری باری سے تینوں کی طرف دیکھا۔ تینوں بہنیں شائقہ کی بات سن کر حیرت میں پڑ گئیں۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو شائقہ۔ آخر بات کیا ہے؟''——— شامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''مجھے تبریز بھائی جان کی شادی کروانی ہے۔ شاذیہ آپی کی شادی میں جو بھی خوبصورت اور اسمارٹ لڑکیاں آئیں گی۔ بھائی جان کو ان سے ملوائیں گے اور جس لڑکی کو وہ پسند کریں گے ہم اُسے اپنی بھابھی بنا لیں گے۔''——— شائقہ کی بات سن کر تینوں ہنس پڑیں۔

''ہوں آئیڈیا تو اچھا ہے لیکن اس لڑکی نے شادی سے انکار کر دیا تو؟''——— شامہ نے چھیڑا۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ میرے بھائی جان کو کوئی لڑکی انکار کر دے ارے وہ لڑکی خوش نصیب ہوگی جس کے ساتھ بھائی جان کی شادی ہوگی۔ اسمارٹ، ہینڈسم، گلیمر کی دنیا کا جانا پہچانا چہرہ........"

تینوں بہنیں شائقہ کو دیکھنے لگیں۔

"شائقہ تبریز بھائی جس پروفیشن میں ہیں وہاں کیا لڑکیوں کی کمی ہے۔ خوبصورت، اسمارٹ اور اسی پروفیشن سے جڑی ہوئیں۔ وہ اُسی دنیا کی لڑکی سے شادی کریں گے۔"——شاذیہ نے شائقہ کو سمجھایا۔

"مجھے نہیں لگتا اگر ایسا ہوتا تو اب تک شادی کر چکے ہوتے۔ سنجیدہ قسم کے لوگ اکثر اپنے پروفیشن سے باہر کی لڑکیوں سے شادی کرنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ کیوں آپی؟"——شائقہ نے گلنار کی طرف دیکھا۔

"میں نے ان کے دل میں جھانک کر تو نہیں دیکھا ہے ممکن ہے تمہارا سوچنا صحیح ہو۔ ہم لوگ کوشش کریں گے کہ تبریز کو کوئی اچھی سی لڑکی پسند آجائے اور وہ اپنا گھر بسالیں کیوں شاذیہ؟"——گلنار نے شاذیہ کی طرف دیکھا۔

"جی آپی۔ میرے ساتھ علی گڑھ میں پڑھنے والی کئی لڑکیاں خوبصورت اور اسمارٹ تھیں۔ میں سب کو دعوت دوں گی۔ ان میں کچھ تو دلّی ہی کی تھیں۔"——شاذیہ نے بتایا۔

"میری بھی ایک دو سہیلیاں بہت خوبصورت ہیں۔ انھیں ضرور بلاؤں گی۔"——شامہ نے کہا۔

"میری تو کئی سہیلیوں کی شادی ہوگئی۔ دو چار بچی ہیں تو وہ نہ اتنی خوبصورت ہیں نہ اسمارٹ۔ پھر بھی ان کو بلاؤں گی ضرور۔"——گلنار نے بتایا۔

شائقہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لیکن شائقہ تبریز بھائی سے پوچھ تو لو ان کو کیسی لڑکی پسند ہے۔"——شاذیہ

نے مسکرا کر شائقہ کی طرف دیکھا——"کہیں ایسا نہ ہو تم جس لڑکی کو پسند کرو تبریز بھائی اسے انکار کر دیں۔"

"میرا کام لڑکیوں سے ملوا دینا ہے۔ پسند ناپسند کرنا ان کی مرضی۔"——شائقہ نے صاف صاف کہا۔

"آپی کل سے کارڈ بانٹنا شروع کر دیجئے۔ کیوں کہ وقت بہت کم ہے اور کام بہت زیادہ۔"——شامہ نے کہا۔

"ہاں کل سے شروع کر دیں گے۔"——گلنار نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

شامہ کارڈ سمیٹنے لگی اور شاذیہ اُٹھ کر اپنے کمرہ کی طرف چلی گئی۔

●●

گلنار نہا کر باتھ روم سے نکلی تو لگا دن بھر کی تکان کا دور دور تک پتہ نہیں ہے۔ اس کے جسم سے پھوٹتی خوشبو ماحول کو معطر کئے ہوئے ہے۔ وہ اپنے کمرہ میں آ گئی اور اپنے سراپا کو آئینے میں دیکھا۔ وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اس نے وارڈ روب کھول کر آج ساڑی نکالی اور پہن لیا۔ گلنار کا دل چاہ رہا تھا کاش آج اس روپ میں اسے دیکھ کر کوئی اس کی تعریف کرتا، بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ جنگل میں مور ناچے اور اسے کوئی نہ دیکھے۔ کیا فائدہ ایسے مور ناچنے کا ——— ابھی اس سے آگے کے خیال میں ڈوبتی کہ شائستہ نے دروازے پر دستک دی۔

"آپی تبریز بھائی آئے ہیں۔ غالباً آپ کو ان کے ساتھ شاپنگ کے لئے جانا ہے۔"

"ہاں میں بالکل تیار ہوں۔ ابھی آئی ——— اس نے زلفوں کو سنوارا۔ گہرا لپ اسٹک لگایا۔ پرس کاندھے پر لٹکایا اور اپنے کمرہ سے باہر آ گئی۔

گلنار نے جب ڈرائنگ روم میں قدم رکھا۔ تبریز کی آنکھیں اسے دیکھتی رہ گئیں۔ اسے لگا کوئی پری ڈرائنگ روم میں آ گئی ہے۔ وہ ایک ٹک اسے ہی دیکھتا رہا۔ آخر گلنار نے ہی ٹوکا.........

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں.........مجھ میں ایسی کیا خاص بات ہے۔"

تبریز کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس کے ہونٹ خاموش رہے۔ اس نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا ———

"چلئے، چلتے ہیں" ——— یہ کہہ کر وہ دروازہ کی طرف بڑھا اور گلنار اس کے پیچھے دروازے سے باہر نکل گئی۔

●●

فون کی گھنٹی کی آواز پر انیسہ بیگم اپنے کمرہ سے نکلیں اور لپک کر ریسیور اٹھا لیں۔

"ہیلو۔"

"السلام علیکم! امّی۔" ——— آفاق نے آواز پہچان کر سلام کیا۔

"خوش رہو۔ کیسے ہو؟" ———

"میں اچھا ہوں، آپ اپنا کہئے؟"

"میں بھی اچھی ہوں۔"

"اور مہر؟"

"کالج رزلٹ دیکھنے گئی ہے۔"

"گلنار کے گھر والوں کی کوئی خیریت؟"

"کل گلنار سے ملنے گئی تھی مگر اس کا رویہ مجھے پسند نہیں آیا۔ کچھ اکھڑی اکھڑی سی لگ رہی تھی۔ عجیب سی مایوسی کی بات کر رہی تھی جیسے وہ اس شادی سے خوش نہیں ہے۔" ——— انیسہ بیگم نے بتایا۔

"امّی میں بھی جب فون کرتا ہوں اس کا یہی رویہ پاتا ہوں۔ لیکن امّی اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں نے تو اس کی بھلائی، اس کی خوشی کے لئے چار سال کا Agreement کیا۔ اُسے میرا ساتھ دینا چاہئے تھا اور انتظار کرنا چاہئے تھا۔ اگر وہ گلف کی نوکری نہیں چاہتی ہے تو میں آؤں گا تو وہیں کوئی بزنس شروع کروں گا لیکن اس طرح کے رویہ سے تو دل شکنی ہی ہوگی، تلخی ہی بڑھے گی۔" ——— آفاق نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بیٹے ہو سکتا ہے ابھی ناراض ہے پھر ٹھیک ہو جائے گی۔ اس لئے میں نے بھی کچھ نہیں کہا۔ پڑھی لکھی سمجھدار لڑکی ہے۔ سب سمجھ جائے گی۔ اچھا تم اپنا خیال رکھنا اور اس موضوع پر زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا حافظ۔" انیسہ بیگم نے ریسیور رکھ دیا۔

آفاق فون رکھ کر گھڑی دیکھتا ہے۔ شام کے چھ بجے تھے' سورج ڈوب چکا تھا۔ رات بس قدم رکھنے ہی والی تھی۔ وہ امی کی بات سن کر کچھ پریشان سا ہو گیا تھا۔ اسے آنے والے وقت سے ڈر لگنے لگا۔ ہوا تیز اور تیز چلنے لگی۔ ٹوٹے ہوئے خوابوں کی کرچیاں آفاق کی آنکھوں میں چبھ رہی تھیں جس سے آنکھوں میں چبھن محسوس ہوئی۔ یہ چبھن گلنار کی بے اعتنائی نے پیدا کی تھی۔ رفتہ رفتہ گلنار میں تبدیلی آتی جا رہی تھی۔ وہ بات بھی تو ڈھنگ سے نہیں کرتی ہے۔ جواب بھی الٹے سیدھے دیتی ہے۔ اسے کیسے سمجھایا جائے کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے—— میں نے کہاں چاہا تھا کہ تم سے اتنے سال دور رہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جدائی میں وقت بھی روتا ہے۔ اس کے بھی آنسو بہتے ہیں۔ میں بھی یہاں تمہاری جدائی میں تڑپ رہا ہوں۔ میں بھی اندر ہی اندر ہر لمحہ روتا ہوں لیکن میرے آنسو دیکھنے والا کون ہے۔ نہ میرے آنسوؤں کو کوئی دیکھ سکتا ہے نہ میرے درد کو محسوس کر سکتا ہے۔

●●

عبدالرحمٰن کا گھر برقی قمقموں اور قوس قزح سے سجا ہوا تھا۔ نقرئی ہنسیاں بکھر رہی تھیں اور شادیانے بج رہے تھے۔ زرق برق لباس' برقی روشنیوں میں مزید چمک رہے تھے۔ گلنار' شامہ اور شائقہ مہمانوں کی خاطر داری میں لگی تھیں۔ عصمت بانو ایک ہفتہ قبل سے ہی گلنار کے گھر آ گئی تھیں اور ان کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ تبریز نے اس شادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور ایک بھائی کا فرض پورا کر رہا تھا۔

شائقہ گھوم پھر کر ہال میں آ جاتی اور وہاں موجود ان لڑکیوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتی جو اسے خوبصورت اور اسمارٹ نظر آتی' پہلے وہ خود اس کا جائزہ لیتی اور اپنے دل میں ہاں یا نا کہہ دیتی۔ اس نے دیکھا تبریز ہال میں داخل ہو رہا ہے۔ اس نے لپک کر تبریز کو پکڑ لیا۔

''بھائی جان اس لڑکی کو دیکھ رہے ہیں........وہ جو نیلے رنگ کا سوٹ پہن رکھی ہے۔''

''ہاں دیکھ رہا ہوں۔''

''کیسی ہے؟''——

''کیسی ہے' مطلب؟''——

''مطلب اگر آپ کو پسند ہے تو اس سے آپ کے رشتے کی بات کروں۔''——

تبریز ہنس دیا........''تو آپ میرے لئے لڑکی پسند کر رہی ہیں۔''

''جی بھائی جان۔ میں آپ کی چھوٹی بہن ہوں اس لئے یہ کام مجھے ہی انجام دینا ہے........'' شائقہ نے ہنس کر کہا۔

تبریز نے اس کے گال میں چٹکی کاٹی........''اب میری بہن بڑی بھی ہو گئی ہے اور سمجھدار بھی۔ چلو جب تم کہتی ہو تو اب اس نظریے سے اس لڑکی کو دیکھتے ہیں۔''——

تبریز کچھ دیر تک اس کے سراپا کا جائزہ لیتا ہے۔ خود کو سامنے رکھ کر اس کی ہائٹ کو ناپتا ہے پھر شائقہ سے کہتا ہے۔

''شائقہ اس کی ہائٹ تو بہت ہی کم ہے۔ جب میں اور وہ ایک ساتھ چلیں گے تو

ایسا لگے گا ایک سائیکل کا پہیہ ہے اور دوسرا اسکوٹر کا۔ کیوں؟''—— تبریز یہ کہہ کر وہاں سے ہٹ گیا اور جس کام کے نئے ہال میں داخل ہوا تھا اسے پورا کرنے لگا۔ شائقہ اس لڑکی کے قریب گئی تو اُسے پتہ چلا کہ اس سے بھی اس کی ہائٹ کم ہے۔ وہ خود بڑبڑاتی ہے——''بھائی جان نے ٹھیک ہی کہا۔ ہائٹ کم ہے اچھا دوسری لڑکی دیکھتی ہوں۔'' اور ایک بار پھر وہ ہال پر نظر دوڑانے لگی۔ جب ایک لڑکی پسند آئی تو تبریز کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ تبریز پھر کسی کام سے ہال میں داخل ہوا تو شائقہ نے پھر پکڑ لیا۔

''بھائی جان اس لڑکی کو دیکھئے۔ وہاں جو پیلے رنگ کا پیرلر پہن رکھی ہے اور مسکرا کر باتیں کر رہی ہے۔''—— تبریز نے اس لڑکی کی طرف دیکھا—— ''شائقہ اس لڑکی کو جا کر قریب سے دیکھو اس کے دانت بڑے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ پھر نکل گیا۔ شائقہ اس کے قریب گئی۔ وہ کسی دوسری لڑکی سے بات کر رہی تھی۔ اس نے دیکھا واقعی دانت بڑے ہیں۔ وہ مایوس ہو کر پھر ادھر اُدھر نظریں دوڑانے لگی۔ اس کی نظر پھر ایک لڑکی پر ٹک گئی۔ اس بار تبریز ویڈیو گرافر کے ساتھ ہال میں آیا اور ڈائرکشن دینے لگا کہ کس طرح ویڈیو گرافی کرنی ہے۔ پھر اس کے ہاتھ سے کیمرہ لے کر کئی اینگل سے ہال میں موجود لوگوں کی ویڈیو گرافی کرنے لگا پھر کیمرہ، کیمرہ مین کے حوالے کر دیا اور جیسے ہی باہر جانے لگا شائقہ لپک کر اس کے پاس آ گئی۔

''بھائی جان، بھائی جان۔''

تبریز رک گیا۔

''ہاں کہو۔''

''ایک لڑکی مجھے پسند ہے۔''

''کون ہے دکھاؤ۔''

''وہ لال رنگ کا لہنگا جو پہنے ہوئے ہے۔ کتنی اچھی لگ رہی ہے۔''

تبریز نے اُسے بغور دیکھا اور ہنس دیا۔

''کیا بات ہے بھائی جان۔''

''اس کے بدن پر تو گوشت ہے ہی نہیں۔ ایسا لگ رہا ہے قبر سے اُٹھ کر کوئی انسانی ڈھانچہ آ گیا ہے جسے لال کپڑا پہنا دیا گیا ہے۔''—— تبریز ہنستا ہوا باہر نکل گیا اور شائقہ اسے غور سے دیکھنے لگی اور خود ہی بڑبڑائی——

''ہاں بہت دبلی ہے۔ یہ بھی نہیں چلے گی۔''

اس طرح شائقہ کئی لڑکیوں کو دکھاتی ہے لیکن تبریز ان میں کوئی نہ کوئی نقص نکال دیتا ہے۔ وہ اداس ہو کر بیٹھ جاتی ہے کہ بھائی جان کو کوئی لڑکی پسند نہیں آئی۔ شامہ جب ہال میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ شائقہ ایک کرسی پر اُداس بیٹھی ہے۔ وہ اس کے قریب آئی۔

''کیا بات ہے شائقہ تم اُداس کیوں بیٹھی ہو؟''

''میں نے بھائی جان کو کئی لڑکیاں دکھائی مگر کوئی لڑکی انہیں پسند نہیں آئی۔ ہر کسی میں کوئی نہ کوئی نقص نکال دیا۔''——

''کوئی بات نہیں۔ شادی ختم ہونے دو ہم لوگ میرج بیورو سے Consult کریں گے۔ وہاں بہت ساری لڑکیوں کی تصاویر اور بایوڈاٹا ہوتا ہے۔ وہ تصویریں بھی ہم تبریز بھائی کو دکھائیں گے۔ ان سب میں کوئی نہ کوئی لڑکی ضرور پسند آ جائے گی۔''——

''ٹھیک ہے۔''

تبھی شامہ کی نظر تبریز پر پڑ گئی۔ وہ دیکھتی ہے کہ تبریز مہر سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے ہیں۔ شامہ شائقہ کو اشارہ کرتی ہے اُس نے بھی دیکھا اور تنک کر کھڑی ہو گئی ——''بہت آئی میرے بھائی جان سے بات کرنے والی۔''—— وہ دونوں کے قریب پہنچ گئی۔

''آپ کو ابو نے فوراً بلایا ہے۔ شاید کوئی ضروری کام ہے۔''—— شائقہ نے

تبریز سے کہا۔

''ابھی جاتا ہوں۔''—— تبریز دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ مہر شائستہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتی ہے مگر شائستہ اتراتی ہوئی دوسری طرف چلی جاتی ہے۔ مہر کو تبریز سے باتیں کرتے ہوئے انیسہ بیگم نے بھی دیکھا تھا اور دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ شاید ان کے دل میں کوئی خیال آیا تھا۔

بارات آئی، نکاح ہوا اور لوگ کھانے کی میز کی طرف بڑھنے لگے۔ کھانے کے بعد لوگ اپنے اپنے گھر کا رُخ کرتے ہیں اور گھر کے لوگ دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

●●

آفاق کو آج گلنار کی شدت سے یاد آ رہی تھی۔ اُس نے سوچا آج شاذیہ کی شادی ہے اور وہ یہاں دور پردیس میں بیٹھا ہے۔ گلنار کیا سوچتی ہوگی، اس کے گھر والے کیا سوچتے ہوں گے۔ گلنار کا کوئی بھائی نہیں۔ شادی کی تیاری کیسے کی ہوگی۔ کتنی پریشانی ہوئی ہوگی ان بہنوں کو۔ آج مجھے ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہئے تھا۔ لیکن نوکری نے میرے پیروں میں زنجیر ڈال دی ہے۔ میں چاہ کر بھی نہیں جا سکتا۔ میں ایک ایسا پرندہ ہوں جو نوکری کے نام پر قید کر دیا گیا ہوں۔ اپنی خواہشوں، تمناؤں اور آرزوؤں کا گلا گھونٹ رہا ہوں۔ میری بیوی مجھ سے ناراض ہے کہ میں اس کے پاس نہیں ہوں۔ وہ ادھر اپنی خواہشوں کی بلی چڑھا رہی ہے اسی لئے اس کا مزاج چڑچڑا ہو گیا ہے۔ لیکن میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر ہندوستان میں ہوتا تو ضرور کچھ کرتا۔ مجھے فون کر کے پوچھنا چاہئے۔ شادی خیر و عافیت سے تو ہو گئی؟ وہ گلنار کو فون لگاتا ہے۔ فون شائقہ اُٹھاتی ہے۔

''ہیلو۔''

''کون شائقہ۔''

''جی' نوشے بھائی السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔ گلنار کو فون دینا۔''

''جی ابھی دیتی ہوں۔''

وہ ریسیور میز پر رکھ کر گلنار کو آواز دیتی ہے——

''بڑی آپی۔ نوشے بھائی کا فون ہے۔''

گلنار اپنے کمرہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آگئی اور ریسیور اُٹھایا۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔ شاذیہ کی شادی ٹھیک ٹھاک سے ہو گئی۔''

''ہاں سب ٹھیک ٹھاک رہا۔'' اس نے بے دلی سے کہا۔

''میری طرف سے فریج تو خرید کر دے دیا ہوگا۔'' آفاق نے پوچھا۔

''جی نہیں وہ ڈرافٹ میں نے امی کو واپس کر دیا۔''

''کیوں؟''

''اس کی ضرورت نہیں پڑی۔''

''پھر بھی کچھ نہ کچھ سامان تو دیا ہی ہوگا۔''

''ہاں سامان تو سب دیا گیا۔ ٹی۔ وی' فریج' واشنگ مشین' فرنیچر وغیرہ۔''

''ابو کے فنڈ میں اتنا روپیہ تھا؟''

''روپیہ تو نہیں تھا لیکن ایک بہی خواہ نے سارا انتظام کر دیا۔''

''کیا میں جان سکتا ہوں کہ وہ بہی خواہ کون ہے؟''

''ایک اجنبی۔''

''اس اجنبی کا کوئی نام تو ہوگا؟''

''نام جان کر کیا کیجئے گا کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے مدد کرتے ہیں تو بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلتا۔''

''یقیناً وہ آدمی قابلِ ستائش ہے میں آکر اس شخص سے ضرور ملوں گا۔''

''اچھا خدا حافظ۔''

گلنار نے ریسیور رکھ دیا۔

گلنار کی بات سن کر آفاق کا بلڈ پریشر بڑھنے لگا۔ اس نے سوچا اس سے تو اچھا ہوتا کہ وہ اس وقت گلنار سے بات ہی نہیں کرتا۔ اسے اپنے آپ پر جھنجھلاہٹ ہوئی۔ گلنار کی جس طرح بے اعتنائی بڑھتی جا رہی تھی وہ پریشان ہونے لگا تھا کہ کہیں اس رشتے میں خلیج نہ پیدا ہو جائے۔

●●

شامہ اور شائقہ آج صبح سے تیاری کر رہی تھیں۔ پندرہ دنوں میں بہت ساری لڑکیوں کی تصاویر اور بایوڈاٹا اکٹھا کر لیا تھا۔ شائقہ جلد گھر سے نکل جانا چاہتی تھی مگر شامہ دیر کر رہی تھی۔

''شامہ آپی جلدی کیجئے نا۔ کتنی دیر لگایئے گا۔'' ——— شائقہ نے کلائی میں بندھی گھڑی دیکھی۔

''ابھی آئی شائقہ۔'' ——— پرس کو کاندھے پر رکھتی ہوئی شامہ اپنے کمرہ سے نکلی۔

''چلو۔'' ——— دونوں نے دروازہ کی طرف قدم بڑھایا۔ باہر آکر شامہ نے ایک آٹو والے کو آواز دی۔ آٹو والا رکا اور دونوں آٹو پر بیٹھ کر تبریز کے گھر روانہ ہو گئیں۔

دونوں جب تبریز کے گھر پہنچیں تو تبریز گھر پر موجود نہیں تھا۔ عصمت بانو نے دونوں کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ شائقہ نے اپنے پرس سے تصاویر کا ایک لفافہ نکالا اور میز پر پھیلا دیا۔

''شائقہ یہ کیا ہے۔''

''لڑکیوں کی تصاویر ہیں اور یہ ان کا بایوڈاٹا۔''

''کس کے لئے۔''

''تبریز بھائی جان کے لئے۔ آپ ان میں سے دو تین لڑکیوں کو پسند کر لیجئے۔ وہی تصویریں بھائی جان کو دکھا دیں گے۔'' شائقہ نے عصمت بانو کی طرف دیکھا۔ عصمت بانو مسکرائیں۔

''تو تم لوگ اپنے بھائی جان کی شادی کروانا چاہتی ہو۔''

''جی۔'' ——— شائقہ بولی۔ عصمت بانو تصویروں کو دیکھنے لگیں ———

''آں یہ کچھ اچھی لگ رہی ہے۔'' .... ایک تصویر کو نکال کر الگ کرتی ہیں ——— ''یہ بھی ٹھیک ہے۔'' ——— ہاں یہ زیادہ اچھی لگ رہی ہے .... اچھا اسے بھی رکھ لو .... شائقہ مجھے یہ چار لڑکیاں اچھی لگ رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے تبریز کو کوئی لڑکی پسند آ جائے .... اچھا بتاؤ ان میں سے تمہیں کون پسند ہے۔'' ———

عصمت بانو نے شائقہ سے پوچھا۔

"آنٹی مجھے یہ لڑکی" —— تصویر پلٹ کر دیکھتی ہے —— "ہاں اس کا نام مہ رخ ہے۔ یہ مجھے زیادہ اچھی لگ رہی ہے۔" شائقہ اس تصویر کو غور سے دیکھتی ہے۔

"اور شامہ تمہیں؟"

"مجھے یہ لڑکی زیادہ پسند ہے۔" —— وہ دوسری تصویر اُٹھاتی ہے اور پلٹ کر دیکھتی ہے۔ "اس کا نام...... ہاں اس کا نام رقیہ ہے۔"

عصمت بانو دونوں تصویروں کو ہاتھ میں لے کر ایک بار پھر دیکھتی ہیں۔

"بھئی ہماری پسند کوئی معنی نہیں رکھتی۔ فیصلہ تو تبریز کو کرنا ہے۔" —— عصمت بانو کھڑی ہو گئیں...... "تم لوگ بیٹھو میں چائے بناتی ہوں۔"

"آنٹی آپ بیٹھیے۔ میں چائے بناتی ہوں۔" —— شامہ اُٹھ کر کچن میں داخل ہو گئی۔ تبھی تبریز کی بائیک کے رکنے کی آواز آئی۔

"لگتا ہے بھائی جان آ گئے۔" —— شائقہ خوش ہوئی اور دوڑ کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے تبریز کھڑا تھا۔ تبریز نے شائقہ کو دیکھا۔

"ارے شائقہ تم؟ کب آئی۔" —— دونوں ڈرائنگ روم میں ساتھ ساتھ داخل ہوئے۔

"ایک گھنٹہ ہو گیا۔" —— تبریز میز پر بہت ساری تصویروں کو دیکھ کر چونکا۔

"یہ اتنی ساری تصویریں کس کی ہیں۔"

"شائقہ تمہارے لئے لائی ہے۔ دیکھو ان میں سے تمہیں کون پسند ہے۔ ہم لوگوں نے تو یہ چار تصویریں پسند کی ہیں۔" ——

تبریز نے عصمت بانو کی طرف دیکھا پھر شائقہ کی طرف مسکرا کر دیکھا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تو میری بہن میری شادی کروا کر ہی دم لے گی۔"

"بھائی جان اس میں برائی کیا ہے۔ بس مجھے بھابھی چاہئے۔ آپ ان میں سے جسے پسند کریں گے آپ کے سامنے پیش کر دیں گے۔" —— شائقہ بھی بغل میں بیٹھ گئی۔

"شامہ تبریز کے لئے بھی چائے بنا دینا۔" —— عصمت بانو نے شامہ کو آواز دے کر تبریز کے آنے کی اطلاع دی۔

"جی آنٹی۔" ——

"اوہ تو شامہ بھی آئی ہیں......دیکھیں آپ لوگوں کی پسند کو۔" ——

تبریز نے ان چار تصویروں کو بغور دیکھا پھر ان کے پیچھے ان کا مختصر تعارف پڑھا۔

"ہوں۔" —— تبریز تصویریں رکھ کر شائقہ کو مسکرا کر دیکھا۔

شامہ چائے کی ٹرے لے کر ڈرائنگ روم میں آئی اور میز پر رکھ دی۔

"السلام علیکم بھائی جان۔"

"وعلیکم السلام۔"

"لیجئے پہلے چائے پیجئے۔" —— شامہ نے چائے کا پیالہ آگے بڑھایا

تبریز نے چائے کی پیالی ہاتھ میں لے لی اور دوسرے ہاتھ سے ایک تصویر اُٹھائی۔

"شائقہ اس لڑکی کی ناک دیکھی ہے۔ لگتا ہے ناک پر ٹرین چل گئی ہے۔ لو تم بھی دیکھو۔" —— تبریز نے تصویر کو شائقہ کی طرف بڑھا دیا۔ وہ غور سے اس کی ناک دیکھتی ہے۔

"ہاں ناک تھوڑی چھوٹی ہے۔"

اسی تصویر کو شامہ بھی دیکھتی ہے اور آنٹی بھی۔ تبریز دوسری تصویر اُٹھاتا ہے۔

"یہ تو چشمہ لگاتی ہے۔ اس کا مطلب، کم دکھائی دیتا ہے۔ کیوں؟" تبریز نے اس تصویر کو بھی ہنس کر شائقہ کی طرف بڑھا دیا۔ شائقہ تصویر کو بغور دیکھنے لگی۔

''لیکن بھائی جان چشمہ تو لوگ فیشن میں بھی لگاتے ہیں۔''—— شائقہ نے دلیل دی۔

''لیکن جب رشتے کے لئے تصویر کھنچوائی جاتی ہے تو چشمہ اُتار کر کھنچوائی جاتی ہے۔ کیوں شامہ''—— تبریز نے شامہ کو مخاطب کیا۔

''بھائی جان ٹھیک کہہ رہے ہیں۔''—— شامہ نے بھی اس کی تائید کی۔ اس تصویر کو شامہ اور عصمت بانو پھر سے دیکھتی ہیں اور کنارے رکھ دیتی ہیں۔

تبریز تیسری تصویر اُٹھاتا ہے۔

''یہ تو اتنرا موڈرن لگ رہی ہے۔ جینس پینٹ' شرٹ' باب کٹ بال۔ نہیں بھئی یہ نہیں........ یہ تو مجھے ہی نچانے لگے گی اور میری ماں سے کھانا بنوانے لگے گی۔''——

تبریز نے پھر مسکرا کر تصویر کو شائقہ کی طرف بڑھایا۔ تصویر دیکھ کر وہ بھی اداس ہو گئی۔ شامہ اور عصمت بانو نے بھی تصویر کو دیکھا۔ تبریز نے چوتھی تصویر اُٹھائی اور پیچھے پلٹ کر اس کا تعارف پڑھنے لگا۔

''اس کی تعلیم بہت کم ہے۔ صرف انٹر پاس ہے۔ اسے تو شادی کے بعد مجھے ہی پڑھانا پڑ جائے گا۔ شائقہ تمہاری لائی ہوئی کوئی تصویر مجھے پسند نہیں آئی۔''—— تبریز نے مسکرا کر شائقہ کی طرف دیکھا۔

''بھائی جان اب میں کیا کروں۔''—— شائقہ اداس ہو گئی۔

''کوشش کرتی رہو کبھی نہ کبھی کامیاب ہو جاؤ گی۔''——

''تم لوگ بیٹھو کمپیوٹر پر تھوڑا سا کام کر کے آجاؤں۔ پھر باتیں کروں گا۔''

''بھائی جان کھانا بناؤں۔ بولئے کیا کھائیے گا۔''—— شامہ نے پوچھا۔

''تم بناؤ گی........ چلو اچھا ہے........ امی فون کر کے چکن والے کو کہہ دیجئے ایک کیلو چکن بھیج دے—— شامہ چکن بریانی بناؤ۔ اور تم لوگ کھانا کھا کر گھر جانا۔ گھر

فون کر دو کہ دیر سے آئیں گے۔''——

''جی بھائی جان۔'' شامہ کچن کی طرف بڑھی۔ مگر شائقہ بالکل اداس بیٹھی رہی۔ عصمت بانو نے اس کی طرف دیکھا۔

''شائقہ اس طرح ناامید مت ہو۔ کہیں نہ کہیں اس کے لئے لڑکی ہو گی ہی۔ مل جائے گی۔ ہم لوگ مل کر کوشش کریں گے........ ہمت رکھو۔''—— عصمت بانو فون سے مرغ والے کا نمبر ملانے لگیں۔

●●

گلنار اپنے کمرہ میں بیٹھی شاعری کی ایک کتاب پڑھ رہی ہے۔

"تمہارے نہ آنے سے
نرگلوں سے بھری ہوئی جھیلوں پر
ڈھیر سارا سورج مسکراہٹ کے پیڑ میں جم گیا ہے۔
ندی پر کپڑے دھوتی ہوئی عورتوں کے ہاتھ رک گئے ہیں۔
سروں پر ٹوکریاں رکھے ہوئے مردوں کے قافلے کی گرد تھم گئی ہے۔
اور ندی کے ساتھ بہتی ہوئی لہروں کا آرکسٹرا تیزی سے دھڑک کر خاموش ہو گیا ہے۔
تمہارے نہ آنے سے
میں کتنی دیر کھڑکی میں کھڑی ہوں۔
مبہوت سی
جانے کتنے ستارے کھڑکی سے گزر گئے ہیں۔
جانے کب میرے پاؤں کے نیچے بہت سارا سمندر آ گیا ہے۔
تم اگر میرا ساتھ دیتے تو میں بھی اس پانی پر چلنا سیکھ لیتی۔
میں اک پناہ گاہ چاہتی ہوں' ایک چھوٹی سی ناؤ جس میں بیٹھ کر میں اک کنارے سے دوسرے کنارے تک جا سکوں۔
میں ایک گھر چاہتی ہوں۔ پہاڑوں کے درمیان۔
جس میں بس اتنی جگہ ہو کہ میں دو چار گھنٹے چین سے سو سکوں۔
میری خواہش ہے
میں پانی کے جہاز کے کیبن میں بیٹھ کر سفر کر سکوں۔
چاہے سفر کسی سمت میں ہو"

گلنار نظم میں پوری طرح ڈوبی ہوئی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ وہ کتاب بند

کر کے فون تک آئی اور ریسیور کان سے لگایا۔

"ہیلو۔"——

"دلہن کیسی ہو۔"

"السلام علیکم امی۔"

"خوش رہو۔ تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔ تم میرے گھر کی بہو ہو اور کچھ تمہاری بھی ذمہ داری بنتی ہے۔ مہراب بڑی ہو گئی ہے۔ اس نے بی۔اے۔ بھی پاس کر لیا ہے۔ میں چاہتی ہوں اس کی شادی کر دی جائے۔"

"جی' یہ تو اچھا خیال ہے۔"

"میری نظر میں ایک لڑکا ہے جو تمہارے گھر والوں سے بے حد نزدیک ہے۔ میں چاہتی ہوں تم بات آگے بڑھاؤ۔"—— انیسہ بیگم نے کہا۔

"آپ کس کی بات کر رہی ہیں۔"—— گلنار نے پوچھا۔

"تبریز ہاشمی کی۔ مجھے یہ لڑکا بے حد پسند ہے۔ شاذیہ کی شادی میں تبریز نے مہر کو دیکھا ہے۔ مہر نے اس سے بات بھی کی ہے۔ مہر کو بھی پسند ہے۔ اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ اس رشتے کو انجام تک پہنچاؤ۔"——

"امی ایسا ہے کہ تبریز ہاشمی کا رشتہ پہلے سے طے ہو چکا ہے ان کی خالہ زاد بہن سے۔ وہ لڑکی B.C.A. کا کورس کر رہی ہے۔ کورس پورا ہوتے ہی دونوں کی شادی ہو جائے گی۔"—— گلنار نے جھوٹ کہہ دیا۔

"اوہ تب تو بات کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ٹھیک ہے اور کوئی لڑکا نظر میں ہو تو مجھے بتانا"—— انیسہ بیگم مایوس ہو گئیں۔

"ضرور بتاؤں گی۔ اچھا خدا حافظ۔"—— گلنار نے ریسیور رکھ دیا اور خود ہی بڑبڑائی۔

''بڑی آئیں تبریز ہاشمی سے شادی کرنے والی۔''—— گلنار کا موڈ خراب ہو گیا۔

''کس کا فون تھا آپی؟''—— شائستہ اپنے کمرے سے نکل کر آ گئی۔

''میری ساس کا۔''

''کیا کہہ رہی تھیں۔''

''کہہ رہی تھیں کہ مجھ سے تبریز ہاشمی کی شادی کروادوں۔''

''آپ نے کیا جواب دیا۔''

''میں نے کہہ دیا کہ ان کا رشتہ پہلے سے طے ہے۔''

''ٹھیک کہا۔ بڑی آئیں میرے بھائی جان سے شادی کا خواب دیکھنے والیں۔''

—— شائستہ پھر لوٹ کر اپنے کمرہ میں چلی گئی اور گلنار پھر سے کتاب اٹھا کر پڑھنے لگی لیکن اب اس کا دل پڑھنے میں نہیں لگ رہا تھا۔ کتاب بند کیا اور ٹی۔وی۔ آن کر دیا۔ ٹی۔وی۔ پر تبریز ہاشمی کی رپورٹ آرہی تھی۔

''یہ قومی راجدھانی دلی ہے جہاں عصمت دری کے واقعات کا سلسلہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا ہے۔ آپ کو یاد دلا دیں کہ گزشتہ دو ماہ قبل راجدھانی کے ایک پاش علاقے میں ایک چلتی بس میں ایک میڈیکل طالبہ کی عصمت دری اور بعد میں اس کی موت کے واقعہ کے بعد صرف دلی میں ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں احتجاج اور ناراضگی کا اس طرح اظہار کیا گیا تھا کہ شاید پہلی بار ایسے واقعات کے سلسلے میں ملک کے وزیر اعظم کو قوم سے راست خطاب کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ ایسا لگ رہا تھا اب پورا ملک بیدار ہو گیا ہے لیکن درحقیقت ایسا کچھ بھی نہیں تھا بلکہ انہی دنوں ان واقعات میں اور شدت دیکھنے کو ملی۔ ادھر دہلی میں عوام کا غصہ سڑکوں پر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ دکھائی دے رہا تھا اور دوسری طرف دہلی کے آس پاس کے اضلاع اور ملک کے دور دراز علاقوں سے اس طرح کی خبریں برابر موصول ہو رہی ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ دہلی کے ایک اسکول میں ایک بچی کو پھر

نشانہ بنایا گیا۔ دہلی ایک بار پھر ایک درندہ صفت انسان کی حرکت سے شرمسار ہوئی۔ اس بار درندگی کا نشانہ ایک سات سالہ بچی بنی۔ یہ انسانیت سوز واقعہ ایسے وقت میں پیش آیا جب وزیر خزانہ پی۔ چدمبرم پارلیامنٹ میں مرکزی بجٹ پیش کرتے ہوئے خواتین کی حفاظت کے لئے ''نربھئے فنڈ'' کا اعلان کر رہے تھے۔

غور طلب ہے کہ ہمارے نظام میں اس حوالے سے قوانین کی کمی ہے یا جو قوانین ہیں ان میں خامیاں ہیں؟ یہ ملک و قوم کے سامنے لمحۂ فکر یہ ہے کہ ہمارے سماج میں یہ برائی ناسور بنتی جا رہی ہے اور ہم خاموش بیٹھے ہیں۔ آخر ہم کب بیدار ہوں گے؟ کب ہم اس برائی سے نجات پائیں گے؟ سوچئے، ہم کمرشیل بریک کے بعد پھر آپ سے مخاطب ہوں گے اور آپ ہی سے اس کا جواب طلب کریں گے۔''

گلنار تبریز ہاشمی کی رپورٹ لگاتار دیکھتی رہی اور ان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحوں کو یاد کرنے لگی۔

●●

آفاق ایک ریسٹورنٹ میں تنہا بیٹھا ہوا ہے۔ اُسے گلنار کے رویے نے کافی دکھی کر دیا تھا۔ ایک بے انت خلا سا وہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ گلنار کے ساتھ مل کر دیکھے ہوئے سارے خواب کھونے کی مانند ٹوٹ کر بکھر گئے تھے۔ وہ رونا چاہتا تھا مگر رو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے درد کو سمجھنے والا وہاں کوئی نہ تھا...... کہیں ایسا نہ ہو کہ سارے رشتے کانچ کی طرح ٹوٹ کر بکھر جائیں اور دل کا ہر گوشہ زخمی ہو جائے...... کہیں اس کا خواب آنکھوں میں ہی نہ قتل ہو جائے...... خواہشیں رات کی سیاہی میں روپوش نہ ہو جائیں۔ اس کی زندگی ہر روز اس کے چہرے پر ایک سوال لکھ رہی تھی —— آفاق تمہارا قصور کیا ہے؟ اور اس کا جواب بھی اس کے چہرے پر لکھا تھا کہ تم نے چار سال کا Agreement کر کے اپنی ازدواجی زندگی میں خود ہی تلخی گھول دی ہے۔ وہ اپنی زندگی کا احتساب کر رہا تھا کہ اس کا دوست ساحل جب ریسٹورنٹ میں داخل ہوا تو اس کی نظر آفاق پر پڑی وہ اس کے قریب آ گیا۔

"کیا بات ہے۔ بہت اُداس نظر آ رہے ہو۔" —— وہ سامنے کی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"یار میری بیوی مجھ سے ناراض ہے۔"

"کوئی وجہ تو ہوگی۔"

"وہ میرے Agreement کرنے پر ناخوش ہے۔"

"اس کا ناراض ہونا جائز ہے، تمہاری نئی نئی شادی ہوئی تھی اتنا لمبا وقفہ نئی شادی کے لئے ٹھیک نہیں ہے۔"

"خیر چھوڑو میں اپنی بیوی کو منا لوں گا۔"

"بہتر ہے جلد منا لو کہیں دیر نہ ہو جائے۔"

"ساحل کوئی اچھا لڑکا ہو تو بتاؤ۔ میری ایک بہن ہے جس کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔ کل ہی امی کا فون آیا تھا۔" ——

"ایک لڑکا تو ہے جو ریڈینسی کمپنی میں کمپیوٹر انجینئر ہے۔ دلی کا رہنے والا ہے۔ اگر کہو تو بات بڑھاؤں۔"

"بات کر کے دیکھو اگر تیار ہو جاتا ہے تو اچھی بات ہے۔"

"ٹھیک ہے میں کل ہی بات کر کے تمہیں خبر کروں گا۔"

اسی لمحہ ریسٹورنٹ کا ایک آدمی ساحل کے پاس آیا۔

"سر ایک بہت ہی خوبصورت چڑیا آئی ہوئی ہے کہیے تو آپ کی خدمت میں پیش کروں۔"

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔"

"سر آپ بڑھئے وہ آپ کے ٹھکانے تک پہنچ جائے گی۔"

"ٹھیک ہے نکل رہا ہوں۔........... چلو آفاق........"

"نہیں یار آج موڈ نہیں ہے۔"

"ارے چلو بھی........ موڈ فریش ہو جائے گا۔" ——

ساحل نے اسے بازو پکڑ کر اٹھایا اور وہ بے دلی سے اس کے ساتھ چل دیا۔

●●

گلنار اپنا زیادہ تر وقت پڑھنے میں صرف کرتی۔ اُسے یقین تھا کہ پڑھائی کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے تنہائی کا احساس قدرے کم ہو جائے گا لیکن محض تنہائی کا ناگ ڈسنے کے لئے تیار رہتا۔ آج صبح سے وہ ایک ناول کو پڑھنے میں لگی تھی لیکن شام ہوتے ہوتے وہ بور ہوگئی۔ اس نے سوچا باہر نکل کر کچھ وقت گزارا جائے تاکہ بوریت کم ہو۔ اس نے کپڑا تبدیل کیا اور باہر آ گئی۔ اس نے باہر آ کر سوچا کہاں جایا جائے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ کسی ریسٹورنٹ میں چلا جائے۔ وہ Mac. Donald میں چلی گئی۔ دروازہ Push کر کے اندر داخل ہوئی اور ایک نگاہ وہاں بیٹھے لوگوں پر ڈالی۔ اُس نے دیکھا ایک کونے میں رعنا اور اس کا شوہر بیٹھا ہے۔ ایک دل ہوا کہ ان سے چل کر ملا جائے اور کچھ وقت انہی لوگوں کے ساتھ گزارا جائے لیکن پھر خیال آیا کہ دونوں کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے دوسرے گوشے میں ایک خالی کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ اس طرح بیٹھی کہ اس کی پیٹھ رعنا کی طرف ہو۔ کچھ دیر کے بعد وہ اُٹھ کر کاؤنٹر پر گئی اور کچھ کھانے کا سامان اور ایک کولڈ ڈرنک کی بوتل لے کر پھر اپنی کرسی پر آ گئی۔ اُسے تنہا بیٹھنا حالانکہ اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر ریسٹورنٹ کی چہل پہل نے اس کی بوریت کو کچھ حد تک کم کر دیا۔ وہ بار بار رعنا کی طرف دیکھتی۔ دونوں دنیا جہان سے بے خبر اپنی دنیا میں مگن تھے۔ کبھی مسکراتے کبھی خاموش ہو جاتے۔ رعنا کا شوہر کبھی اس کا ہاتھ پکڑ کر بات کرتا کبھی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتا۔ دونوں نہ جانے کیا باتیں کر رہے تھے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ رعنا کا شوہر تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اُٹھ کر کاؤنٹر پر جاتا اور کبھی برگر، کبھی کولڈ ڈرنک اور کبھی آئس کریم لے کر آ جاتا۔

گلنار کو شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ آج اس کا شوہر اس کے پاس ہوتا تو وہ بھی اسی طرح اس کے ساتھ پیار کے لمحات گزارتی۔ مگر اس نے تو اسے تنہائی کی آگ میں جلنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اس کا دل اندر سے رونے لگا۔ وہ وہاں سے اُٹھ کر گھر کی طرف چل پڑی۔ اور اپنے کمرہ میں آ کر بستر پر دراز ہوگئی۔ اس نے گھر میں داخل ہوتے

ہی شائقہ کو بتا دیا تھا کہ آج اس کا دل کھانا کھانے کو نہیں ہے۔ وہ سونے جا رہی ہے۔ وہ بستر پر لیٹی روتی رہی۔ شامہ جب اپنے کمرہ سے نکل کر کھانے کی میز پر آ رہی تھی تو اس نے گلنار کے کمرہ میں جھانکا تھا۔ اسے روتا دیکھ کر اس نے مناسب نہیں سمجھا کہ اس کے پاس جائے۔ وہ سیدھے کھانے کی میز تک آ گئی اور گلنار کے بارے میں سوچتی رہی کہ آخر آپی اس طرح کیوں روتی رہتی ہیں؟ لیکن کچھ کچھ باتیں اس کی سمجھ میں آنے لگی تھیں کہ وہ اپنی تنہائی سے گھبرا کر اب روتی رہتی ہیں۔ لیکن اس کا غم سمجھنے والا کوئی نہیں تھا۔ والدین شادی کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے لیکن اس کے اندر کے درد کو کوئی نہیں سمجھتا۔ اس لڑکی پر کیا گزر رہی ہے، یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ گلف میں نوکری کرنے والا شوہر ہر مہینے اپنی بیوی کو موٹی رقم تو ضرور بھیجتا ہے مگر اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھی دے جاتا ہے۔

●●

جب صبح ناشتہ کی میز پر گلنار بیٹھی تو اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ شامہ نے گلنار کے چہرے کو پڑھا۔ ایسا لگتا تھا وہ رات بھر سوئی نہیں ہے اور روتی رہی ہے۔ عبدالرحمن نے بھی گلنار کے چہرے کو پڑھا۔

"بیٹی کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔"——

"جی ابو ٹھیک ہے۔"——

شامہ نے گلنار کے چہرے کے تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کی۔ جیسے تیسے ناشتہ کر کے گلنار اپنے کمرہ میں چلی گئی۔

"کیا بات ہے شامہ آج کل گلنار بجھی بجھی سی نظر آتی ہے۔"—— عبدالرحمن نے شامہ کی طرف دیکھا۔

"ابو آپی اپنی تنہائی سے اکتا گئی ہیں۔ شادی کے بعد ان کو سسرال میں اپنے شوہر کے ساتھ ہونا چاہئے تھا لیکن نوشے بھائی نے چار سال کا Agreement کر کے آپی کی تنہائی میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ اگر سال میں ایک مہینے کے لئے بھی آ جاتے تو تنہائی کا احساس کم ہو جاتا لیکن شادی کے فوراً بعد اگر کسی کا شوہر چار سال تک اس سے نہ ملے یہ ایک لڑکی ہی سمجھ سکتی ہے۔ مجھے لگتا ہے آپی اس شادی سے خوش نہیں ہیں۔"—— شامہ نے تفصیل بیان کر دی۔

"شامہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ گلنار کی شادی میں میں نے ضرورت سے زیادہ جلدی کی لیکن میں نے بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ صورتحال سامنے آئے گی۔ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ گلف میں نوکری کرنے والے لڑکے کے ساتھ شادی ہرگز نہ کرے۔"

"ابو ہم لوگ تو پوری کوشش کرتے ہیں کہ آپی کا دل بہلتا رہے لیکن پھر بھی رات کی تنہائی میں اکثر میں نے روتے دیکھا ہے۔"—— شامہ نے بتایا۔

"شامہ میں اپنی بیٹی کی نظروں میں گرتا جا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں وہ اپنے

ہونٹوں پر حرف شکایت نہیں لاتی لیکن اب لگتا ہے کہ میں اس کا گنہگار ہوں۔ اس کی زندگی میں یہ جو ویرانی اور اداسی ہے اس کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔"—— عبدالرحمن کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"ابو اب جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ آپی کو تو اب ان حالات سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔"—— شامہ برتن سمیٹنے لگی اور شائقہ نے چائے بنا کر عبدالرحمن کی طرف بڑھایا۔

"گلنار بغیر چائے پئے ہی چلی گئی ہے۔ جاؤ اس کے کمرہ میں چائے پہنچا دو"—— شامہ نے شائقہ کی طرف دیکھا۔ شائقہ نے چائے کی پیالی لے کر گلنار کے کمرہ کا رخ کیا۔

●●

شازیہ کو فون کرنے کے بعد عصمت بانو نے گلنار کو فون کیا۔ فون گلنار نے ہی اٹھایا۔

"جی آنٹی۔"

"کل میں نے اپنے گھر پر شازیہ اور حارث کو ڈنر پر مدعو کیا ہے۔ تم شامہ اور شائستہ کو بھی لے کر آجانا۔ لیکن ہاں شامہ کو کہنا وہ پہلے آجائے بریانی بہت اچھی بناتی ہے۔"

"جی آنٹی کہہ دوں گی۔"

"اور تم ضرور آنا۔"

"آجاؤں گی آنٹی۔" ——— گلنار ریسیور جیسے ہی رکھتی ہے، دیکھتی ہے شامہ اور شائستہ سامنے کھڑی ہیں۔

"کس کا فون تھا آپی؟" ——— شامہ نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"آنٹی کا۔" ———

"کیا کہہ رہی تھیں۔" ——— شائستہ پاس آگئی۔

"کل شازیہ اور حارث کو ڈنر پر مدعو کیا ہے اور ساتھ ہی ہم تینوں کو بھی بلایا ہے۔" ——— گلنار نے بتایا۔

"لیکن کل تو میری ایک دوست کا برتھ ڈے ہے۔ میں وہاں چلی جاؤں گی۔" ——— شامہ نے بتایا۔

"لیکن آنٹی نے تو تمہیں پہلے سے ہی بلایا ہے بریانی بنانے کے لئے۔" ———

"آپی پلیز آپ چلی جائیے گا۔ آپ بھی بریانی اچھی بناتی ہیں۔" ——— شامہ نے خوشامد کی۔

"اور شائستہ تم؟" ———

"آپی گھر پر بھی تو کسی کو رہنا پڑے گا۔ ابو کے لئے کھانا کون بنائے گا۔" شائستہ نے بتایا۔

"یہ بھی صحیح ہے۔ ٹھیک ہے میں ہی چلی جاؤں گی۔" ———

"لیکن آنٹی کو بتادیجئے گا کہ ہم لوگ کیوں نہیں آئے۔ ورنہ برا مان جائیں گی۔" ——— شامہ بول کر کمرے سے نکل گئی۔

"ٹھیک ہے میں کہہ دوں گی۔" ——— گلنار وہاں سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف آگئی۔ عبدالرحمن ٹی۔وی۔ کے سامنے بیٹھے تھے اور ٹی۔وی۔ اسکرین پر تبریز ہاشمی کا پروگرام آرہا تھا۔

ہمارے آج کے پروگرام کا موضوع ہے۔ مسلمان اور تعلیم۔ سب سے پہلے یہ بتاتا چلوں کہ مسلم ممالک میں صرف 698 یونیورسٹیاں ہیں جبکہ امریکہ میں 5758 اور ہندوستان میں امریکہ سے بھی زیادہ یعنی 8500 یونیورسٹیاں ہیں۔ مسلم ممالک میں شرح خواندگی 25 سے 28 فیصد کے درمیان ہے اور بعض ملکوں میں تو محض 10 فیصد تک ہے۔ ان کی تعداد 25 ممالک کے لگ بھگ ہے جب کہ ایک بھی مسلم ملک میں شرح خواندگی 100 فیصد نہیں ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق O.I.C. میں 76 مسلم ممالک شامل ہیں اور ان میں بین الاقوامی سطح کی محض 5 یونیورسٹیاں ہیں یعنی تیس لاکھ مسلمانوں کے لئے ایک یونیورسٹی جبکہ امریکہ میں چھ ہزار جاپان میں نوسو پچاس، چین میں نوسو اور ہندوستان میں آٹھ ہزار پانچ سو نجی و سرکاری یونیورسٹیاں کام کر رہی ہیں۔ ادھر پوری دنیا میں یہودیوں کی تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے اور مسلمان سوا ارب یعنی ایک یہودی سو مسلمانوں کے برابر ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایک یہودی سو مسلمانوں پر بھاری ہے۔

تو آیئے ایک اور حقیقت سے آپ کو آگاہ کرائیں۔ گزشتہ ایک صدی میں 71 یہودیوں کو تحقیق، سائنس اور ادب کے شعبے میں نمایاں خدمات کے لئے نوبل انعام مل چکا ہے جبکہ مسلم دنیا میں صرف تین افراد یہ انعام حاصل کر سکے ہیں۔ تھوڑا اور آگے بڑھئے تو مسلمان سائنس اور ٹکنالوجی سے کوسوں دور ہیں لیکن غور کیجئے مغرب کی جدید سائنس و

ٹکنالوجی کے بغیر مسجد الحرام میں تیس لاکھ افراد کے بیک وقت نمازیں پڑھنے کا عمل ممکن ہو سکتا تھا؟ حرم شریف میں بجلی کا جدید نظام، آسمان کو چھوتی عمارتیں درجنوں منزلوں پہ لاکھوں نمازیوں کو چند لمحوں میں لے جانے والا Excalater حرم میں بہترین قسم کا ساؤنڈ سسٹم خدائے مغرب مسلمانوں کی ایجاد نہیں ہے جس کی ایجاد پر حرم شریف میں ہی ''حرام'' کا فتویٰ جاری کیا گیا تھا۔

آپ کو بتاتے چلیں کہ عالمی سطح پر مسلمان دوسری قوموں سے پچاس سال پیچھے ہیں اور یہ صرف اس لئے ہیں کہ ہم نے جدید تعلیم کی طرف توجہ نہیں کی۔ بہرکیف ہمارا مستقبل کیا ہے؟ ہم سب جانتے ہیں۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس موضوع پر مسلم دانشوروں اور رہنماؤں سے بات کریں گے لیکن اس بریک کے بعد تو کہیں جائیے گا نہیں۔ دو منٹ میں حاضر ہوتا ہوں۔''

''غضب کا تجزیہ پیش کیا ہے تبریز نے'' ـــــــ عبدالرحمن نے گلنار کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ابو یہ حقیقت ہے کہ مسلمان تعلیم میں بالکل پچھڑے ہیں۔''

''جب تک ہم جدید تعلیم کی طرف اپنے بچوں کو نہیں لے جائیں گے ہمارا حال یہی رہے گا'' ـــــــ عبدالرحمن نے تشویش ظاہر کی۔

''خدا کرے اس قوم کو عقل آ جائے ورنہ بربادی اور بدحالی اس کا مقدر بن گئی ہے'' ـــــــ گلنار نے اٹھتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے کی طرف لوٹ گئی۔

●●

لڑکی گائے کی طرح ہی تو ہوتی ہے۔ جس کھونٹے سے باندھ دیا جائے بندھ جاتی ہے۔

ہم تیرے کھونٹے کی گیّاں چاہے جدھر ہنک جائیں
ہم تیرے دالان کی چق میں
موسم چھان کے لائیں
ہم تیرے منڈیر کی پنچھی
ایک دن یہاں سے اُڑ جائیں

کیوں ایسا ہوتا ہے لڑکی کے ساتھ کہ ایک گھر سے نکل کر دوسرے گھر میں قید ہو جاتی ہے۔

اس کی خوشی........اس کی خواہشیں........اس کی آرزوئیں........تمنائیں ....سب ایک ہی جست میں چکنا چور ہو جاتی ہیں اور وہ محض تماشائی بنی رہتی ہے۔ گلنار بھی ایک تماشائی کی طرح سارے منظر دیکھ رہی تھی۔ ہر موسم اس کے پاس سے گزرتا جا رہا تھا۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے جب تبریز کے گھر پہنچی تو عصمت بانو کو اپنا منتظر پایا۔ اسے دیکھ کر بول پڑیں۔

''تم اکیلی ہی آئی اور وہ دونوں؟''

''شامہ کی ایک دوست کا برتھ ڈے ہے وہ وہاں چلی گئی اور شائقہ ابو کے لئے کھانا بنا رہی ہے۔''

''اف اوہ........ابو کا کھانا یہاں سے نہیں جا سکتا تھا۔ ایک آدمی کے لئے کھانا بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ تم شائقہ کو فون کرو وہ آ جائے۔''

''جی آنٹی ابھی فون کرتی ہوں۔''

گلنار نے شائقہ کو فون لگایا۔ کچھ ہی دیر کے بعد شائقہ بھی آ گئی اور دونوں مل کر کھانا بنانے میں عصمت بانو کی مدد کرنے لگیں۔ شاذیہ اور طارق جب آئے تو تبریز بھی ان کے ساتھ ہی گھر میں داخل ہوا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ تبریز نے گلنار اور شائقہ کو گھر چھوڑ دیا۔

●●

شاذیہ اور طارق نے مل کر محبت کا ایک ایسا چمن لگایا تھا جس میں ہر پھول رنگ لاتا تھا اور ہر پیڑ لہلہاتا تھا۔ انسیت کے گلاب کھلتے تھے۔ شاذیہ کے دل کے کشکول میں جو بھی پیار بچا تھا وہ طارق کے قدموں میں انڈیل دینا چاہتی تھی۔ دونوں شہر کی گہما گہمی سے نکل کر جمنا ندی کے کنارے آ گئے۔ جمنا سورج کی لہروں میں خود کو ڈوبتے دیکھ رہا ہے یا جمنا ڈوب رہا ہے۔ طارق نے شاذیہ کی طرف دیکھا۔ شاذیہ آج بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں مصرعہ فیض کی طرح گہری تھیں۔ اس کا حسن جیسے غالب کا شعر دو آتشہ تھا۔

دونوں پاس پاس بیٹھے رہے لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ کیا بات کریں۔ شاید اس لئے دونوں کے بیچ کچھ دیر کے لئے لفظوں کا قحط سا پڑ گیا۔ ماحول بھی بالکل شانت ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے کے انتظار میں تھے کہ بات چیت کا سلسلہ کون شروع کرتا ہے۔ شاذیہ کے دل میں جو محبت کا جذبہ ٹھاٹھیں مار رہا تھا ممکن ہے طارق کے اندر بھی اٹھ رہا ہو۔ یہی جاننے کے لئے اس نے چپ چاپ ترچھی نظروں سے طارق کی طرف دیکھا تو اسے لگا کہ طارق بھی خیالوں کے جنگل میں بھٹک رہا ہے۔ شاذیہ سے رہا نہیں گیا اس نے طارق کی طرف جھکتے ہوئے اپنا سر طارق کے کندھے پر رکھ دیا۔

''آں!''——طارق نے چونک کر شاذیہ کی طرف دیکھا۔

''کہاں کھو گئے تھے؟''

''تمہیں کیا لگ رہا ہے؟''

''مجھے لگ رہا ہے کہ تم گلنار آپی کے بارے میں سوچ رہے ہو۔''

''بالکل صحیح اندازہ لگایا۔ مجھے لگتا ہے وہ اپنی ازدواجی زندگی سے خوش نہیں ہیں۔''

''یہ حقیقت ہے۔''

''لیکن اب ہو بھی کیا سکتا ہے۔''

''آپی کو آفاق بھائی کے آنے کا انتظار تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس کے بعد کیا ہوگا

پتہ نہیں۔''

''آفاق کو اگر گلنار کی ذرا بھی فکر ہوگی تو دوبارہ گلف جانے کے بارے میں نہیں سوچے گا۔''

''اب یہ تو آنے کے بعد ہی پتہ چلے گا کہ وہ کیا فیصلہ لیتے ہیں۔''

''آفاق کا جو بھی فیصلہ ہوگا دیکھا جائے گا۔ ابھی تو میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم لوگ اب گھر چلیں۔''

''بالکل''——طارق بائیک اسٹارٹ کرتا ہے اور شاذیہ اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔

●●

گلنار کے پاکیزہ چہرے کی ہر ایک لکیر جاگ اٹھتی ہے جو آہستہ آہستہ گہری ہوتی جاتی ہے۔ وہ کچھ بولنا چاہتی ہے مگر آواز اس کے حلق میں ہی مر جاتی ہے کیونکہ وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ تنہا تھی بالکل تنہا۔

آفاق اس کے لئے تپتی ہوئی اجاڑ زمین، چیختا بدنما آسمان چھوڑ گیا تھا۔ اسے تنہائی کا ناگ ڈسنے لگتا ہے۔

گلنار کی وہی آنکھیں تھیں .... وہی رخسار .... وہی پازیب .... لیکن آنکھوں میں وہ چمک باقی نہیں رہی تھی۔ رخسار کی سرخی غائب ہو گئی تھی اور پازیب اپنی جھنکار بھول گئی تھی۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا، یادوں کے نقوش گہرے ہوتے جاتے ہیں۔ احساس کی شدت بڑھتی جاتی ہے۔

فضا میں خشک پتوں کی صدائیں گونج رہی تھیں لیکن اس آواز کو سننے والا وہاں کوئی نہ تھا۔ گلنار .... اور صرف گلنار ہی ان صداؤں کی بازگشت سن رہی تھی اور اندر ہی اندر رو رہی تھی۔ بےبسی جیسے اس کے چہرے پر تھم گئی تھی۔ نظر اداس، بے سائبان سی ہو گئی تھی۔ جدائی کتنا بڑا امتحان ہوتی ہے اور اس امتحان سے ہر آدمی آسانی سے نہیں گزرتا۔ گلنار کے لئے ایک ایک لمحہ کاٹنا کتنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ کسے بتاتی کہ میرے دل کا صحرا بارش کی ایک بوند کو ترس رہا ہے۔ میری زندگی کے آسمان میں پانی کا ایک قطرہ بھی موجود نہیں ہے۔ میں تپتی صحرا میں ننگے پاؤں دوڑ رہی ہوں۔ میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں مگر ان چھالوں کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ میرا دل جیسے ایک جھٹکے کے ساتھ ٹوٹ گیا ہے اور کرچیاں بکھری پڑی ہیں۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور ایک بوند اجالے کے لئے ترس رہے ہیں۔

●●

کتابوں میں کہاں سب سچ لکھا ہوتا ہے۔

کبھی جھوٹ آپ لکھتے ہیں۔

کبھی سچ میں گڑھتا ہوں۔

کبھی ہم دونوں مل کر جھوٹ کو سچ بنا دیتے ہیں۔

پھر وہ جھوٹ، جھوٹ نہیں رہتا۔

وہ سچ، جو جھوٹ کی کئی چھوٹی چھوٹی ندی پار کر کے سچ کے سمندر میں غوطہ لگاتا ہے۔ ایسا سچ بن جاتا ہے کہ پھر کوئی اُسے جھوٹ نہیں تسلیم کرتا۔

جیسے رات کے گربھ میں سورج ہر روز مر جاتا ہے۔

اور

صبح ہوتے ہی پھر نئی آب و تاب کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ ایسا سچ ہے جسے دنیا تسلیم کر چکی ہے۔

ایک سچ یہ ہے کہ تبریز نے جب سے گلنار کی اداسی اور مایوسی کو دیکھا ہے پریشان سا رہنے لگا ہے۔ وہ ہر رات سونے سے پہلے گلنار کے بارے میں ضرور سوچتا کہ اس کی اداسی کیسے دور کی جائے لیکن وہ خاموش رہ جاتا کہ گلنار شادی شدہ ہے اور کوئی بھی بات کرنے سے پہلے یہ سوچنا ضروری ہے کہ وہ اس سے کیا بات کرے لیکن وہ پریشان ضرور رہتا۔ عصمت بانو نے بھی محسوس کیا کہ تبریز کچھ پریشان ہے۔ انہوں نے ایک دن پوچھ ہی لیا۔

''تبریز میں ادھر کئی دنوں سے محسوس کر رہی ہوں کہ تم کچھ پریشان ہو۔''

''امّی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں گلنار کے لئے پریشان ہوں کہ وہ اکثر بجھی بجھی رہتی ہے۔ ایسا لگتا ہے وہ اپنی شادی شدہ زندگی سے خوش نہیں ہے۔''

''بیٹے! جس کا شوہر شادی کے فوراً بعد کئی سالوں کے لئے ملک سے باہر چلا

جائے اس کی بیوی پر کیا گزرتی ہے یہ وہی جانتی ہے۔ گلنار کے ساتھ بہت ناانصافی ہوئی ہے۔ آفاق کو اتنا لمبا Agreement نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ہاں شادی کے دو چار سال گزر جانے کے بعد وہ Agreement کرتا تو ممکن ہے گلنار پر زیادہ اثر نہیں پڑتا لیکن اب کیا بھی کیا جا سکتا ہے' یہ ایسا رشتہ ہے جسے نبھانا تو پڑے گا ہی۔"

"ہاں امی یہ تو سچ ہے لیکن ایسے رشتے کو ٹوٹنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔"

"یہ تو میں بھی سمجھتی ہوں اس لئے سب کچھ وقت پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اب دیکھیں گلنار کی زندگی میں وقت کیا لکھتا ہے"

●●

گلنار تم میرے بارے میں سوچتی ہوگی کہ میں شاید بدل گیا ہوں۔
میری آنکھیں پہلے کتنی روشن تھیں
لیکن اب وہ چمک نہیں ہے
میں اب تمہارے پاس نہیں ہوں
مجھ سے لمس کا جنگل چھوٹ گیا ہے
شاید مجھ میں بہتا دریا کہیں گم ہو گیا ہے
ایک ذرکا صحرا مجھ میں پنپ رہا ہے
جب میں تمہیں چھوتا تھا تو جیسے وقت ٹھہر جاتا تھا لیکن اب جبکہ تم میرے پاس نہیں ہو پھر بھی ایسا محسوس ہوتا ہے' تمہاری خوشبو آج بھی چہار سمت پھیلی ہے۔
جب تم میرے قریب ہوتی تھی کتنے ہی الفاظ کے پُل تھے میرے پاس' جن سے گزر کر میں تم کو ایک ندی بنا دیتا تھا۔
تمہاری زلفوں کی گھنی چھاؤں میں کتنی ٹھنڈک محسوس کرتا تھا۔
تمہارے ہونٹوں کا لاوا جیسے آج بھی میرے ہونٹوں پر جل رہا ہے۔
تم میرے بارے میں ضرور سوچتی ہوگی۔
میں پہلے کتنا سچا تھا'
ایک رنگریز کی طرح
تم کو اپنے تن من میں رنگ دیتا تھا۔
میرا تن من پہلے کتنا درویش تھا۔ تم سے ہی باتیں کرتا تھا' روٹھا اور منا کرتا تھا۔ تمہارے آگے ہی جھکتا تھا۔
لیکن میں اپنے دل کا حال کیسے سناؤں.........اپنا درد کیسے بتاؤں......... میں پچھلے کئی مہینوں سے ایک ایسے شہر میں رہنے لگا ہوں' جس میں کوئی نہیں رہتا ہے۔ صرف

میں رہتا ہوں اور میری تنہائی۔

''یہ تم کیا بڑبڑا رہے ہو آفاق۔لگتا ہے کوئی نظم پڑھ رہے ہو یا جاگتے ہوئے خواب دیکھ رہے ہو''——ساحل دروازہ کھول کر کمرہ میں داخل ہوا تو آفاق کو بڑبڑاتا ہوا پایا۔

''یار!اب تو میری زندگی میر کی شاعری کی طرح ہوگئی ہے''—— آفاق نے ساحل کی طرف دیکھا اور پیپر کو سمیٹ لیا۔ساحل اس کے بستر پر ہی بیٹھ گیا۔

''آفاق اس طرح اُداس نہ ہو۔جب تم ہندوستان لوٹو گے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔اطمینان رکھو''——ساحل نے اسے دلاسہ دیا۔

''یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کیا ہوگا........چلو اپنا کہو اور سب خیریت ہے؟''

''ہاں........خدا کا شکر ہے۔تم نے ایک کام مجھے سونپا تھا اسے پورا کر دیا ہے۔یہی بتانے آیا ہوں۔''

''کون سا کام؟''

''اپنی بہن کے لئے رشتے کی بات کی تھی۔میں نے پہلے اُس لڑکے سے بات کی پھر اس کے گھر والوں سے فون پر بات ہوئی۔وہ لوگ تیار ہیں۔تم اپنی والدہ کو خبر کر دو۔وہ لوگ کسی دن بھی جا کر لڑکی دیکھ لیں گے اور ساری باتیں تمہاری والدہ سے کر لیں گے۔باقی باتیں ہم لوگ طے کر لیں گے۔''

''یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔میں ابھی امی سے بات کرتا ہوں اور ساری بات بتا دیتا ہوں۔ساحل،تم نے ایک دوست ہونے کا فرض ادا کر دیا۔میں تمہارا بے حد احسان مند ہوں۔''

''آفاق،دوستی میں احسان کا لفظ نہیں ہوتا۔تم اپنی امی سے باتیں کرو۔میں کل ملتا ہوں''——ساحل کھڑا ہو گیا اور دروازے کی طرف بڑھا۔آفاق مسرت بھری نظروں سے اُسے جاتے ہوئے دیکھنے لگا۔اس کے جانے کے بعد اپنی امی کو موبائل لگایا۔

جب فون کی گھنٹی بجی تو انیسہ بیگم نے ریسیور اُٹھایا۔

''امی.......السلام علیکم''

''خوش رہو.........کہو بیٹا کیسے ہو؟''

''امی میں بخیر ہوں........اپنی کہئے''

''یہاں بھی سب خیریت ہے''

''امی کہنا یہ ہے کہ میں نے مہر کے لئے ایک لڑکا دیکھا ہے۔وہ یہاں ایک اچھی کمپنی میں ہے۔تنخواہ بھی اچھی خاصی ہے۔اس کے والدین دلّی میں ہی رہتے ہیں۔اس کے والدین سے بھی باتیں ہوگئی ہیں۔وہ لوگ مہر کو دیکھنا چاہتے ہیں۔کسی دن بھی آپ کو فون کر کے مہر کو دیکھنے آجائیں گے۔اگر مہر پسند آگئی تو باقی باتیں ہم لوگ یہاں طے کر لیں گے۔''

''بیٹے یہ تو بہت خوشی کی بات ہے مہر کی شادی ہو جائے تو میں مطمئن ہو جاؤں۔اچھا،لڑکا دیکھنے میں کیسا ہے؟''

مہر جو بہت دیر سے ماں بیٹے کی باتیں سن رہی تھی۔اچانک کھڑی ہوگئی اور ماں کے قریب آگئی۔

''امی میں شادی نہیں کروں گی۔''

مہر کے اس طرح اچانک بولنے پر انیسہ بیگم چونک پڑیں اور اس کی طرف دیکھا۔

مہر کی آواز آفاق نے بھی سنی تھی۔

''یہ تو کیا کہہ رہی ہے۔تیرے بھائی نے اتنا اچھا رشتہ ڈھونڈا ہے۔تجھے تو خوش ہونا چاہئے۔''

''نہیں امی۔مجھے یہ رشتہ قطعی منظور نہیں۔میں گلف میں نوکری کرنے والے لڑکے کے ساتھ شادی نہیں کروں گی۔''

''مہر،تیرا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا ہے۔''

''ہاں' دماغ ہی خراب ہو گیا ہے۔ میں بھابھی کو جس حال میں دیکھ رہی ہوں اور وہ جو زندگی جی رہی ہیں۔ میں ویسی بیوگی کی زندگی نہیں جینا چاہتی۔ میں ہندوستان میں چائے بیچنے والے لڑکے سے شادی کر سکتی ہوں لیکن وہاں کے ڈاکٹر' انجینئر یا کسی بڑے عہدے پر کام کرنے والے لڑکے سے شادی نہیں کر سکتی کیونکہ ایک لڑکی کو صرف دولت نہیں چاہئے اور بھی بہت کچھ چاہئے جو غیر ممالک میں نوکری کرنے والا لڑکا نہیں دے سکتا۔''

ریسیور چونکہ انیسہ بیگم کے ہاتھ میں تھا۔ اس لئے آفاق مہر کی ساری باتیں سن رہا تھا۔

''امی مہر کو فون دیجئے''

جب آفاق کی آواز آئی تو انیسہ بیگم نے ریسیور کان سے لگایا——''ہاں بیٹے بولو........''

''آپ مہر کو فون دیجئے''

انیسہ بیگم نے ریسیور مہر کی طرف بڑھایا۔

''لو یہی ساری باتیں اپنے بھائی سے بھی کہہ دو۔''

''مہر نے ریسیور کان سے لگایا——''ہیلو''

''مہر یہ میں کیا سن رہا ہوں۔''

''وہی' جو حقیقت ہے........ بھائی جان آپ پیسہ بہت کما رہے ہیں لیکن نہ آپ خوش ہیں اور نہ بھابھی........ بھابھی کی ناراضگی جائز ہے اور ایسی زندگی جینے سے کیا فائدہ .... بھائی جان کہیں ایسا نہ ہو کہ دولت کمانے کے چکر میں اپنی بیوی کو کھو دیں۔''

''مہر شٹ اپ........ تمہیں یہ بھی تمیز نہیں کہ اپنے بڑے بھائی سے کیسے بات کی جاتی ہے۔''

''سچائی کڑوی ہوتی ہے بھائی جان اور میں وہ زندگی جینا نہیں چاہتی۔ اس لئے

میں اس رشتے سے انکار کرتی ہوں۔''

مہر نے ریسیور انیسہ بیگم کے ہاتھ میں پکڑایا اور کمرہ سے باہر نکل گئی۔ انیسہ بیگم نے ریسیور کان سے لگایا۔

''بیٹے تم نے مہر کا فیصلہ سن لیا۔ اب آگے میں کیا بولوں۔ بہتر یہی ہے کہ اس رشتے کو آگے نہ بڑھایا جائے۔ اچھا فون رکھتی ہوں بعد میں بات کروں گی''——انیسہ بیگم نے ریسیور رکھ دیا اور صوفے پر پریشان حال بیٹھ گئیں۔ انہوں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ مہر کا یہ روپ بھی سامنے آئے گا۔ وہ نڈھال ہو گئیں۔

●●

در و دیوار پہ تاریک سا سایہ لرزاں ہے
ٹمٹماتا سا دیا چپ روں صرف نوحہ کناں ہے
وقت سے پہلے گھر میں رات اتر آئی ہے

گلنار نے سوچا —— چاہا کچھ تھا مگر ملا کچھ اور........

اس نے اُجالوں کی تمنا کی تھی مگر اندھیرا اس کی زندگی پر مسلط ہو گیا ہے۔

خوشی کا بیج بویا تھا لیکن غم کی فصل کاٹ رہی ہے۔

لمحہ لمحہ پل پل اس کی اُداسی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ چاہت کا آسمان سیاہ مائل ہو چکا ہے۔

عبدالرحمن متفکر چہرہ لئے گلنار کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ گلنار جو پلنگ پر بیٹھی سوچ میں غرق تھی' ابو کے قدموں کی آواز پر دروازے کی طرف نگاہ کی اور ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور اپنے دوپٹے کو ٹھیک کیا۔ عبدالرحمن اسی پلنگ پر بیٹھ گئے۔ بیٹی کے اداس چہرے کو دیکھ۔

''بیٹی میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم آفاق سے کچھ ناراض ہو۔ اس لئے جب اس کا فون آتا ہے تو تم نظر انداز کر دیتی ہو۔''

''ابو' شادی سے پہلے ہر لڑکی خوابوں کا ایک تاج محل بناتی ہے۔ بہت ساری تمنائیں' حسرتیں اس کے دل میں پیدا ہوتی ہیں لیکن جب خوابوں کا تاج محل ٹوٹتا ہے' تمناؤں کا شیرازہ بکھرتا ہے تو ایک لڑکی کے دل پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے یہ وہی سمجھ سکتی ہے''—— گلنار کا لہجہ اُداس تھا۔

''بیٹی میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں کہ تمہارے خوابوں کا تاج محل کس طرح مسمار ہوا۔ آفاق پڑھا لکھا لڑکا ہے۔ عرب میں ایک اچھی پوسٹ پر ہے۔ پیسہ بھی خوب کماتا ہے۔ ایک لڑکی کو اور کیا چاہئے۔''

''ابو شاید میں آپ کو نہ سمجھا پاؤں اگر امی ہوتیں تو شاید میری بات زیادہ اچھے

ڈھنگ سے سمجھ سکتی تھیں اور آپ کو بھی سمجھا سکتی تھیں پھر بھی ابو دولت' عزت یا شہرت ہی محض ایک لڑکی کی خواہش نہیں ہوتی۔ اس کی خواہش کچھ اور بھی ہوتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اس کے پاس رہے۔ اس سے خوب محبت کرے۔ اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارے مگر سوچئے ابو' جس کا شوہر چار سال کے لئے شادی کے فوراً بعد دور ہو جائے وہ تو بیوگی کی زندگی ہی گزارے گی نا؟''

''گلنار اب تمہاری باتیں میری سمجھ میں آ گئیں۔ شاید میں نے ان پہلوؤں پر غور نہیں کیا تھا جس سے تم دوچار ہو۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ انتخاب غلط تھا لیکن حالات نے تمہیں جو ضرب لگائے ہیں۔ واقعی وہ مجھے بھی سوچنے پر مجبور کر رہا ہے کہ عرب میں نوکری کرنے والے اس لڑکے سے شادی نہ کرے جو اپنی بیوی کو اپنے ساتھ نہ لے جا سکے.......

لیکن بیٹی اب تو تمہیں حالات سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آفاق کے فون کو تم اٹینڈ کرو۔ اس سے خوشگوار ماحول میں بات کرو تاکہ کشیدگی نہ پیدا ہو یا اس رشتے میں کوئی خلیج نہ پیدا ہو۔ جب آفاق اس بار ہندوستان آئے گا تو میں اسے سمجھاؤں گا کہ ہندوستان میں رہ کر ہی کوئی بزنس کرے یا نوکری کرے۔''

''ابو آگے کیا ہوگا یہ تو میں نہیں جانتی لیکن فی الحال میری زندگی اجیرن بن گئی ہے۔''

''بیٹی مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے دکھ کا مداوا نہیں کر سکتا لیکن خدا سے دعاء ضرور کروں گا کہ تمہاری زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں اتر آئیں۔''

عبدالرحمن دکھی من سے اٹھے اور کمرہ سے باہر نکل گئے۔ گلنار مایوس کن نظروں سے انہیں جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔

●●

اشک گلنار کی پلکوں پر کانپ رہے تھے——'

گالوں پر پسینے جیسی سرخی تھی نہ ہونٹوں پر رمق۔آفاق کا خیال آتے ہی دل میں ایک ٹیس سی اٹھتی۔دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ کبھی وہ بے سبب رونے لگتی' کبھی بے وجہ ہنسنے لگتی۔

آفاق جب میں نے تمہیں پایا تھا تو ایسا لگتا تھا کہ میں نے سب کچھ پا لیا ہے لیکن آج میری زندگی کا ساحل بہت پُرسکون اور ویران ہے۔جب تمہاری یاد آتی ہے تو لگتا ہے۔

پھر وہی رُت' پھر وہی جھونکا نہ جانے کہاں سے چلا آیا ہے۔

کوئی بات پہلی سی دہرایا ہے۔

وہی سازِ اُلفت ہے وہی نغمگی ہے۔

وہی پھر خوشبو' وہی تازگی ہے

تم نے ہی کہا تھا——

جب میں بلاؤں گی تمہیں

سر کے بل دوڑے چلے آؤ گے

راستے کی ساری چٹانیں' ساری دیواریں مسمار کر کے

جیسے پانی کا بہاؤ سب کچھ بہا لے جاتا ہے

جب میں تمہیں دل سے یاد کروں گی

تم چلے آؤ گے

لیکن میرے اوپر تو دکھوں کا بادل امڈ آیا ہے

غموں کی بارش تھمنے کا نام نہیں لے رہی ہے

جب میں پیچھے مڑ کر دیکھتی ہوں تو لگتا ہے جیسے اپنی خوشی اپنی ہنسی کہیں بھول آئی ہوں۔

گلنار کی آنکھیں رو رہی تھیں' دل تڑپ رہا تھا۔اس کے تصور کی اُڑانیں زمین کی وسعتوں سے آسمان کی پنہائیوں تک تھیں۔ماحول میں سراسیمگی چھائی ہوئی تھی۔آفاق اپنی

محبت کا اعتبار کھو چکا تھا۔گلنار ہر لمحہ سوچتی——

تم کہاں کھو گئے آفاق؟

تمہاری لکھی ساری تحریروں کے حروف اپنی پہچان کھو رہے ہیں۔

تمہارا چہرہ آہستہ آہستہ معدوم ہوتا جا رہا ہے۔تمہارے الفاظ ہڈیوں کی طرح کھوکھلے اور بے صدا ہو گئے ہیں۔تم میرے گنہگار ہو آفاق کہ تم نے مجھے تنہائیوں کے جنگل میں اکیلا چھوڑ دیا ہے۔میں صحرا صحرا بھٹک رہی ہوں لیکن کہیں مجھے سراب بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔میرے اردگرد اندھیروں کا انبار ہے۔اس اندھیرے میں کھو نہ جاؤں کہ تم مجھے چاہ کر بھی ڈھونڈ نہ سکو۔

میری خوشیوں کے چراغ گل ہو گئے ہیں......قہقہے......صدائیں......سب اندھیرے میں گم ہو گئے ہیں۔کہیں ان اندھیروں میں رشتوں کی پہچان بھی نہ کھو جائے۔

میرے سارے خواب ٹوٹے ہوئے لفظوں کی طرح بکھر گئے ہیں۔

کب یہ منظر بدلے گا۔

کب رات ستاروں کے آنگن میں جاگے گی۔

کب میری زندگی کا چاند چمکے گا یا سیاہ بادل میں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو جائے گا۔

●●

وقت ایک عمیق سمندر ہی تو ہے۔ جس میں کتنے ہی روز و شب، ماہ و سال سما کر معدوم ہو جاتے ہیں۔

گلنار اپنے کمرہ میں تنہا بیٹھی ہے۔ بھیگی بھیگی آنکھیں اور تھکا تھکا ذہن لئے وہ سوچ رہی ہے۔

ہوائیں شرارت پر اترتی جا رہی ہیں۔
پھول ہوا کی شرارت سے دور
اداس اداس ہیں
بالکل ایسے جیسے شبنم کا لطیف بوجھ
شرارت کے بھاری بوجھ سے دب گیا ہو
وہ کلیاں جو کھلنے کو بے تاب تھیں
اب اُداس گاہوں کے مرجھانے کا غم نہیں
مجھے ہوا کی شرارت سے غرض نہیں
مجھے تو صرف تمہاری جستجو ہے
جس نے صرف
میرے دل کی کونپل کی زندگی چھین لی
دیکھو
میں اداس چپ چاپ منتظر
بیٹھی ہوں
وقت میرے اوپر سے گزرتا جا رہا ہے
جو ہر لمحہ مجھے رُلا رہا ہے تڑپا رہا ہے
نہ جانے کب تک میرے مقدر میں تڑپنا لکھا ہے

آنسو گلنار کی آنکھوں سے تھمنے کا نام نہیں لے رہے ہیں۔ شائقہ کسی غرض سے اس کے کمرے میں آئی تو گلنار کی آنسو بھری آنکھیں دیکھ کر چونک پڑی۔

''آپی آپ رو رہی ہیں؟''

''نہیں تو........''

گلنار نے فوراً اپنے دوپٹے سے آنسو پونچھ ڈالے۔

''آپی آپ لاکھ چھپائیں لیکن آپ رو رہی ہیں۔ بتایئے نا کیا بات ہے؟''

''شائقہ کوئی بات نہیں ہے۔ بس آنکھوں میں کچھ چلا گیا تھا۔ اس لئے آنسو آ گئے۔''

شائقہ نے زیادہ سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اس کے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ ابھی وہ ٹی۔ وی آن کرنا چاہ رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اُٹھی۔ اس نے ریسیور اُٹھایا ——

''ہیلو''

''میں شازیہ بول رہی ہوں''

''ہاں آپی کہئے کیسی ہیں؟''

''ہم لوگ ٹھیک ہیں۔ تم اپنی اور گھر کی خیریت بتاؤ۔''

''یہاں سب خیریت ہے لیکن ابھی گلنار آپی کے کمرے سے آ رہی ہوں۔ وہ رو رہی تھیں۔ اکثر تنہائی میں انہیں روتے ہوئے دیکھا ہے۔''

''شائقہ میں آپی کا غم سمجھ سکتی ہوں۔ میں کل گھر آ رہی ہوں۔ ان کا دکھ دور کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو سوچنا ہی پڑے گا۔''

''ہاں آپی! کچھ کیجئے۔ نہیں تو اندر ہی اندر گھٹتی رہیں گی اور کوئی بیماری گلے لگا لیں گی۔''

''تم گھبراؤ نہیں میں کچھ کرتی ہوں۔ اچھا اب رکھو باقی باتیں کل ہوں گی۔''

''اچھا آپی خدا حافظ''

''خدا حافظ''

شاذیہ موبائل آف کر کے سوچنے لگی کہ گلنار کے دکھ کا کیا مداوا کیا جائے۔

●●

شائقہ نے دروازہ کھولا تو شاذیہ اور طارق دروازے پر کھڑے نظر آئے۔

''ویلکم ٹو ہوم .... آیئے تشریف لایئے۔ مجھے پتہ تھا کہ لیلیٰ مجنوں کی جوڑی ہی میرے دروازہ پر دستک دے رہی ہے''—— شائقہ پیچھے ہٹ گئی اور شاذیہ طارق مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

''کیسی ہو شائقہ؟''—— طارق نے دریافت کیا۔

''میں بالکل بھلی چنگی ہوں اور خدا کے فضل سے آپ لوگ بھی اچھے ہوں گے۔ دیگر احوال ضروری یہ ہے کہ آپ لوگ گلنار آپی کے کمرے میں تشریف لے چلیں۔ میں چائے لے کر وہیں آتی ہوں۔''

شاذیہ اسے مارنے کے لئے دوڑی مگر شائقہ کچن میں داخل ہو گئی۔ شاذیہ اور طارق مسکراتے ہوئے گلنار کے کمرے میں آ گئے۔ گلنار بستر پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ دونوں کو دیکھ کر پیر موڑ کر قاعدے سے بیٹھ گئی۔

''السلام علیکم آپی''

''وعلیکم السلام........ آؤ بیٹھو......... یہ اچانک .... پہلے سے کوئی فون بھی نہیں آیا کہ تم لوگ آ رہے ہو''—— گلنار کو ان کے اچانک آنے پر تھوڑی حیرانی ضرور ہوئی۔ شاذیہ گلنار کے بستر پر بیٹھ گئی اور طارق وہاں پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''بس دل چاہا تو چلی آئی.........آپ لوگوں کی بہت یاد آ رہی تھی۔''

''اچھا ہی کیا''—— اسی اثنا میں ثمامہ اور شائقہ ناشتہ اور چائے کی ٹرے لئے کمرے میں داخل ہوئیں اور میز پر رکھ کر بیٹھ گئیں۔

''لیجئے آپ لوگ چائے نوش فرمایئے''—— ثمامہ نے چائے طارق کی طرف بڑھایا۔

''ثمامہ کیسی ہو؟''—— طارق نے دریافت کیا۔

"ٹھیک ہوں تو شے بھائی۔"

"اور شائقہ سے تو پوچھنا بے کار ہے کیونکہ جب یہ شروع ہو جاتی ہے تو کار کی رکتی ہی نہیں ہے۔ کیوں شائقہ؟"

"طارق بھائی آج میں آپ لوگوں کو ایک نظم سنانا چاہتی ہوں۔"

"ہاں ہاں سناؤ"——— طارق بولا۔

"سنیے
ہم زمینوں سے بہت نیچے
اور
آسمانوں سے بہت اونچے
اڑنے والے مسافر ہیں
ہم سفر ہیں
ہم مسافر ہیں' کس سفر کے
کس لئے ہم نے
اپنے گیان اور دھیان کے لالہ زاروں پر
کنڈیاں چڑھا دی ہیں
کس لئے ہم نے
بند کمرے میں بیٹھے ہوئے
کشن گزیدہ
تسبیحیں پڑھ رہے ہیں
جن کی عبادتیں
صنوبر کی طرح زمین پر گڑی رہتی ہیں

اور کبھی نہیں اترتیں
بارش کی طرح' آسمانوں سے
اور بکھرتی نہیں ادھر سے ادھر
پیڑوں کے پتوں کی طرح
جب وہ سوکھ جاتے ہیں"

"واہ.........واہ واہ.........بڑی پیاری نظم ہے——— طارق نے تعریف کی۔

"شکریہ"——— شائقہ نے ہاتھ اٹھا کر شکریہ ادا کیا۔

"یہ میری نظم یاد کر کے سنا رہی ہے"——— شاذیہ نے مسکرا کر کہا۔

"آپی آپ نے بھی سب کے سامنے راز کھول دیا کچھ دیر کے لئے تو خوش ہونے دیتیں کہ یہ نظم میری ہے بہر کیف آپ کی نظم آپ ہی کی رہے گی۔"

"آپی ابھی شائقہ نے جو نظم سنائی اگر آپ اس کی گہرائی میں جائیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ آپ کی زندگی سے کتنی قریب ہے۔ پھر بھی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں"——— شاذیہ نے گلنار کے بجھے چہرے کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں.........کہو"

"آپی آپ دن بھر گھر میں بیٹھی بیٹھی بور نہیں ہوتیں۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ اگر کوئی جاب پکڑ لیں تو وقت آرام سے کٹ جائے گا۔"

"ہاں گلنار آپی یہ اچھا مشورہ ہے۔ آپ کوئی جاب کر لیجئے۔ اس طرح آپ کی تنہائی بھی دور ہو جائے گی اور وقت بھی کٹ جائے گا"——— شامہ نے بھی ہاں میں ہاں ملایا۔

گلنار کچھ دیر تک سوچتی ہے پھر گویا ہوتی ہے ——— "لیکن ابو اس کی کبھی اجازت نہیں دیں گے۔"

"ہم لوگ مل کر ان کو منا لیں گے۔ آپ صرف حامی تو بھریئے۔"

''لیکن آفاق........؟''

''ان سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہوں نے آپ سے پوچھ کر چار سال کا Agreement کیا تھا پھر آپ کیوں پوچھیں گی''——شاذیہ نے دوٹوک جواب دیا۔

''وہ تو ٹھیک ہے پھر بھی.........''

''آپ کوئی غلط کام نہیں کر رہی ہیں بلکہ اپنی تنہائی دور کرنے کا سامان کر رہی ہیں''——شائقہ نے مزید بات آگے بڑھائی۔

''مجھے بھی لگتا ہے کہ جاب کرنا چاہئے اور جب تم لوگوں کی مرضی ہے تو میری طرف سے ہاں سمجھو۔''

سبھی کے چہرے کھل گئے۔

''تو پھر شام میں ہم لوگ ابّو سے بات کریں گے''——شاذیہ نے فیصلہ کرلیا۔

''آپ لوگ بیٹھ کر باتیں کیجئے۔ ہم لوگ کھانا تیار کرتے ہیں' چلو شائقہ''——ثامہ اُٹھ کر کمرہ سے نکل گئی اور شائقہ بھی اس کے پیچھے باہر آگئی۔

شام کو جب عبدالرحمن چائے سے فارغ ہو کر ڈرائنگ روم میں دوبارہ آئے تو سبھی بیٹیوں کو ڈرائنگ روم میں بیٹھے پایا۔

''یہ اسمبلی یہاں کیوں لگی ہوئی ہے؟''

''ایک بہت ہی اہم مدّعے پر تبادلۂ خیال چل رہا ہے۔ چونکہ آپ اس اسمبلی کے اسپیکر ہیں اس لئے فیصلہ آپ ہی کو لینا ہے''——شاذیہ نے اسی انداز میں کہا۔

''ذرا میں بھی سنوں وہ کون سا مدعا ہے جس کے لئے میری ساری بیٹیاں ایک جگہ جمع ہوگئی ہیں''——عبدالرحمن صوفے پر بیٹھ گئے۔

''ابّو آپ تو جانتے ہیں کہ گلنار آپی اپنی تنہائی سے بور ہوگئی ہیں۔ دن بھر کتابیں پڑھتی رہتی ہیں یا ٹی۔وی دیکھتی ہیں۔ اس کے باوجود بھی ان کی تنہائی دور نہیں ہو رہی ہے۔ اس لئے ہم لوگ چاہتے ہیں کہ وہ کوئی جاب کرلیں تاکہ ان کا دل کام میں لگا رہے۔ ذہن بنا رہے گا تو یقیناً تنہائی دور ہو جائے گی''——شاذیہ نے تفصیل سے ساری باتیں بتائیں۔

عبدالرحمن سوچنے لگے اور کچھ دیر کے بعد گلنار کی طرف دیکھا جو اپنا مرجھایا ہوا چہرہ لئے بیٹھی تھی۔ وہ شاذیہ سے مخاطب ہوئے۔

''بیٹی تم لوگوں کا کہنا درست ہے لیکن گلنار کی شادی ہو چکی ہے۔ اب اس پر میرا اتنا حق نہیں رہا جتنا آفاق کا ہے۔ وہ آفاق سے پوچھ کر نوکری کر سکتی ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''ابّو اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب جاب مل جائے گی تو کسی دن نوشے بھائی کو بتا دیں گی کہ ہم نے جاب کرلیا ہے''——شاذیہ نہیں چاہتی تھی کہ آفاق سے پوچھا جائے۔

''ہاں ابّو پہلے بتانے سے کیا فائدہ اور جاب ڈھونڈنے میں بھی تو وقت لگے گا''——ثامہ نے بھی شاذیہ کی باتوں کی تائید کی۔

''آپی پہلے تو گلنار آپی کو یہ طے کرنا ہے کہ وہ کس طرح کی جاب کرنا پسند کریں گی''——شائقہ جلد منزل تک پہنچنا چاہتی تھی۔

''میرا مشورہ ہے کہ آپی کی دلچسپی میڈیا میں ہے۔ اس لئے میڈیا ہی میں کوئی جاب تلاش کریں تو بہتر ہوگا''——شاذیہ نے گلنار کی طرف دیکھا۔

''تو کیا خیال ہے آپی؟''——ثامہ کی بھی نگاہ گلنار کی طرف اٹھ گئی۔

''میڈیا ہی ٹھیک رہے گا''—— شائقہ بولی۔

گلنار کچھ دیر سوچتی رہی پھر باری باری سب کے چہرے کو دیکھا اور گویا ہوئی۔

''میڈیا کی جاب تو واقعی بہتر ہے لیکن اس کا مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے''

''آپ تبریز بھائی سے بات کیجئے۔ وہ تو بالکل گھر کے فرد ہیں۔ ان کے ساتھ کام کرنے میں آپ کو کوئی پریشانی بھی نہیں ہوگی''—— شائقہ بول پڑی۔

''بالکل........ اچھا آئیڈیا ہے''—— شاذیہ بولی۔

''تو آپ تبریز بھائی سے اس سلسلے میں بات کیجئے''—— ثمامہ نے کہا۔

''میں ابھی فون لگاتی ہوں''—— شاذیہ اپنے موبائل سے تبریز کا نمبر ڈائل کرتی ہے۔

''ہاں شاذیہ بولو کیسے یاد کیا؟''

''آپی آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہیں''

''ہاں، دو''—— شاذیہ موبائل گلنار کی طرف بڑھا دیتی ہے۔

''وہ یہ ہے کہ میں تنہائی سے اوب گئی ہوں اور کوئی جاب کرنا چاہتی ہوں، کیا میڈیا میں میرے لئے کوئی جاب ہو سکتی ہے؟''

''گلنار، یہ تم نے اچھا فیصلہ لیا ہے۔ میں تمہارے اس فیصلے سے بے حد خوش ہوں........ ایسا ہے کہ میری نیوز ڈاکومنٹری چینل پر شروع ہونے والی ہے۔ مجھے اس کے لئے کئی لوگوں کی ضرورت ہے اگر تم میرے ساتھ کام کرنا چاہو تو میں تم ہی کو اپنے یونٹ میں شامل کر سکتا ہوں۔''

''یہ تو میرے لئے خوشی کی بات ہوگی........ اس سے اچھا اور کیا ہو سکتا ہے۔ میں بالکل تیار ہوں''—— گلنار کا چہرہ کھل اُٹھا۔

''تو پھر تم کل میرے دفتر آ جاؤ۔ وہیں ساری باتیں طے کر لیں گے۔''

''بالکل، میں کل آتی ہوں........ اچھا خدا حافظ''

''خدا حافظ........''

''کیا ہوا آپی؟''—— شائقہ نے پوچھا۔

''تبریز کی ایک ڈاکومنٹری شروع ہونے والی ہے۔ وہ اپنے ساتھ مجھے جوڑنا چاہتے ہیں''—— گلنار نے بتایا۔

''اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ کل ہی جوائن کیجئے''—— شاذیہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ ساتھ میں ثمامہ اور شائقہ کے چہرے پر بھی مسرت رینگ گئی۔ عبدالرحمٰن خوش نہیں تھے مگر اس کا اظہار انہوں نے نہیں کیا۔

●●

گلنار نے ہر طرف سے توجہ ہٹا کر اپنے کام میں دل لگانا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی دلچسپی بڑھتی گئی۔ کئی لوگوں سے اس کی شناسائی ہوگئی تھی۔ اتنا ہی نہیں میڈیا کی تکنیک سے بھی وہ واقف ہو رہی تھی۔ چند دنوں میں ہی اس کے چہرے پر تازگی آگئی۔ اب گلنار کی آنکھوں سے اُداسیوں کے سائے غائب ہوگئے تھے۔ دل پر جو بوجھ تھا ہٹ گیا ہو گیا تھا۔ گلنار دل لگا کر کام کر رہی تھی۔ اب اس کا زیادہ تر وقت تبریز کے ساتھ گزرتا۔ گلنار کے ساتھ آ جانے سے تبریز بھی خوش دکھنے لگا لیکن عبدالرحمن کے دل پر ایک بوجھ نے اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ گلنار نے ابھی تک آفاق سے بات نہیں کی تھی۔ عبدالرحمن سادہ دل اور سادہ مزاج انسان تھے۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ گلنار کو آفاق سے بات کرنی چاہئے۔ اب گلنار اکثر دیر رات کو گھر لوٹتی۔ عبدالرحمن بیٹی سے بولنا چاہتے مگر اس کی خوشی کی خاطر خاموش رہ جاتے کہ گلنار میں کئی تبدیلیاں واقع ہوئی تھیں۔ اب وہ خوش رہنے لگی تھی۔ گلنار کو خوش دیکھ کر شادیہ، شمامہ اور شائقہ بھی خوش تھیں۔

ایک دن جب وہ کافی دیر سے رات کو لوٹی تو عبدالرحمن کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ بالآخر وہ بول پڑے ——

''بیٹی اس طرح دیر رات کو گھر لوٹنا مناسب نہیں ہے۔ تم شادی شدہ ہو۔ تمہاری ازدواجی زندگی اس سے متاثر ہو سکتی ہے''

''ابو' آپ اپنی بیٹی پر بھروسہ رکھئے میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گی جس سے آپ کی عزت پر حرف آئے''

''پھر بھی بیٹی ایک شادی شدہ لڑکی کو ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے کیوں کہ وہ آزاد نہیں ہوتی۔ اس کا شوہر ہوتا ہے۔ ساس ہوتی ہے۔ ان سب کی مرضی جانے بغیر تم نے یہ فیصلہ لیا ہے۔ اس لئے مجھے ہر وقت یہ خدشہ دامن گیر رہتا ہے کہ آنے والے وقت میں کہیں رشتے میں کشیدگی نہ پیدا ہو جائے۔''

''ابو' آپ بالکل اطمینان رکھیں ایسا کچھ نہیں ہوگا'' —— یہ کہہ کر گلنار اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ جب وہ اپنے کمرے میں آئی تو اسے اپنے ابو کی بات یاد آ گئی —— ''بیٹی مجھے ہر وقت یہ خدشہ دامن گیر رہتا ہے کہ آنے والے وقت میں کہیں رشتے میں کشیدگی نہ پیدا ہو جائے'' —— گلنار مرجھا گئی گلاب کے اس پودے کی طرح جو کیڑا لگنے سے مرجھا جاتا ہے۔ اس کا جوش ماند پڑ گیا۔ کیا واقعی اس نے غلط فیصلہ لیا ہے؟ کیا اُسے آفاق سے پوچھنا چاہئے تھا؟ آفاق اس کا شوہر ہے اور ایک بار اس کی رائے اسے ضرور لینی چاہیے تھی یا ساس کو بھی اعتماد میں لے لیتی........طرح طرح کے خیالات اس کے ذہن میں آتے رہے۔ وہ صبح تک جاگتی رہی۔ آخری لمحوں میں کچھ دیر کے لئے جھپکی آ گئی تھی۔

●●

آکاش کے نیچے ماتھے سے مہتاب کا جھومر غائب ہو چکا تھا۔

اس رات بڑی خاموشی تھی۔ انیسہ بیگم اور مہر دونوں سر جوڑ کر بیٹھی تھیں۔ ٹی۔وی اسکرین پر کبھی تبریز اور کبھی گلنار کا چہرہ ابھرتا پھر غائب ہو جاتا۔ آخر کار مہر نے ریموٹ سے ٹی۔وی آف کر دیا۔ خاموشیوں کے درمیان دونوں ماں بیٹی میں بہت ساری باتیں ہو گئیں مگر سب خاموش رہے۔ انیسہ بیگم نے موبائل اٹھایا اور عبدالرحمن کا نمبر ڈائل کیا۔

"آپ نے ٹی۔وی پر اپنی بیٹی گلنار کی تصویر ضرور دیکھی ہوگی۔ بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور Presentation بھی بہت اچھا تھا۔ کیا میں جان سکتی ہوں کہ میری بہو بغیر میرے بیٹے یا میری مرضی کے اس Profession کو اختیار کیا۔"

"دیکھئے گلنار نے جو فیصلہ کیا ہے وہ بالکل درست ہے کیونکہ آپ لوگوں نے اس کی اداسی، مایوسی اور محرومی کو محسوس نہیں کیا ہے۔ اس کے اندر کی بے چینی کو نہیں دیکھا۔ اس کے مرجھائے ہوئے چہرے کو نہیں پڑھا۔ اس کے اندر جو اضطراب تھا اسے نہیں دیکھا۔ شادی شدہ لڑکی کی کیا خواہش ہوتی ہے اسے آپ بخوبی جانتی ہیں اور جس کا شوہر شادی کے پندرہ دن کے بعد چار سال کے لئے اس سے دور ہو جائے اس پر کیا گزرتی ہے کبھی آپ نے نہیں سوچا اور نہ ہی آپ کے بیٹے نے اس پر غور کیا" —— عبدالرحمن بپھر پڑے۔

"آپ کو بھی پہلے سوچنا چاہئے تھا کہ میرا بیٹا ملک سے باہر نوکری کرتا ہے اور آپ کی بیٹی کو تنہا رہنا پڑے گا" —— انیسہ بیگم کا بھی تیور بدل گیا۔

"ہاں...... سوچا تھا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ آپ کا بیٹا دولت کے پیچھے اس طرح بھاگ رہا ہے کہ شادی کے فوراً بعد چار سال کا Agreement کرے گا اور میری بیٹی کو تنہا چھوڑ دے گا...... دیکھئے گلنار جو کام کر رہی ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ تبریز گھر کا لڑکا ہے اس لئے میں نے اجازت دے دی۔ جب آفاق یہاں لوٹ کر آ جائے گا تو

نوکری چھوڑ دے گی۔"

انیسہ بیگم نے آگے کچھ کہنے کے بجائے فون کاٹ دیا اور فوراً آفاق کا نمبر ڈائل کیا۔

"بیٹے کیسے ہو؟"

"امی میں بالکل ٹھیک ہوں"

"بیٹا ایک بات تم سے کرنی تھی"

"ہاں کہئے"

"گلنار آج کل تبریز کے ساتھ نیوز چینل میں کام کر رہی ہے"

"یہ تو اچھا نہیں کیا...... اس نے مجھ سے بھی نہیں پوچھا"

"میں نے تمہارے سسر سے بات کی تھی۔ وہ بیٹی کی طرف داری کر رہے تھے۔ جو فیصلہ اس نے لیا ہے مناسب ہے۔ میرا کام تمہیں خبر کرنا تھا۔ تمہاری بیوی ہے تم جو مناسب سمجھو کرو۔"

"امی میں ابھی گلنار سے بات کرتا ہوں اور اسے کام چھوڑنے کے لئے کہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے رکھتی ہوں۔"

انیسہ بیگم نے موبائل آف کیا لیکن ان کے چہرے پر تفکر کی لکیریں ابھر آئی تھیں۔

●●

گرچہ سورج ابھی تھوڑی دیر قبل غروب ہوا تھا۔ آج گلنار پہلے ہی لوٹ کر گھر آ گئی تھی جو اسکرپٹ ساتھ لے کر آئی تھی۔ اس کا مطالعہ کر رہی تھی۔ اسی وقت موبائل کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے نام دیکھا اور کان سے لگا لیا۔

''السلام علیکم''

''وعلیکم السلام .... کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ نے جو جاب شروع کیا ہے وہ کس کی اجازت سے کیا؟'' —— آفاق کا لہجہ بدلا بدلا تھا۔

''میں نے جو فیصلہ لیا ہے اپنی مرضی سے لیا ہے اور جو بہتر سمجھا وہی کیا'' —— گلنار نے بھی ٹکا سا جواب دیا۔

''اس کا مطلب آپ خود کو خود مختار سمجھتی ہیں۔ جب کہ آپ کو یاد رہنا چاہئے کہ آپ شادی شدہ ہیں اور بغیر میری مرضی کے کوئی فیصلہ نہیں لے سکتیں۔''

''آج کی عورت غلام نہیں ہے۔ شادی ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی خود مختاری ختم ہو گئی۔ شادی ایک معاہدہ ہوتا ہے شوہر اور بیوی کے درمیان .... کیا آپ نے Agreement کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھا تھا .... کیا آپ نے میرے جذبات کی فکر کی تھی .... کیا آپ نے میری اداسی کو بھی محسوس کیا .... کیا آپ نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ میں تنہا اپنی زندگی کیسے گزار رہی ہوں۔ مجھ پر کیا گزر رہی ہے .... نہیں .... تو پھر میں کسی کی فکر کیوں کروں۔ اس لئے مجھے جو اچھا لگا وہی کیا۔''

''گلنار مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے جو بھی کیا ہے تمہاری بھلائی اور بہتر زندگی کے لئے کیا ہے اور چار سال کا وقفہ اتنا طویل نہیں ہوتا کہ تم تنہائی سے گھبرا کر جاب کرنے لگو .... آخر میری بھی عزت ہے لوگ کیا کہیں گے کہ شوہر وہاں دولت کما رہا ہے اور بیوی دوسرے مردوں کے ساتھ چینل میں کام کر رہی ہے .... تم یہ کام چھوڑ دو .... میں آنے کے بعد دوبارہ نہیں جاؤں گا۔ میرا وعدہ ہے۔''

''اب میں یہ کام کسی بھی صورت میں نہیں چھوڑ سکتی یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔ ویسے جب آپ واپس آئیں گے تو دیکھا جائے گا کہ کیا کرنا ہے .... اچھا خدا حافظ'' —— گلنار نے موبائل آف کر دیا۔ اس کی بات سنتے ہی آفاق کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اس کے پورے جسم میں ہلکی سی کپکپاہٹ ہونے لگی، غصے میں کنپٹی کی سرخ نسیں کھنچ آئیں۔ مٹھیاں اس طرح کھلنے اور بند ہونے لگیں کہ اس وقت اگر اس میں کوئی بھی شے ہوتی چکنا چور ہو جاتی۔ آفاق نے موبائل اٹھا کر سامنے کی دیوار پر دے مارا۔ موبائل ٹوٹ کر گر پڑا۔ وہ غصے سے کانپ رہا تھا۔ گلنار کو اسی کے لہجے میں جواب دینا چاہا لیکن اس وقت خاموش رہنے میں ہی عافیت محسوس کی۔

●●

آفاق کو دھچکا سا لگا۔ گلنار نے صاف منع کر دیا کہ وہ کام نہیں چھوڑ سکتی۔ فون کرنے سے قبل اسے یقین تھا کہ وہ اس کی بات مان جائے گی اور یہ کام چھوڑ دے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ پریشان ہو اٹھا صرف 'نہیں' کا لفظ اس کا تعاقب کرنے لگا اور جب کی بازیافت میں مسلسل بھاگنے لگا۔ گھبرایا ہوا' پریشان' عجیب وغریب حالت بنائے وہ بھاگ رہا ہے اور لفظ 'نہیں' اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ اسے ڈھونڈ رہا ہے۔ وہ دوڑ رہا ہے لگاتار......سرپٹ......سب کی نظروں سے خود کو چھپاتا ہوا۔ ہر انسان کی انگلی اس کی طرف اٹھ رہی ہے جیسے وہ کوئی مجرم ہو——دیکھو دیکھو یہی وہ شخص ہے جو دوبئی میں بیٹھ روپیہ جمع کر رہا ہے اور اس کی بیوی یہاں دوسرے مرد کے ساتھ رنگ رنیاں منا رہی ہے۔

آفاق اوپر سے نیچے تک کانپ گیا۔ اسے اپنی عزت مٹی میں ملتی نظر آئی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ کوئی مجرم ہے جو سب کی نگاہیں اس کا ہی تعاقب کر رہی ہیں۔ اس کے درمیان رہنے والا ہر انسان ہنس رہا ہے......قہقہہ لگا رہا ہے......اسے مجرم ٹھہرا رہا ہے......آفاق پس وپیش کی حالت میں اپنے کمرے میں سب کی ہنسی' طعنوں اور الزام سے بچنا چاہتا ہے لیکن وہ کبھی اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرتا ہے لگتا ہے وہ ہجوم میں گھرا ہے اور سب اسے ہی ڈھونڈ رہے ہیں۔

●●

آفاق دن بھر کی تکان کے بعد جب اپنے کمرہ میں لوٹا تو کچھ حد تک نارمل ہو چکا تھا۔ وہ چپ چاپ بستر پر لیٹ گیا۔ گلنار اسے بے حد یاد آ رہی تھی۔ اسے محسوس ہوا—— کمرہ میں گلنار کی خوشبو ویسے ہی بسی ہے بستر کی سلوٹیں شب بیداری کی چغلی کھا رہی ہیں۔ چوڑیوں کے ٹکڑے آج بھی بستر پر موجود ہیں۔

حالانکہ گلنار نہیں ہے لیکن اس کے جاگتے' مہکتے ہوئے بدن کی باس اسے بے چین کر رہی ہے۔ وہ بھی کیا دن تھے جب گلنار اس کے سینے سے لگی رہتی تھی۔ اس کا جسم آفاق کے بازوؤں میں سمٹا رہتا تھا لیکن حالات نے دونوں کے بیچ میں دیوار سی اٹھا دی ہے۔ ایک ایسی دیوار جو دیوار چین سے بھی اونچی ہوتی جا رہی ہے۔ جس کو گرانا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔ دونوں کا ساتھ دریا کے دو کناروں کی طرح ہے جن کے بیچ ہمیشہ فاصلہ بنا رہتا ہے۔

رفاقتوں کے سارے موسم گزر گئے ہیں کیا پھر سے وصل کا موسم آئے گا یا ہمیشہ کے لئے ہجر میں تبدیل ہو جائے گا۔

●●

شام کے آخری زینے سے جب سورج صحرا کے اونچے ٹیلے سے اُترنے لگا تو آفاق نے بجھتے ہوئے سورج کے سائے کو اپنے اندر اترتا ہوا محسوس کیا۔ تنہائی کے بڑھتے سائے اسے ڈرانے لگے۔ وہ فوراً اپنے کمرہ میں لوٹ آیا۔ آج اسے کسی کام میں دل نہیں لگ رہا ہے۔ کھانے کی بھی خواہش نہیں ہو رہی ہے۔ وہ بے ارادہ بستر پر دراز ہو گیا۔ اس کی سوچ کا محور صرف اور صرف گلنار ہے۔ اس کے اندر کسی نے بدبدایا۔

تمہیں کیا پتہ گلنار ——— !

وطن کی دھرتی سے دور ہم بے وطن لوگ شکم کی آگ بجھانے کے لئے مجبور ہو کر صحرا کی وسعتوں میں ہر روز کھو جاتے ہیں۔ نہ میرے طوق میں زنجیریں ہیں نہ پاؤں میں بیڑیاں ہیں پھر بھی قید کی زندگی جی رہا ہوں۔ یہاں تو بس جھلتے صحرائی وسعتوں میں سروں پہ آگ اگلتا سورج ہے۔ قدم قدم پر ریت کے سلگتے راستے ہیں۔ نہ کہیں گھنیرے درختوں کے سائے ہیں نہ کہیں پھولوں کی خوشبو ہے نہ سبزہ زار ہے نہ گلشن۔ نہ سکونِ زندگی ہے نہ راحت قلب ——— بس رات دن روپیہ اُگانے میں منہمک ہوں اور ہر مہینے اپنی ہتھیلی پر ایک موٹی رقم دیکھ کر خوش ہو لیتا ہوں کہ کل جب وطن لوٹوں گا تو اپنی ساری خوشی، سارا آرام، سارا سکون ان روپیوں سے حاصل کر لوں گا۔

●●

آفاق کو پتہ ہے کہ وقت ایک بہتا ہوا دریا ہے۔

وقت کسی کے روکے کب رُکا ہے جو اب رُکے گا۔

وقت کی نزاکت کو شاید وہ بھول گیا تھا۔

آج گلنار وقت کے تیز بہاؤ کے ساتھ بہہ رہی تھی۔

مگر آفاق وقت کی کھوج میں شہر کی اندھیری گلیوں میں نکلا تو اس کی زندگی کالی سڑکوں پر بلبلاتی جابجا بکھری نظر آئی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہاں کوئی چیز نہیں ہے بس صحرا ہی صحرا ہے۔ اس کے ہونٹ سوکھتے جا رہے ہیں پیاس سے اور آنکھیں جل رہی ہیں آگ سے اس کا درد بڑھتا جا رہا ہے۔ اب درد اس کے مقدر کی کتاب کے ہر سبق کا عنوان بن گیا ہے۔ آفاق اور گلنار کے درمیان ایک ایسی لکیر کھنچ گئی ہے جو روز بروز گہری اور تیکھی ہوتی جا رہی ہے۔ آفاق کے دل میں ایک وسوسہ گھر کرتا جا رہا ہے........ گلنار نے کہیں اس کا ساتھ چھوڑ دیا تو؟........ نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ وہ پڑھی لکھی سمجھدار لڑکی ہے۔ اس نے ضد میں آ کر نوکری کر لی ہے جب میں وطن لوٹوں گا اور اس پر محبت کی بارش کروں گا تو وہ اس بارش میں اس طرح شرابور ہو جائے گی کہ میری ہر بات مان لے گی لیکن ایسا نہیں ہوا تو؟........ آفاق نے سوچا وہ اپنے ڈر کی مضبوط رسی سے اپنی گردن کو آزاد کر لے۔ اس نے بھاگنا چاہا لیکن بھاگنا بھی مشکل تھا۔ اس کا ڈر اور گہرا ہونے لگا۔ وہ بستر پر سو گیا۔ جاگتے رہنے کے لئے کہ اب جاگنا ہی اس کا مقدر بن گیا تھا۔

●●

وقت ایک عمیق سمندر ہی تو ہے جس میں کتنے ہی روز و شب، ماہ و سال سما کر معدوم ہو جاتے ہیں۔

وقت کب ٹھہرتا ہے۔ پنکھ لگا کر اُڑتا ہی چلا جاتا ہے۔

تبریز، گلنار اور اپنے یونٹ کے ساتھ شہر سے دور ایک گاؤں میں Coverege کے لئے جاتا ہے۔ پورا یونٹ شوٹنگ کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ پورا دن اسی طرح گزر گیا اور شام نے اپنی چادر پھیلا دی۔ تبھی دور سے مدھم مدھم روشنی نظر آئی۔ تبریز اور گلنار جاگ کر کل کی شوٹنگ پر تبادلۂ خیال کرنے میں محو تھے۔ گلنار نے جب کھڑکی سے باہر دیکھا تو دیکھا ہاتھ میں مارچ لئے کئی لوگ اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ ڈر گئی اور اس نے تبریز کو اشارہ کیا۔ تبریز بھی دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ سمجھ نہیں پائے کہ ماجرا کیا ہے۔ وہ دروازہ کھول کر باہر جا کر سارے منظر دیکھنا چاہتا ہے لیکن گلنار نے منع کر دیا۔ اسی لمحہ اچانک گولی چلنے کی آواز آنے لگی، دونوں ڈر گئے بلکہ یونٹ کے سارے لوگ جاگ بھی گئے اور ڈر کے مارے حالات سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔ تبریز نے پولس اسٹیشن فون کیا۔ پولس انسپکٹر نے بتایا کہ پاس کا گاؤں نکسلیوں کا علاقہ ہے ممکن ہے نکسلیوں نے حملہ کیا ہو اس لئے آپ لوگ باہر نہ نکلیں۔ ہم لوگ فورس لے کر فوراً پہنچتے ہیں۔

گلنار کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ آنے والے کسی بھی واقعہ کے لئے وہ خود کو تیار کرنے لگی۔ تبریز کی بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔ وہ کھڑکی سے ایک بار پھر سامنے کا منظر دیکھنا چاہتا ہے تبھی ایک گولی آکر اسے لگتی ہے اور چیخ مار کر وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ گلنار گھبرا جاتی ہے بلکہ یونٹ کے سارے لوگ گھبرا جاتے ہیں اور گاڑی پر سوار کر تبریز کو ہسپتال پہنچاتے ہیں۔

تبریز کے جسم سے گولی نکال دی گئی لیکن بہت سارا خون بہہ جانے کی وجہ سے اسے ہوش آنے میں وقت لگا۔ گلنار اس کے پاس بیٹھی اس کے ہوش میں آنے کا انتظار

کرنے لگی۔ یونٹ کے سارے لوگ پریشان باہر بیٹھے حالات پر تبصرہ کر رہے تھے۔ جب تبریز کو ہوش آیا، گلنار نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ پہلی بار تبریز کے اتنے نزدیک گئی بلکہ اسے چھوا بھی۔

''کیسی ہے آپ کی طبیعت؟''

''قدرے غنیمت ہے۔''

ڈاکٹر نے تبریز کا معائنہ کیا اور بتایا کہ.........

''اب یہ خطرے سے باہر ہیں، آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ ایک دو دن کے بعد آپ انہیں گھر لے جا سکتے ہیں۔''

یونٹ کے سارے لوگوں کے چہرے پر کچھ پل کے لئے مسکراہٹ رینگ گئی۔

گلنار کا غم قدرے ہلکا ہو گیا اور جب تک تبریز مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہو گیا وہ اس کی تیمار داری کرتی رہی۔ اس واقعہ نے گلنار کو تبریز کے اور قریب کر دیا۔ وہ ہر وقت اس کا خیال رکھتی۔ وقت پر دوا دینا، کھانا کھلانا، زخم کی پٹی بدلوانا گویا وہ ایک ہمدرد دوست بن گئی۔ تبریز اس کی اس ہمدردی، محبت اور ایثار سے بے حد مرعوب ہونے لگا۔ وہ جب بھی اسے دیکھتا مسکرا دیتا اور گلنار بھی مسکرا کر جواب دیتی لیکن کچھ بھی کہنے کے لئے الفاظ کسی کے پاس نہیں تھے۔ تبریز گلنار کو دیر تک پڑھنے کی کوشش کرتا۔ اس سے کچھ کہنا چاہتا لیکن الفاظ اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ جب وہ پاس آتی اس کے ہونٹ خاموش ہو جاتے۔ الفاظ نے گلنار کا بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ جب بھی کچھ کہنا چاہتی اسے اس بات کا شدت سے احساس ہوتا کہ وہ شادی شدہ ہے۔ وہ تبریز کے پاس خاموش بیٹھی رہتی لیکن اس کی خوبصورت آنکھوں میں تبریز کا چہرہ کھب گیا تھا۔ اس نے دیکھا تبریز لگاتار اسے ہی تک رہا ہے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اسے تو ہمیشہ کی طرح تبریز میں کوئی تبدیلی نظر نہ آئی یا تبدیلی آئی ہے جسے وہ محسوس نہیں کر پا رہی ہے۔ وہ خاموشی سے اٹھی اور بغیر آنکھیں ملائے اس کے کمرے

سے نکل گئی۔ تبریز اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کا شکریہ ادا کرنے لگا کہ اگر گلنار نہیں ہوتی تو پتہ نہیں میرا کیا حال ہوتا۔ اس نے جس طرح میری تیمارداری کی ہے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ آخر ہم دونوں کے درمیان کون سا رشتہ ہے؟ کیا مستقبل میں ہم اس رشتے کو کوئی نام دے سکتے ہیں یا یونہی.........

وقت تو آگے ہی بڑھتا جاتا ہے ہر انسان اسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کہاں کسی کے ہاتھ آتا ہے البتہ کچھ نہ کچھ اس کے مقدر میں رقم ضرور کر دیتا ہے۔

تبریز کی طبیعت جب ٹھیک ہو گئی تو وہ یونٹ کے ساتھ دلی لوٹ آیا۔

●●

گلنار اپنے گھر لوٹی تو عبدالرحمن کے چہرے پر فکر کی لکیریں ابھر آئیں۔ وہ صوفے پر فکرمند بیٹھے نظر آئے۔ جب گلنار ڈرائنگ روم داخل ہوئی تو دونوں بہنیں پاس آ گئیں۔

''آپی تبریز بھائی جان کیسے ہیں؟''—— شائقہ نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

''فی الحال تو ٹھیک ہیں لیکن خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے بے حد کمزور ہو گئے ہیں۔ اس لئے ڈاکٹر نے انہیں آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔''

''آپی ہم لوگ تو یہ خبر سن کر گھبرا ہی گئے تھے''—— شامہ نے کہا۔

''یہ سب تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ کون سا کام ایسا ہے جو جوکھم بھرا نہ ہو''

گلنار نے اپنے والد کی طرف دیکھا۔ اتنی دیر میں انہوں نے کچھ بھی نہیں کہا تھا بلکہ خاموش بیٹھے تینوں بیٹیوں کی باتیں سن رہے تھے۔ گلنار کو عجیب سا لگا لیکن اس وقت وہ کچھ بھی کہنا نہیں چاہتی تھی لہٰذا اپنے کمرے کی طرف لوٹ گئی۔ شامہ اور شائقہ کچن کی طرف بڑھیں تاکہ گلنار کے لئے کچھ کھانے پینے کا انتظام کر سکیں۔

گلنار اب سوچنے لگی تھی کہ آخر وہ کیوں تبریز کے قریب چلی جا رہی ہے۔ اسے ایسا لگتا تبریز ڈور کے سہارے اسے کھینچ رہا ہے اور وہ کھنچی چلی جا رہی ہے۔ تبریز میں ایسا کیا جادو ہے کہ اس کی گرویدہ بن گئی ہے۔ اس کی دیوانی ہو گئی ہے۔ کہیں اسے تبریز سے محبت تو نہیں ہو گئی لیکن محبت کا لفظ آتے ہی وہ ڈر جاتی ہے۔ وہ شادی شدہ ہے۔ اس کی ایک ازدواجی زندگی ہے۔ وہ کوئی بھی قدم ایسا نہیں اٹھا سکتی جس سے اس کی زندگی میں درار پیدا ہو جائے لیکن تبریز کے ساتھ رہنا اسے اچھا لگتا۔ وہ اسے پسند کرتی تھی بلکہ چاہتی بھی تھی لیکن اپنی چاہت کا اظہار کرنے سے ڈرتی تھی کہ اگر اپنی محبت کا اظہار کر دیا تو پتہ نہیں کون سی قیامت ٹوٹ پڑے اور پھر تبریز بھی اسے پسند کرتا ہے یا نہیں' اسے چاہتا ہے یا نہیں۔ یہ اس کے لئے ہر وقت سوالیہ نشان بنا رہتا ہے۔ ایک ڈر یہ بھی اسے کھائے جا رہا تھا کہ اگر ابو کو اس رشتے کا علم ہو گیا تو پتہ نہیں کیا ہوگا پھر اس کی دو بہنیں بھی ہیں جس کا اثر ان کی شادی

میں پڑ سکتا ہے۔ وہ ہر زاویہ سے اپنی زندگی کے بارے میں سوچتی مگر کسی نتیجہ پر پہنچ نہیں پاتی۔ کوئی بھی فیصلہ اسے مشکل میں ڈال سکتا تھا اس لئے اس نے سب کچھ وقت پر چھوڑ دیا۔ وقت جو فیصلہ کرے گا وہ اسے منظور ہوگا کیونکہ وقت ایک عمیق سمندر ہے جس میں کتنے ہی روز و شب، ماہ و سال سما کر معدوم ہو جاتے ہیں۔

●●

گلنار، شامہ اور شائقہ جب تبریز کے گھر پہنچیں تو دیکھا کہ شاذیہ اور طارق پہلے سے موجود ہیں۔ شاذیہ اور طارق نے گلنار کو سلام کیا۔ گلنار وہاں پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ شامہ، شاذیہ کی بغل میں اور شائقہ تبریز کے بستر پر بیٹھ گئی۔

''بھائی جان میں تو یہ خبر سن کر گھبرا ہی گئی تھی'' ——— شائقہ نے تبریز کے جسم پر بندھی پٹی کی طرف دیکھا۔

''شائقہ جہاں تم جیسی محبت کرنے والی بہنیں ہوں وہاں مجھے کیا ہو سکتا ہے اور گلنار نے جو میری تیمارداری کی ہے اس کا احسان میں نہیں بھلا سکتا'' ——— تبریز نے گلنار کی طرف دیکھا۔ گلنار کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن بہنوں کی موجودگی کی وجہ سے خاموش رہ گئی۔ شاذیہ نے شامہ کی طرف دیکھا اور کچھ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

''بھائی جان' آپی نے تو اپنا فرض ادا کیا'' ——— شاذیہ بولی۔

اسی دوران عصمت بانو چائے کی ٹرے لئے کمرے میں داخل ہوئیں اور ٹرے میز پر رکھ دیا۔ شائقہ نے بڑھ کر چائے کا کپ سب کی طرف بڑھایا۔ عصمت بانو نے گلنار کی طرف دیکھا۔

''میں تو خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ وہاں گلنار تھی۔ اگر یہ نہ ہوتی تو خدا جانے میرے بیٹے کا کیا حال ہوتا'' ——— عصمت بانو نے شفقت بھری نگاہ گلنار پر ڈالی۔

''آنٹی آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔ میں نے وہی کیا جو مجھے کرنا چاہئے تھا۔''

''امی جان مجھے خوشی ہے کہ گلنار جیسی لڑکی میرے یونٹ میں شامل ہے جو ہر طرح سے میرا تعاون کر رہی ہے۔''

''ہاں بیٹے' میں نے تو کچھ اور چاہا تھا لیکن خدا کو شاید منظور نہ تھا۔ چلو جو ہوتا ہے اچھا ہی ہوتا ہے۔ خدا تم لوگوں کو سلامت رکھے۔ تم لوگ باتیں کرو میں کھانا تیار کرتی ہوں'' ——— عصمت بانو جیسے ہی صوفے سے اُٹھتی ہیں گلنار بھی ان کے ساتھ کھڑی ہوگئی۔

''آنٹی آپ بیٹھیے میں کھانا بنا لوں گی''—— گلنار قدم آگے بڑھاتی ہے اس کے ساتھ ہی شمہ اور شائستہ بھی کھڑی ہو جاتی ہیں۔ شائستہ نے گلنار کو روکتے ہوئے کہا......

''گلنار آپی آپ تبریز بھائی جان کے پاس بیٹھیے ہم لوگ کھانا بنا لیں گے۔ چلیے آنٹی''

''اور میں کیا کروں؟''—— صادق نے شائستہ سے پوچھا۔

''آپ سبزی کاٹیے میں ابھی لا کر دیتی ہوں''—— شائستہ ہنستی ہوئی باہر نکل گئی۔ گلنار، تبریز اور شاذیہ مسکرا کر رہ گئے۔

●●

ڈاکٹر نے تبریز کو مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا۔ اس لئے وہ زیادہ بھاگ دوڑ والا کام نہیں کر سکتا تھا۔ تبریز کی بھاگ دوڑ والی ذمہ داری گلنار نے اپنے کندھے پر لے لی تھی۔ تبریز یا تو اسکرپٹ پر کام کرتا یا ایڈیٹنگ روم میں بیٹھ کر ایڈیٹ کرتا۔ تبریز کو یہ اطمینان تھا کہ اس کا بہت سارا کام گلنار نے سنبھال لیا ہے۔ گلنار کو بھی بہت اچھا لگتا۔ وہ اپنے پروفیشن سے بے حد خوش تھی اور دل لگا کر کام کر رہی تھی۔ کبھی کبھی اس کے دل میں یہ احساس ضرور جاگتا۔ کاش تبریز سے میری شادی ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ دونوں ایک ہی پروفیشن میں رہتے اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے۔ تبریز کو بھی اس بات کا ملال تھا کہ اس نے گلنار سے اظہار محبت کرنے میں دیر کر دی۔ نہیں تو وہ اس کی زندگی میں شامل ہوتی اور اس کی زندگی بے حد رنگین اور خوشنما ہو جاتی۔ عصمت بانو کے دل میں بھی یہ خلش تھی کہ کاش گلنار ہی ان کی بہو ہوتی۔ دونوں کتنے خوش دکھتے ہیں اور گلنار بحسن وخوبی تبریز کا کام سنبھال رہی ہے بلکہ اس کا بھی خیال رکھتی ہے۔

عبدالرحمن ان دنوں بے حد فکرمند نظر آنے لگے تھے۔ انہیں نہ جانے کیوں اس بات کا خدشہ تھا کہ گلنار اور آفاق کے درمیان ایک خلیج ہے' ایک دوری بنتی جا رہی ہے اور کہیں یہ دوری اس رشتے کو ختم نہ کر دے۔ گلنار کو اس رشتے کے ٹوٹنے کا شاید احساس نہ ہو۔ وہ تبریز کی طرف بھاگ رہی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس کا تعلق صرف پروفیشن تک ہی محدود ہے لیکن جب دو متضاد جنس ایک ساتھ رہتے ہیں تو دوریاں مٹتی جاتی ہیں اور نزدیکیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نزدیکی بڑھتے بڑھتے ایک دن کوئی ایسا رشتہ بنا لے جسے دنیا ناپسند کرتی ہے۔

●●

تبریز صحت یاب ہو کر اپنے کام پر لوٹ آیا۔ گلنار کو بھی اب اطمینان تھا کہ تبریز نے اپنا سارا کام پھر سے شروع کر دیا ہے۔ زندگی پھر سے پٹری پر لوٹ آئی ہے۔ گلنار جب تبریز کے بارے میں سوچتی' اس کے کام کے بارے میں سوچتی اور ممکن کوشش کرتی کہ وہ اس کا ساتھ دے۔ زیادہ سے زیادہ اس کے ساتھ وقت گزارے۔ دھیرے دھیرے گلنار بھی مقبول ہونے لگی۔ جب بھی کسی ہوٹل یا بازار سے گزرتی دیکھنے والے اشارہ کرتے دیکھو گلنار جا رہی ہے۔ اسے اس وقت بہت اچھا لگتا اور یہ سب صرف تبریز کی وجہ سے ہوا تھا۔ تبریز نے اس کی زندگی میں بہار لا دی تھی۔ تبریز نے اس کے خزاں بھرے اوقات میں بہاروں کے رنگ بھر دیئے تھے۔ اس کی تنہائی کا خاتمہ کر دیا تھا اور اس کے چہرے پر جو بے رونقی اور خاموشی نے اپنا قدم جمایا تھا اسے ہٹا کر شادابی اور خوشی لا دی تھی۔ گلنار کے خوش رہنے سے شمامہ' شائقہ اور شاذیہ بے حد خوش تھیں لیکن انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ آفاق پر کیا گزر رہی ہوگی۔ وہ اندر ہی اندر سلگ رہا ہوگا کیونکہ اس کے منع کرنے کے باوجود بھی گلنار نے اس Profession کو اپنایا۔ تبریز کے ساتھ مل کر کام شروع کیا اور آفاق کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ اس کی باتوں کو بھی ٹھکرا دیا۔

شاید شاذیہ' شمامہ اور شائقہ جان بوجھ کر بھی اس بات سے بے خبر نظر آتیں کہ گلنار کی آگے آنے والی زندگی میں کیا ہونے والا ہے اگر آفاق نے کوئی ایسا قدم اٹھایا جس سے گلنار کی زندگی تباہ ہو جائے تب وہ کیا کرے گی لیکن گلنار ان باتوں سے بے خبر اپنی اس نئی دنیا میں جی رہی تھی۔ وہ بھرپور زندگی جینا چاہتی تھی۔ ایک ایسی زندگی جو اُسے خوش رکھ سکے اور وہ خوشی تبریز کے ساتھ کام کر کے اسے حاصل ہو رہی تھی۔ اس لئے جب بھی آفاق کا فون آتا وہ بے دلی سے بات کرتی یا یہ کہہ کر فون کاٹ دیتی کہ اس وقت میں بے حد مصروف ہوں بعد میں بات کیجئے گا۔

●●

گلنار جب اسٹوڈیو پہنچی تو تبریز کو باہر ہی کھڑا پایا۔ وہ اپنی کار کے پاس کھڑا گلنار کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

''کیا بات ہے' آپ باہر کھڑے ہیں؟'' ——— گلنار اس کے قریب آ گئی۔

''گلنار جلدی گاڑی میں بیٹھو' ہم لوگوں کو ہریانہ نکلنا ہے۔ شوٹنگ کے لئے ایک لوکیشن دیکھنی ہے'' ——— تبریز کار کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ گلنار بھی اس کی بغل میں بیٹھ گئی۔ تبریز نے کار اسٹارٹ کیا اور آگے بڑھ گئے۔

لوکیشن دیکھنے میں ان لوگوں کا کافی وقت گزر گیا پھر وہاں کے لوگوں سے بات چیت اور ساری چیزیں طے کرنے میں رات ہو گئی۔ رات کے وقت لوٹنا ممکن نہیں تھا اس لئے پاس کے ایک ہوٹل میں آ گئے۔ تبریز نے فون کر کے اپنی امّی کو بتا دیا تھا کہ رات میں نہیں لوٹ پاؤں گا۔ گلنار نے بھی شائقہ کو فون سے خبر کر دیا تھا۔

ہوٹل میں دونوں ایک ہی کمرہ میں موجود تھے۔ گلنار کے اندر ایک وسوسہ نے گھر کر لیا تھا اگر آفاق کو پتہ چل گیا کہ ہم لوگ ایک ہی کمرے میں رات گزاری ہے تو پتہ نہیں اس کا ردِ عمل کیا ہو۔ تبریز بے حد تھکا ہوا تھا۔ اس لئے بستر پر جاتے ہی نیند آ گئی۔ گلنار کرسی پر بیٹھی تذبذب میں تھی کہ وہ کیا کرے۔ رات کرسی پر بیٹھ کر ہی گزار دے یا تبریز کی بغل والے بیڈ پر سو جائے۔ رات اپنے سفر پر تھی۔ گھڑی نے بارہ بجایا۔ گلنار کو نیند آنے لگی۔ وہ اٹھی اور تبریز کی بغل والے بیڈ پر آہستہ سے لیٹ گئی اور خود کو سمیٹ لیا لیکن وقت کہاں سمٹتا ہے وہ تو بہتا ہوا دریا ہے' بہتا چلا جاتا ہے اور اس میں نہ جانے کتنی زندگیاں بہہ کر یا تو آباد ہو جاتی ہیں یا برباد۔

عین اسی وقت بادل زور سے گرجا اور پانی یکا یک یوں ٹوٹ کے برسنے لگا جیسے آسمان بوسیدہ چادر کی طرح جھر جھر ہو گیا ہو۔ گلنار بادل کے گرجنے سے ڈر گئی اور نہ چاہتے ہوئے بھی تبریز سے لپٹ گئی۔ تبریز جاگ گیا' پہلے تو وہ گلنار کو اتنا نزدیک دیکھ کر چونک گیا

گلنار کی جنسی خواہشات جاگ گئیں اور وہ اس سے لپٹتی چلی گئی تو تبریز نے بھی اسے اپنی بانہوں میں چھپا لیا۔ دونوں کی سانسیں الجھ رہی تھیں۔ باہر بارش اسی طرح ہو رہی تھی اور اندر کمرے میں دونوں پیار کی بارش میں شرابور ہو رہے تھے۔

●●

کفن میں پٹی لہولہو خواہشوں پہ آفاق اپنے اشکوں کا عطر چھڑک رہا ہے۔ اپنی تمناؤں، حسرتوں اور آرزوؤں کی کرچیوں کو ایک ایک پل چن رہا ہے۔ جب بھی گلنار کا خیال آتا رات آنکھوں میں کٹ جاتی۔

گلنار بدل گئی تھی۔ اس کے دل میں کیا تھا یہ سمجھ نہ سکا۔ وہ کبھی کھل کر اپنے دل کی بات نہ رکھ سکی۔ دل کی گرہیں آج تک نہ کھول سکی۔ اپنے من کی بات مجھے آج تک نہ بتا سکی۔

ابھی میری خوشیوں کی عمر پروان بھی نہ چڑھ پائی تھی کہ ختم ہو گئی۔ ایک پل میں دنیا کیسے بدل گئی۔

اُف گلنار جس کی انگلیوں کے لمس کو آج بھی محسوس کر رہا ہوں۔ جس کا میرے وجود کی ایک ایک اینٹ پر نام لکھا ہے، وہ جو میری زندگی ہے اس سے ترکِ تعلق کی بات کیسے سوچوں کہ

ابھی تو دل میں محبت کی آگ روشن ہے
ابھی نسیم کے جھونکوں کا لمس زندہ ہے
ابھی تو سرمئی شاموں کا ذکر باقی ہے
ابھی کتاب میں رکھے گلاب تازہ ہیں
مجھے کیا پتہ تھا
وقت آئے گا سب کچھ تباہ کر دے گا
میرے دل کی نگری ایک مدت سے سنسان پڑی ہے
دل کی نگری میں ایک طویل سا سناٹا چھایا ہوا ہے
یا خدا ـــــ
کوئی تو رُت میرے واسطے، کوئی خوشی کی خبر لے کر آئے۔
یا یونہی مسلسل اُداسی میں میری زندگی گزر جائے۔

●●

ڈرائنگ روم میں عبدالرحمن خاموش بیٹھے ہیں۔ انہیں بس ایک ہی بات کی فکر کھائے جا رہی ہے کہ آنے والے وقت میں گلنار کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو منع بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وہ تبریز کے ساتھ کام نہ کرے کیونکہ اس کی اداسی دیکھ کر وہ دہل چکے تھے اور اب اس کے چہرے پر جو شادمانی لوٹی ہے اُسے چھیننا نہیں چاہتے تھے لیکن آفاق اور اس کے گھر والوں کی ناراضگی نے انہیں فکرمند ضرور کر دیا تھا کہ آنے والے وقت میں ایسا ضرور کچھ ہونے والا ہے جس کے لئے وہ قطعی تیار نہیں ہیں۔

انہوں نے گھڑی کی طرف نگاہ کی۔ رات کے دس بج چکے ہیں اور گلنار ابھی تک لوٹی نہیں ہے۔ اسی پل دروازہ کھلا اور گلنار ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ وہ کوئی فلمی نغمہ گنگنا رہی تھی لیکن عبدالرحمن پر نظر پڑتے ہی اس کے لب خاموش ہو گئے۔ وہ قریب آئی۔

''ابو آپ ابھی تک سوئے نہیں؟''

''بیٹی نیند نہیں آ رہی ہے۔''

''ابو لگتا ہے آپ کچھ پریشان ہیں' پریشانی کا کیا سبب ہے' بتایئے۔''

''بیٹی' میں ہر لمحہ تمہارے بارے میں سوچتا رہتا ہوں کہ آنے والے وقت میں کیا ہوگا۔ آفاق کی ناراضگی اور اس کے گھر والوں کی ناپسندیدگی کوئی رنگ ضرور لائے گی۔''

''ابو' پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں آفاق کے ساتھ خوش نہیں رہ سکوں گی۔ یہ رشتہ زبردستی کا رشتہ ہے جسے میں ڈھو رہی ہوں۔ میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ تو نہیں لے سکتی لیکن وقت جو فیصلہ کرے گا' وہ مجھے منظور ہوگا۔ اس لئے آپ زیادہ فکرمند نہ ہوں اور سب کچھ حالات پر چھوڑ دیں۔ مجھے یقین ہے کہ وقت جو فیصلہ کرے گا' میرے حسب خواہ ہی ہوگا۔ چلئے اپنے کمرے میں آرام سے سو جایئے۔''

اس نے عبدالرحمن کا ہاتھ پکڑا اور ان کے کمرے تک لے گئی۔ انہیں بستر پر بٹھایا اور وہاں گلاس میں رکھا پانی ان کی طرف بڑھایا۔ عبدالرحمن نے گلاس لے کر تھوڑا سا پانی

پی کر گلاس گلنار کے ہاتھ میں دے دیا۔ گلنار نے گلاس لے کر میز پر رکھ دیا۔

''ابو اب آپ آرام کیجئے۔ کل صبح اسکول جانا ہے۔''

عبدالرحمن بستر پر دراز ہو گئے۔ گلنار کمرے سے باہر نکلی اور دروازہ بند کر دیا۔

●●

تبریز کی آنکھوں سے آج نیند کا خیمہ اجڑ چکا ہے۔ بستر پر لیٹا چھت کو گھور رہا ہے۔ اسے رہ رہ کر گلنار کی یاد آتی۔ اس کا دل چاہتا کہ وہ ہر لمحہ اس کے قریب رہے۔ اتنے قریب کہ ساری دوریاں ختم ہو جائیں اور دونوں دو جسم ایک جان ہو جائیں لیکن جب اس کی شادی شدہ زندگی کا خیال آتا تو کانپ جاتا کہ چاہ کر بھی وہ اُسے قبول نہیں کر سکتا اور اگر قبول کر بھی لیا تو پتہ نہیں گلنار آفاق کا ساتھ چھوڑنا پسند کرے گی یا نہیں یا پھر آفاق ہی اُسے نہ چھوڑے۔ کوئی بھی لڑکی اپنی ازدواجی زندگی کسی کے لئے برباد کرنا نہیں چاہتی۔ آفاق میں وہ ساری خوبیاں ہیں جو ایک لڑکی کو چاہئے البتہ آفاق کی دوری نے اُسے کسی حد تک اس سے بے اعتنائی برتنے پر مجبور ضرور کیا ہے لیکن جیسے ہی آفاق اس کے سامنے ہوگا وہ سب کچھ بھول کر اس سے لپٹ جائے گی۔ گلے شکوے ہوں گے مگر یہ رشتہ پھر سے استوار ہو جائے گا۔

میں کل بھی ساحل کے کنارے کھڑا تھا اور آج بھی خود کو سمندر سے بہت دور محسوس کر رہا ہوں۔ شاید میری زندگی میں گلنار کا ملنا لکھا ہے لیکن نہ جانے کیوں میں اسے اپنے دل کے قریب محسوس کرتا ہوں۔ میں اسے کل بھی چاہتا تھا اور آج ساتھ کام کرنے کی وجہ سے محبت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ کہیں میری یہ دیوانگی پاگل نہ بنا دے کہ گلنار میں وہ ساری خوبیاں موجود ہیں جو کسی کو دیوانہ بنا سکتی ہیں پھر میری کیا بساط۔ میں تو اسے دل سے پسند کرتا ہوں' اسے چاہتا ہوں لیکن کہیں یہ چاہت ادھوری نہ رہ جائے اور میں محو تماشہ بنا رہوں۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ مجھے لگتا ہے کہ گلنار بھی مجھے پسند کرتی ہے اگر پسند نہیں کرتی تو میرے بستر پر میرے ساتھ نہ سوتی اور اس رات جو کچھ ہوا اس میں اس کی مرضی شامل تھی۔

●●

گلنار کئی راتوں سے جاگ رہی تھی۔ کبھی وہ رات کے بارہ بجے سوتی کبھی ایک بجے اور کبھی کبھی تو پوری رات اس کی آنکھوں میں کٹ جاتی۔ تبریز کے ساتھ گزری ہوئی وہ رات اسے ہر لمحہ پریشان کرتی' اسے تبریز کے اتنا نزدیک نہیں جانا چاہئے تھا اگر آفاق کو اس بات کا علم ہو گیا تو وہ مجھے طلاق دے دے گا تو پھر کیا تبریز مجھ سے نکاح کر لے گا؟ اگر اس نے نکاح نہیں کیا تو میری زندگی کا کیا ہوگا؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ تبریز بھی مجھے چاہتے ہیں بے حد پسند کرتے ہیں اور اب میں ان کے ساتھ ہی زندگی گزارنا چاہتی ہوں لیکن پھر آفاق کا کیا ہوگا؟ وہ میرے شوہر ہیں کیا وہ اتنی آسانی سے مجھے تبریز کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دیں گے؟ وہ مجھے چاہتے ہیں بے حد پسند کرتے ہیں لیکن ان کے فیصلے نے مجھے ان سے دوری اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور میں آہستہ آہستہ تبریز کے نزدیک چلی گئی لیکن یہ ایک دن کی بات نہیں ہے۔ تبریز سے میں شادی سے قبل بھی مل چکی تھی اس کے دل میں میرے لئے محبت نہیں تو کوئی ایسا جذبہ ضرور تھا جو بعد میں اس کے قریب کر دیا۔ تبریز نے بھی مجھے اپنے نزدیک آنے کا موقع دیا یقیناً اس کے دل میں بھی میرے لئے شادی سے پہلے بھی تھوڑی سی جگہ تو ضرور تھی جو بعد میں محبت میں بدل گئی اور وہ میری طرف کھنچتا چلا گیا۔ اب آگے کیا ہوگا یہ تو وقت فیصلہ کرے گا۔ وہ صبح ہونے کا بے صبری سے انتظار کرنے لگی کہ صبح ہو اور اس کا سامنا تبریز سے ہو۔ وہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت تبریز کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی۔ اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی' اسے ہر لمحہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اسے دیکھنے سے آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی۔ بات کرنے سے دل کو راحت پہنچتی تھی اور ساتھ رہنے سے دل کو تسکین ملتا تھا۔

●●

عصمت بانو ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ سجا رہی تھیں۔ تبریز گنگناتا ہوا اپنے کمرے سے باہر آیا اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ عصمت بانو نے تبریز کے چہرے کو دیکھا۔ اس پر خوشی رینگ رہی تھی۔ انہوں نے سبزی کا پیالہ اس کی طرف بڑھایا اور ہاٹ پاٹ سے روٹی نکال کر اس کی پلیٹ میں ڈال دیا اور اپنی پلیٹ میں سبزی اور روٹی لے کر بیٹھ گئیں لیکن انہوں نے کھانا شروع نہیں کیا۔ تبریز جب ایک روٹی ختم کر چکا تو اس نے ماں کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ خاموش بیٹھی ہیں۔

’’امی کیا بات ہے؟ آپ ناشتہ کیوں نہیں کر رہی ہیں؟‘‘

’’بیٹے اب میں ناشتہ بناتے بناتے تھک چکی ہوں۔ آرام چاہتی ہوں لیکن مجھے آرام نصیب کہاں۔ بہو گھر میں آجاتی تو شاید کچھ آرام مل جاتا لیکن تمہیں تو کوئی لڑکی پسند آتی ہی نہیں۔ پتہ نہیں تمہارے لئے آسمان سے کوئی لڑکی اترے گی یا زمین سے پیدا ہوگی۔‘‘

امی آپ اس طرح مایوس نہ ہوں۔ میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ اس گھر میں آپ کی بہو آجائے جو آپ کو آرام دے سکے۔ لیکن پتہ نہیں مجھے کیوں لگتا ہے کہ میں کسی انجان لڑکی کو آپ کی بہو بنانا نہیں چاہتا۔‘‘

’’تو پھر کسی جانی پہچانی لڑکی سے شادی کرلو۔‘‘

’’امی یہی تو سوچ رہا ہوں لیکن سوچنے سے حاصل بھی کیا ہے؟‘‘

’’تبریز میں تمہارے جذبات کو سمجھتی ہوں اور تمہارے اشارے کو بھی۔ غالباً تم گلنار کی بات کر رہے ہو۔ میں جانتی ہوں تم اسے دل سے چاہتے ہو۔ اسے پسند کرتے ہو اور اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتے ہو تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔‘‘

’’امی آپ نے بالکل صحیح کہا۔ میں گلنار سے محبت کرنے لگا ہوں۔ اسے پوجنے لگا ہوں اور اسے اپنی زندگی میں شامل بھی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ شادی

شدہ ہے لیکن کیا گلنار میرے ساتھ زندگی گزارنا پسند کرے گی؟

’’تبریز اگر تمہیں گلنار پسند ہے تو تم اس سے بات کرو۔‘‘

’’امی وہ شادی شدہ ہے۔‘‘

’’پہلے بات تو کرو۔‘‘

’’بات کرنے سے کیا حاصل؟‘‘

’’میں پھر کہتی ہوں کہ تم بات کرو۔ پہلے یہ تو پتہ چلے کہ وہ بھی تمہیں چاہتی ہے یا نہیں۔ اگر واقعی اس کے دل میں تمہارے لئے محبت ہوگی تو کوئی نہ کوئی حل ضرور نکالا جا سکتا ہے۔ کیونکہ میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور تمہاری خوشی کے لئے میں ایک شادی شدہ لڑکی کو بھی گوارہ کر سکتی ہوں۔‘‘

’’امی۔ یو آر گریٹ۔ آپ اس حد تک جا سکتی ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا۔‘‘

’’بیٹے ماں وہی ہے جو اپنے بیٹے کی خوشی چاہے۔ اس کی خوشی کا خیال رکھے۔ یہ تو ایک معمولی سا فیصلہ ہے جو میرے بیٹے کی زندگی سے جڑا ہے اور مجھے اپنے بیٹے کی خوشی چاہئے۔‘‘

’’امی میں گلنار سے بات کروں گا۔ دیکھیں وہ کیا سوچتی ہے۔‘‘

تبریز ناشتہ سے فارغ ہوکر دروازہ سے باہر نکل گیا۔ آج وہ خود کو بے حد پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ عصمت بانو نے اس کا حوصلہ بڑھایا تھا۔

●●

آج کی فضا گلنار کو گنگنانے پر مجبور کر رہی تھی۔ وہ گنگنانے لگی۔ گنگنانے کی آواز سن کر تبریز چونک پڑا اور اس کے قریب آ گیا۔ گلنار اسے دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ جیسے اس کے ہونٹوں پر مچلتے ہوئے گیت آپ ہی آپ پتھر ہو گئے ہوں۔ اس کی نگاہیں خود بخود جھک گئی ہوں۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

''رک کیوں گئیں؟''—— تبریز نے قریب آ کر آہستہ سے پوچھا۔ لیکن اس کی جھکی جھکی نگاہیں اٹھ نہ سکیں۔ تبریز اس کے بالکل قریب آ گیا——

''گلنار تم جتنی خوبصورت ہو۔ تمہاری آواز بھی اتنی ہی دلکش ہے''

گلنار کی دراز پلکیں آنکھوں کے حسن سمیٹنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔ تبریز نے اس کی تھوڑی پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ حیا کی سرخی نے اس کے چہرے کو اور حسین کر دیا اور اپنی ہتھیلیوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا۔

''بڑی سنگ دل ہو''—— تبریز نے اس کی ہتھیلیوں کو اپنے ہاتھوں میں لینا چاہا مگر گلنار نے چہرہ ہٹا لیا۔ حیا آلود نگاہوں سے گلنار نے تبریز کو دیکھا۔

''آپ اتنے قریب نہ آئیں کہ میں خود کو........''وہ رک گئی—— ''جب سے میں آپ کے ساتھ کام کر رہی ہوں۔ میری زندگی ہی بدل گئی ہے۔ آپ نہ ہوتے تو تنہائیوں سے گھبرا کر شاید میں کب کی مر گئی ہوتی۔''

تبریز نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ گلنار نے اپنی پلکیں اٹھا کر تبریز کو دیکھا۔ تبریز مسکرا رہا تھا۔ گلنار کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ رقص کر گئی۔

''گلنار میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں........''

''ہاں کہئے نا........''

''لیکن کہنے سے ڈرتا ہوں کہ نہ جانے اس کا انجام کیا ہوگا؟''

''انجام کی فکر نہ کریں۔''

''گلنار میں تمہیں بے پناہ چاہنے لگا ہوں بلکہ یہ کہوں کہ میں تمہیں اس وقت بھی چاہتا تھا جب تم مجھ سے شادی سے پہلے ملی تھیں اور دو چار ملاقاتوں میں ہی میں تمہیں پسند کرنے لگا تھا لیکن تمہاری شادی اتنی جلدی ہو گئی کہ میں اظہارِ محبت بھی نہ کر سکا۔ آج پتہ نہیں میرے اندر اتنی طاقت کہاں سے آ گئی ہے کہ میں اظہار محبت کر رہا ہوں کہ میں تمہیں بے حد پسند کرتا ہوں اور........''

''........اب آگے کچھ نہ کہئے........ میں بھی آپ کو دل سے چاہتی ہوں۔ جیسے آپ ہی میری زندگی ہیں۔ میں بھی اس وقت سے آپ کو پسند کرتی ہوں جب ہم لوگ پہلے ملے تھے لیکن سب کچھ اتنی جلدی میں ہو گیا کہ ہم دونوں کے درمیان بس ایک خاموشی سی کھڑی رہی حالانکہ ہم لوگوں کے درمیان ساری دیواریں گر گئی ہیں لیکن ایک خوف ہر وقت دامن گیر رہتا ہے۔''

''کیسا خوف؟''

''میں شادی شدہ ہوں''

''تم اسے شادی کہتی ہو۔ یہ تو تمہاری زندگی کے ساتھ مذاق ہے۔''

''لیکن دنیا والوں کی نظر میں تو شادی شدہ ہوں۔''

''اس رشتے کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔''

گلنار نے پلٹ کر تبریز کی طرف دیکھا۔ ایک لمحہ کے لئے وہ کانپ گئی پھر سوچنے لگی۔

''کیا سوچنے لگی؟''—— تبریز نے اس کی طرف دیکھا۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ اس رشتے کو اتنی آسانی سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے پہلے تو ابو اس کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گے۔''

''تم چاہو تو انہیں منا سکتی ہو۔''

''لیکن کیا یہ بہتر ہوگا؟''

''گلنار میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''تبریز مجھے کچھ سوچنے کا موقع دیجئے۔''

''مجھے بھی کوئی جلدی نہیں ہے۔ تم ہر زاویے سے سوچ کر پھر فیصلہ کرنا۔''

''اب چلتی ہوں۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔''

گلنار باہر نکل گئی اور تبریز اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا کہ پتہ نہیں وہ کون سا فیصلہ لے گی۔

●●

گلنار، شاذیہ، ثامنہ، طارق اور شائقہ سر جوڑ کر بیٹھے ہیں۔ ہر آدمی سوچ میں غرق ہے۔ گلنار نے شاذیہ کی طرف دیکھا۔

''آپی شاید آپ کا فیصلہ صحیح ہے لیکن ابو اس کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گے''——شاذیہ بولی۔

''آپی ہم لوگ چاہیں تو مل کر ابو کو تیار کر سکتے ہیں، کیونکہ یہ گلنار آپی کی زندگی کا سوال ہے اور تبریز بھائی جان سے اچھا جیون ساتھی نہیں مل سکتا''——شائقہ بول پڑی۔

''شائقہ تمہارا کہنا صحیح ہے لیکن اس رشتے کو ختم کرنے کی کوئی تو وجہ ہونی چاہئے۔ صرف چار سال کا Agreement کوئی بڑی وجہ نہیں ہو سکتی''——ثامنہ نے کہا۔

''ثامنہ تمہارا کہنا صحیح ہے لیکن آپی کی خوشی اور ان کی زندگی کا سوال ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا ہے کہ وہ کس کے ساتھ زیادہ خوش رہیں گی۔ اگر انہیں تبریز بھائی جان کے ساتھ زیادہ خوشی ملتی ہے تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ ہم لوگوں کو آپی کا ساتھ دینا چاہئے۔ آپ کیا کہتے ہیں''——شاذیہ نے طارق سے پوچھا۔

''جو فیصلہ تم لوگوں نے کیا ہے شاید گلنار آپی کے لئے بہتر ہے کیونکہ انسان کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا اور تبریز بھائی جان کے ساتھ ان کی زندگی بہت بہتر گزرے گی اور ہمیشہ خوش بھی رہیں گی۔''

''ہم لوگوں کو ابو سے بات کرنی ہوگی لیکن پتہ نہیں کیوں مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ وہ انکار نہ کر دیں''——شاذیہ بولی۔

''اب انجام جو بھی ہو، بات تو کرنی ہی ہوگی''——شائقہ انجام سے بے خبر اپنے ابو سے بات کرنا چاہتی تھی۔ ابھی یہ لوگ عبدالرحمٰن کے کمرے میں جانا ہی چاہتے تھے کہ عبدالرحمٰن وہاں پہنچ گئے۔

"بھئی اتنے سارے لوگ یہاں جمع ہیں۔ضرور کسی اہم مدعے پر اظہار خیال ہو رہا ہے"۔۔۔۔۔ عبدالرحمن ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔

"وہ.........وہ.........ابو بات یہ ہے کہ........"

"شاذیہ میں تم لوگوں کا باپ ہوں اور باپ اپنی اولاد کی آنکھوں کو دیکھ کر پڑھ لیتا ہے کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ میں نے بھی آپ لوگوں کی آنکھوں کو دیکھ کر سب کچھ پڑھ لیا ہے۔آپ لوگ جس اہم مدعے پر آج گفتگو کر رہی ہیں۔ میں بہت پہلے سے اس مدعے پر سوچ رہا ہوں لیکن کسی انجام تک نہیں پہنچ پایا۔ میں جانتا ہوں گلنار اور تبریز ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور شادی بھی کرنا چاہتے ہیں لیکن کیسے؟ یہ میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں۔"

"خلع لے کر........" شاذیہ بولی۔

"لیکن اتنا بڑا فیصلہ' آپ لوگوں نے سوچا ہے کہ سماج کیا کہے گا؟"

"ابو انسان کی خوشی سے بڑھ کر سماج نہیں ہوتا۔اس لئے ہمیں سماج کی فکر چھوڑ کر اس فیصلے پر غور کرنا چاہئے۔"۔۔۔۔ طارق بولا۔

"بیٹا' تمہارا کہنا درست ہے لیکن ہمیں تو اسی سماج میں رہنا ہے۔"

"ابو سماج صرف دیواریں کھڑی کرتا ہے کبھی کوئی دیوار نہیں گراتا۔ دیوار تو انسان کو ہی گرانی ہوتی ہے اور اس کی شروعات گلنار آپی سے ہی کیوں نہ ہو"۔۔۔۔ طارق بولا۔

"بیٹے میں ہر حال میں اپنی بیٹی کی خوشی چاہتا ہوں اور آپ لوگوں نے بھی اگر فیصلہ کر لیا ہے تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں۔اب چاہے انجام جو بھی ہو۔"

●●

عبدالرحمن اپنے کمرے میں ٹہل رہے ہیں۔رات کا آخری پہر ہو چکا ہے۔ انہیں نیند نہیں آ رہی ہے۔ جب بھی وہ گلنار کے بارے میں سوچتے فکرمندی چہرے سے ظاہر ہو جاتی۔گلنار کے چہرے پر لکھی عبارت کو انہوں نے اپنے تجربے کی آنکھ سے پڑھ لیا تھا۔ وہ ایک بہتر زندگی چھوڑ کر تبریز کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے جب کہ آفاق میں کوئی کمی نہیں ہے۔اچھی نوکری' دیکھنے میں خوبصورت' شاندار گھر' اچھے لوگ پھر بھی گلنار آفاق کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔ میں کن کن لوگوں کو جواب دیتا پھروں گا کہ گلنار نے آفاق سے طلاق لے کر تبریز سے شادی کر لی لیکن اس میں میری بیٹی کی خوشی شامل ہے اگر میں منع کر دوں تو ممکن ہے وہ مان جائے اور آفاق کے ساتھ زندگی گزارے لیکن یہ زندگی زبردستی کی زندگی ہوگی۔ وہ دل سے کبھی بھی آفاق کو قبول نہیں کرے گی۔ ایسی حالت میں گلنار کا انجام کیا ہوگا۔بیٹیوں کے فیصلے سے نہ جانے کیوں اپنی آنکھوں سے اپنا ہی اعتماد اٹھتا سا جا رہا ہے۔ان کی آنکھیں بار بار دھوکہ کھانے جیسی بیماری کا شکار ہوتی جا رہی ہیں اور کیوں نہ لگے جو وہ دیکھنا چاہتے ہیں آنکھیں وہ نہیں دکھاتی ہیں جو وہ کرنا چاہتے ہیں ان کی بیٹیاں کرنے نہیں دیتیں۔ وہ اتنے کمزور کیوں پڑ گئے ہیں کہ بیٹیوں کے فیصلے کے آگے سرنگوں کر دیا ہے۔ کیا وہ ایک اچھے باپ ثابت نہیں ہو پا رہے ہیں یا بیٹی کی خوشی کی خاطر زبان پر تالا لگ گیا ہے۔انہیں اس بات کی فکر کھائے جا رہی ہے کہ جب آفاق اور اس کے گھر والوں کو اس بات کا علم ہوگا تو نہ جانے کون سا پہاڑ دونوں گھروں پہ ٹوٹ پڑے گا ظاہر ہے کسی نہ کسی کو تو نقصان اٹھانا ہی پڑے گا۔کہیں ایسا نہ ہو گلنار تبریز کو اپنانے کی وجہ سے آفاق کے غصے کا نشانہ بن جائے اور اس کی زندگی بہتر ہونے کے بجائے اور مشکل میں پھنس جائے لیکن آفاق نے بھی جو فیصلہ لیا تھا اس کی وجہ سے ہی یہ سارے معاملے سامنے آئے اگر آفاق چار سال کا Agreement نہ

کرتا تو شاید یہ حالات پیدا نہ ہوتے۔ اب میں کیا کروں میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ اس لئے وقت جو بھی کرے گا اچھا ہی کرے گا۔

عبدالرحمن جب سوچتے سوچتے تھک گئے اپنا بوڑھا جسم بستر پر بچھا دیا۔

●●

آفاق آج بھی گلنار کی یادوں میں کھویا رہتا۔

گلنار تمہاری یاد میں آنکھوں کے دیپک جھلملاتے ہیں——'

تمہارے پیار کی سوغات سینے میں آج بھی محفوظ ہے'

جب کہ تم میرے پاس نہیں ہو مگر دل کہتا ہے تم یہیں میرے قریب ہو۔ بالکل میرے پاس—— جب گھٹا برستی ہے تو تمہارے ساتھ گزاری وہ بارش بھری رات یاد آتی ہے تو میرا دل خوشی سے جھوم اُٹھتا ہے لیکن تمہاری بے اعتنائی میرے دل میں شک پیدا کر دیتی ہے۔ میری پلکوں پر آنسو تارے کی طرح جھلملا کر ٹوٹ جاتے ہیں—— گلنار تمہارے بغیر میں ایک چلتی پھرتی لاش بن گیا ہوں۔ اُداسی کے فرشتے ہر قدم میرے ساتھ رہتے ہیں۔ حالانکہ میں یہ زندگی جینا نہیں چاہتا۔ یہ تو موت سے بھی بدتر زندگی ہے لیکن مجھے اُمید ہے کہ بہت جلد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

آفاق جلد سے جلد وقت گزرنے کا انتظار کر رہا تھا کہ کب چار سال کا وقفہ ختم ہو اور وہ اپنی پیاری بیوی کے پاس پہنچ جائے۔ اس سے معافی مانگے اور پھر کبھی اس سے دور نہ جائے۔ اب اُسے بھی محسوس ہونے لگا تھا کہ اس نے چار سال کا Agreement کر کے غلط کیا ہے۔ اسے گلنار سے ایک بار ضرور پوچھنا چاہئے تھا۔ دو سال کا وقفہ گزر چکا تھا لیکن مزید دو سال باقی تھے۔ وہ کسی بھی صورت گلنار سے علیحدگی نہیں چاہتا تھا۔ اس کی دوری اسے ہر لمحہ تڑپائے رہتی لیکن اطمینان تھا کہ جب وہ گھر لوٹے گا تو ساری دوریاں ختم ہو جائیں گی اور ایک بار پھر ہم لوگ ایک بہتر زندگی کی طرف گامزن ہوں گے۔ میں گلنار کو اتنی محبت دوں گا کہ وہ سارے غم بھول جائے گی۔ میں اسے اتنی خوشی دوں گا کہ غم کا سایہ بھی اس پر نہیں پڑے گا۔ میں دنیا کی تمام خوشیاں لا کر اس کے قدموں میں ڈال دوں گا اور کہوں گا کہ میں ہمیشہ تمہارے قدموں میں رہ کر اپنی زندگی جینا چاہتا ہوں۔ میں تم سے الگ نہیں رہ سکتا۔ بس یہ دوری کسی طرح سمٹ جائے اور ہم لوگ ایک ہو کر خوشگوار زندگی

گزارنے کے لیے خود کو تیار کریں۔

ابھی وہ سوچ کے سمندر میں غوطہ زن تھا کہ ڈاکیے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے دروازہ کھولا اور دستخط کر کے لفافہ لے لیا لیکن جب اس کا مضمون پڑھا تو ایسا لگا کہ چھت اس پر گر پڑی ہے۔ زمین دھنس گئی ہے اور اس میں وہ سمایا جا رہا ہے۔ گلنار نے طلاق کے پیپر آفاق کو بھجوائے تھے۔

آفاق کافی دیر تک حیرانی میں ڈوبا رہا۔ اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ گلنار اتنا بڑا فیصلہ لے سکتی ہے۔ چار سال کی دوری اتنی بڑی وجہ نہیں بن سکتی کہ کوئی طلاق لے لے۔ جب اس کے ہوش ٹھکانے آئے تو اس نے ماں کو فون لگایا۔ انیسہ بیگم کو بھی ساری باتیں پہلے سے معلوم تھیں۔ کافی دیر تک انیسہ بیگم بیٹے کو تسلی دیتی رہیں، سمجھاتی رہیں مگر آفاق کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ گلنار اس سے طلاق بھی لے سکتی ہے۔

دسمبر کی بارش ہوئی آخری شام زرد ٹھٹھری ہوئی سسکیوں کے ساتھ رات کی بیکراں منجمد گود میں سو گئی ہے۔ سڑکوں پر گہرا سناٹا پھیلا ہوا ہے۔ آفاق جب ایئرپورٹ سے گھر کی طرف روانہ ہوا تو اس نے محسوس کیا جیسے خاموشی کے جنگل میں کتوں کی آوازوں کی طرح کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ کار کے شیشے سے باہر دیکھتا ہے۔ سڑک پر مری خاموشی کھانس رہی ہے۔

آفاق نے گھر کے اندر جب قدم رکھا تو ماں اور بہن کے اُداس چہرے کو دیکھ کر وہ کانپ گیا۔ گھر کے ہر گوشے سے ویرانی جھلک رہی تھی۔ وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں آ گیا۔ ماں نے کھانے کے لئے دریافت کیا لیکن اس نے منع کر دیا۔ پھر کپڑا تبدیل کئے بنا ہی بستر پر دراز ہو گیا۔ ہر سمت سناٹے کا عالم، ہر طرف گہرا اندھیرا ہے........ دھندلکے ہیں۔ وقت نے اس کی ہستی کے لاتعداد ٹکڑے کر دیئے ہیں اور یہ ٹکڑے رفتہ رفتہ ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہے ہیں۔ دیر تک آفاق گھپ اندھیرے سے لڑتا رہا۔ تاریک، ویران، پرہول کی

خاموشی اس کے درمیان پھیل چکی ہے۔ آنکھیں تو کھلی ہیں لیکن نہ کوئی منظر، نہ کوئی عکس ابھر رہا ہے۔ اس اندھیرے گھر میں کہیں سے بھی کسی ستارا کے اترنے کے آثار معدوم ہو چکے ہیں۔ پھر بھی نہ جانے کیوں اسے یہ اُمید ہے کہ کل جب وہ گلنار سے ملے گا تو سارے شکوے گلے دور ہو جائیں گے۔ وہ اپنے طلاق کا کاغذ واپس لے لے گی اور پھر سے اس کے ساتھ زندگی گزارنے پر آمادہ ہو جائے گی اور اسی اُمید نے اس کی پلکوں پر نیند کی چادر پھیلا دی۔

●●

آفاق نے جب گلنار کے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تو عبدالرحمن نے بے دلی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ گلنار کو آواز دے کر اپنے کمرے کی طرف لوٹ گئے۔ گلنار اپنے کمرے سے نکل کر آفاق کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ دونوں کی نظریں ملیں لیکن گلنار کے لب خاموش رہے البتہ آفاق بول پڑا——

”گلنار میں واپس آگیا ہوں۔ نوکری بھی چھوڑ دی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ زندگی بھر تمہارے ساتھ رہوں گا۔ بس ایک بار اپنا طلاق نامہ واپس لے لو۔“

”آفاق صاحب آپ نے فیصلہ لینے میں بہت دیر کر دی۔ آپ لوگ عورت کو محض ڈرائنگ روم میں سجانے والی کوئی شے سمجھتے ہیں کہ اسے لایا اور لا کر سجا دیا۔ عورت کے بھی جذبات ہوتے ہیں آفاق صاحب‘ اس کی کچھ آرزوئیں‘ تمنائیں بھی ہوتی ہیں۔ شادی سے پہلے ہر لڑکی کئی طرح کے خواب دیکھتی ہے اور شادی کے بعد اس کی تکمیل چاہتی ہے۔ عورت کو صرف دولت یا آرام و آرائش کی چیزیں نہیں چاہئے۔ اسے اپنے شوہر کا پیار‘ اس کا ساتھ‘ اس کی محبت‘ اس کی چاہت سب کچھ چاہئے۔ آپ نے کبھی نہیں سوچا کہ میں یہاں تنہا اپنی زندگی کیسے بسر کروں گی۔ آپ لوگ صرف دولت کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ کسی کے جذبات اور احساسات کا آپ لوگوں کو قطعی فکر نہیں۔ اگر قناعت پسندی سیکھنی ہے تو ستاروں سے سیکھئے کہ ایک ہی رات میں جگمگا کر خوش ہو لیتے ہیں۔ اس لئے جو فیصلہ میں نے لیا ہے‘ وہ صحیح ہے اور میں اس سے ہٹ نہیں سکتی۔

”گلنار اپنے فیصلے پر ایک بار پھر سے غور کرو۔ میں نے جو بھی فیصلہ لیا تھا وہ تمہاری خوشی‘ تمہاری بہتر زندگی کے لئے لیا تھا۔ میں نے سوچا تھا جب لوٹ کر آؤں گا تو

تمہارے قدموں میں اتنی دولت ڈال دوں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتی تھی لیکن شاید میں غلط تھا۔ میں نے دولت تو بہت کمایا لیکن اپنی بیوی سے اتنی دوری ہوگئی کہ آج وہ طلاق لینے پر آمادہ ہے۔“

”آفاق صاحب اگر دولت سے خوشی خریدی جاتی تو ہر انسان خوشی خرید لیتا لیکن ایسا نہیں ہے۔ خوشی‘ محبت اور خلوص سے نصیب ہوتی ہے۔ آپ نے دولت بہت کمایا لیکن یہ بھول گئے کہ میں اپنی بیوی سے دور چلا جا رہا ہوں۔ اس لئے میں اب آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی اور جو فیصلہ میں نے لیا ہے وہ بہت سوچ سمجھ کر لیا ہے۔“

”تو تمہارا یہ آخری فیصلہ ہے؟“

”بالکل“

”اگر میں طلاق کے پیپر پر دستخط نہ کروں تو.........“

”مجبوراً مجھے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا۔“

”گلنار تم اس حد تک جا سکتی ہو مجھے اُمید نہ تھی لیکن ایک بات میں بھی بتا دوں کہ اتنی آسانی سے میں تمہیں چھوڑنے والا نہیں۔ میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں لوٹا ہوں۔ اس لئے یا تو تم رہو گی یا میں........“

آفاق غصے سے پیر پٹکتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

●●

آفاق کے جانے کے بعد گلنار نے تبریز کو فون لگایا اور تمام باتوں سے آگاہ کیا ——— "ابھی ابھی آفاق یہاں سے گئے ہیں اور دھمکی دے کر گئے ہیں کہ مجھے جان سے مار دیں گے۔"

"گلنار تم ناحق پریشان ہو رہی ہو۔ آفاق ایسا کچھ نہیں کرے گا۔ وہ بے حد کمزور انسان ہے اور کمزور انسان اتنا بڑا فیصلہ نہیں لے سکتا۔ اس لئے تم اطمینان رکھو۔"

تبریز نے گلنار کو تسلی دے کر اسے خاموش تو کر دیا لیکن اس کے اندر ایک ڈر سرایت کر گیا تھا۔ اگر اس نے غصے میں آ کر کوئی ایسا قدم اٹھا لیا تو میری زندگی کا کیا ہوگا۔ وہ گھر میں سب کو آفاق کے اس فیصلے کے بارے میں آگاہ کرنا چاہتی تھی مگر وہ گھر والوں کو مزید پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی اس لئے خاموش ہی رہی اور اپنے کمرے میں رات بھر ٹہل کر گزار دیا۔

●●

اندھیری رات میں آفاق تنہا اپنے کمرے بیٹھا خاموشی کو گھور رہا ہے۔ وقت نے اس کے ساتھ کتنا بدنما مذاق کیا ہے۔ اس کی زندگی ہی اس سے چھین لی ہے .... گلنار ....جو اس کی زندگی تھی اب پرائی ہو گئی تھی۔ گزرے وقت کے دھندلے دھبے دل کے اندر چیخ رہے تھے۔ ارمانوں کے نیلے جگنو اس کی سانسوں میں جل رہے تھے۔ کل یہی کمرہ گلنار کے بدن سے اٹھنے والی خوشبو سے مہک اٹھتا تھا۔ اس کی نقرئی ہنسی سے جیسے ہزار شہنائیاں بج اٹھتی تھیں۔ کمرہ میں اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ وہ وہاں سے نکل کر سڑک پر آ جاتا ہے۔ دور تک چلتا رہتا ہے۔ سڑک پر اب ٹریفک کم ہو گئی ہے لیکن گاڑیوں کا شور ابھی تھما نہیں ہے۔ وہ چلتا ہوا ندی کے کنارے آ گیا۔ اس مقام پر وہ گلنار کے ساتھ ایک دو بار آ چکا تھا۔ یہاں آفاق، فضا کو مغموم محسوس کرتا ہے۔ اسے اسرار اکبر آبادی کی نظم کا ایک ٹکڑا یاد آنے لگتا ہے۔

اُڑ کر بلندیوں سے تو ٹھنڈی ہوائیں لا
اے درد! ساگروں تو اودی گھٹائیں لا
وہ سبزہ زار، جھومتی مہکی فضائیں لا
کل کی وفائیں لا
غنچے کہاں گئے، گل رعنا کہاں گئے
دریا کہاں گئے
سبھی دریا کہاں گئے
یہ کیا ہوا کہ اس جگہ اب ریگ زار ہے"
آفاق ہر لمحہ اپنا احتساب کرتا ہے کہ
اس کا گناہ کیا ہے
یہی کہ ایک بہتر زندگی جینے کے لئے گلف میں نوکری کی، زیادہ پیسہ کمانے کے

لئے چار سال کا Agreement کیا۔ کیا یہی میرا گناہ ہے؟

اگر یہی گناہ ہے تو کوئی بھی نوکری کرنے بیرون ملک نہیں جائے گا۔

اپنے ملک میں رہ کر ہی دو وقت کی روٹی کا انتظام کرے گا یا بھوکا مرے گا۔

گلنار نے میرا چار سال تک انتظار نہیں کیا۔ چار سال کے بعد میں لوٹ کر آتا تو یہیں کوئی نوکری کر لیتا۔ پھر تو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا لیکن اس نے میرا انتظار نہیں کیا اور دوسرا جیون ساتھی چن لیا۔ آج اس کا نکاح ہے۔ آج وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوسرے کی ہو جائے گی۔

کچھ دیر وہ سوچتا ہے اور ایک عزم کے ساتھ اٹھتا ہے۔

"نہیں........ میں گلنار کو کسی دوسرے کی نہیں ہونے دوں گا۔ وہ صرف اور صرف میری ہے۔ اب میں نے نوکری بھی چھوڑ دی ہے مگر گلنار کو نہیں چھوڑ سکتا۔ چاہے اس کے لئے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔

وہ ایک عزم کے ساتھ اٹھتا ہے اور گلنار کے گھر کی طرف چل پڑتا ہے۔ گلنار کا گھر برقی قمقموں سے جگمگا رہا ہے۔ مہمانوں کا آنا شروع ہو گیا ہے۔ گلنار دلہن کے لباس میں بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔ بارات آ چکی ہے۔ نکاح کی تیاری چل رہی ہے۔ اسی وقت ہاتھ میں ریوالور لئے آفاق داخل ہوا۔ وہ غصے سے کانپ رہا ہے۔ لوگ دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ کچھ لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ وہ سیدھا تبریز کے پاس پہنچا۔

"تبریز تم نے میری گلنار کو چھینا ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

تبریز کھڑا ہو گیا۔ وہاں موجود سبھی لوگ کھڑے ہو گئے۔ آفاق دھیرے دھیرے تبریز کی طرف بڑھا۔ یہ خبر گلنار تک بھی پہنچ گئی۔ وہ اپنے کمرے سے دوڑتی ہوئی نکلی اور آفاق اور تبریز کے درمیان میں کھڑی ہو گئی۔

"آپ انہیں نہیں مار سکتے آفاق........ کیونکہ شادی کا فیصلہ میرا ہے۔ ہر انسان

کے پاس دو راستے ہوتے ہیں۔ ایک دولت کا اور دوسرا محبت کا........ آپ نے دولت کا راستہ اختیار کیا اور اتنی دور نکل گئے کہ میں محبت کے لئے ترس گئی۔ میری زندگی میں آپ نے اندھیرا ابھر دیا تھا۔ تبریز اس اندھیرے میں اُجالے کی ایک کرن بن کر نمودار ہوئے۔ ایک بوند اُجالا بن کر میری زندگی میں شامل ہوئے۔ میری زندگی میں اُجالا ہی اُجالا بھر دیا۔ آپ نے محبت کو سمجھا ہی نہیں آفاق اور سمجھا بھی تو بہت دیر ہو گئی۔ اگر مارنا ہی ہے تو مجھے ماریئے۔"

آفاق گلنار کی طرف بڑھا۔ وہاں کھڑے تمام لوگ آفاق کو دیکھنے لگے۔ وہ آگے بڑھ کر رک گیا——

"واہ........ گلنار........ واہ........ لوگ کہتے ہیں کہ محبت سر چڑھ کر بولتی ہے' آج میں نے دیکھ لیا۔ یہ صحیح ہے کہ میری چند دنوں کی محبت نے وہ اثر نہیں دکھایا جو تبریز ہاشمی' مشہور اینکر کی محبت نے اثر دکھایا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ میں دولت کمانے کے پیچھے اتنا تیز دوڑا کہ میری بیوی آندھی کی طرح میری زندگی سے بہت دور چلی گئی۔ میں نے تو محبت کا وہ پودا لگایا تھا جسے اب تک تناور درخت بن جانا چاہئے تھا لیکن یہ صحیح ہے کہ دوری محبت کو کم کر دیتی ہے۔ میری غیر موجودگی اور دوری نے میری محبت کو اس قدر کم کر دیا کہ تم کسی اور کی بانہوں کی زینت بن گئی اور آج میں ایک تماشائی کی طرح تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنی بانہوں میں قید کرنے کے لئے یہاں آیا تھا لیکن کیا پتہ تھا کہ تبریز کی محبت تمہارے دل میں اس قدر گھر کر جائے گی کہ تمہیں میرے نام سے بھی نفرت ہونے لگے گی........ گلنار یہ حقیقت ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ چند دن ہی گزارے اور ان چند دنوں میں میں نے جو محبت تمہیں دی ہے وہ شاید تبریز تمہیں پوری زندگی میں بھی دے پائے گا یا نہیں۔ یہ تو وقت ہی بتائے گا لیکن میں تو آج ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح کھڑا ہوں اور میری خوشی میری محبت پر تبریز نے ڈاکہ ڈالا ہے۔ میں کسے قصوروار ٹھہراؤں اپنے آپ کو جو نوکری نہ ملنے کی وجہ سے اپنے وطن سے

بہت دور روپیہ کمانے چلا گیا۔ اپنی ماں، اپنی بہن، اپنا گھر، اپنا وطن، اپنے لوگ سب کو چھوڑ کر یا گلنار تمہیں کہ تم چار سال تک میرا انتظار نہ کر سکی شاید میری محبت میں کوئی ضروری رہ گئی تھی جس نے تمہیں مجھ سے اس قدر دور کر دیا کہ میری زندگی سے ہی جانے کا فیصلہ لے لیا یا وقت کو قصوروار ٹھہراؤں جس نے میرے حصے میں تنہائی اور ناامیدی لکھ دی ہے۔ میں تمہیں مار کر کیا کروں گا یا تبریز کو مار کر کیا کروں گا اس لئے کہ جب تم نے میرے ساتھ نہ رہنے کا فیصلہ کیا ہے تو میں آج سر محفل تمہیں اپنی زندگی سے آزاد کرتا ہوں۔ میں تمہیں طلاق.......طلاق.......طلاق.......دیتا ہوں۔ آج سے تم آزاد ہو اور تم تبریز کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکتی ہو'' —— آفاق گلنار کا ہاتھ پکڑ کر تبریز کے پاس لے جاتا ہے اور اس کی بغل میں کھڑا کر دیتا ہے پھر پاس ہی میز میں رکھے پھول کا ہار اٹھا کر ایک تبریز کو پہناتا ہے اور دوسرا گلنار کے گلے میں ڈال کر دروازے کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔

وہاں موجود سبھی لوگ آفاق کو جاتے ہوئے دیکھنے لگتے ہیں۔ آفاق دھیرے دھیرے دروازے سے باہر نکل جاتا ہے۔

●●

تعارف

نام	:	محمد صغیر
قلمی نام	:	**احمد صغیر**
والدین		محمد حنیف (مرحوم)، ساجدہ خاتون
پیدائش	:	۲۱ نومبر ۱۹۶۳ء
مولد	:	محلہ کیوال بیگھہ، گیا (بہار)
تعلیم	:	پی ایچ۔ ڈی (اردو)
ملازمت	:	انوگرہ میموریل کالج، گیا
اہلیہ	:	نزہت پروین
اولادیں	:	التمش صغیر
		فرجاد صغیر

دیگر کتابیں:

- نئی کہانی نیا مزاج (انتخاب اور تجزیہ) 1989
- چھ دسمبر (بابری مسجد پر لکھی گئی نظموں کا انتخاب) 1993
- منڈیر پر بیٹھا پرندہ (افسانوی مجموعہ) 1995
- انا کو آنے دو (افسانوی مجموعہ) 2000
- جنگ جاری ہے (ناول) 2002
- چنگاریوں کے درمیان (غزلیں — ہندی) 2002
- اردو افسانے میں احتجاج (تحقیقی مقالہ) 2003

- درمیاں کوئی تو ہے (افسانوی مجموعہ) 2007
- دروازہ ابھی بند ہے (ناول) 2008
- اردو افسانے کا تنقیدی جائزہ (۱۹۹۰ء کے بعد) 2009

تراجم:

- بے شناخت (اردو سے ہندی) ناصر بغدادی
- تلاش بہاراں* (اردو سے ہندی) کشوری رنجن
- پرتی نیدھی شاعری* (اردو سے ہندی) آنچل آزادی
- پرتی نیدھی شاعری* (اردو سے ہندی) شکیب جوہر
- پرتی نیدھی شاعری* (اردو سے ہندی) خورشید احمد

[* یہ چاروں کتابیں رادھا کرشن پرکاشن نئی دہلی سے شائع ہو چکی ہیں]

اعزاز و انعام:

- منڈیر پہ بیٹھا پرندہ (بہار اردو اکادمی) ۱۹۹۵
- انا کو آنے دو (مغربی بنگال اردو اکادمی) ۲۰۰۱
- جدید اردو افسانوں میں۔۔ (دہلی اردو اکادمی) ۲۰۰۳
- درمیاں کوئی تو ہے (سہیل عظیم آبادی ایوارڈ، بہار اردو اکادمی) ۲۰۰۷
- جدید اردو افسانوں میں۔۔ (بہار اردو اکادمی) ۲۰۰۳
- اردو افسانے کا تنقیدی جائزہ (اتر پردیش اردو اکادمی) ۲۰۰۹

●●

''منڈیر پر بیٹھا پرندہ''، ''انا کو آنے دو'' اور ''درمیاں کوئی تو ہے''

کے بعد

احمد صغیر

کا

چوتھا افسانوی مجموعہ

''مسیحائی''

بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے۔

''جدید اُردو افسانے میں احتجاج کی بازگشت''

اور

''اردو افسانے کا تنقیدی جائزہ — 1980 کے بعد''

احمد صغیر

کی تیسری تنقیدی کتاب

''اردو ناول کا تنقیدی جائزہ — 1980 کے بعد''

بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے۔

''منڈیر پر بیٹھا پرندہ''، ''انا کو آنے دو'' اور ''درمیاں کوئی تو ہے''

کے بعد

احمد صغیر

کا

چوتھا افسانوی مجموعہ

''مسیحائی''

بہت جلد منظرِ عام پر آ رہا ہے۔

''جدید اُردو افسانے میں احتجاج کی بازگشت''

اور

''اردو افسانے کا تنقیدی جائزہ — 1980 کے بعد''

احمد صغیر

کی تیسری تنقیدی کتاب

''اردو ناول کا تنقیدی جائزہ — 1980 کے بعد''

بہت جلد منظرِ عام پر آ رہی ہے۔



احمد صغیر نہ کہ ایک اہم افسانہ نگار ہیں بلکہ خوبصورت ناولوں کے خالق بھی ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں افسانہ تنقید میں بالخصوص معاصر افسانے کی سمت و رفتار کے جائزے میں بھی اپنی ذہانت کے ثبوت دیئے ہیں۔ اپنے پہلے ناول 'جنگ جاری ہے' 2001 میں انھوں نے عصرِ حاضر کے مسلمانوں کے مختلف تاثیں کے مدِ نظر ہندوستانی سیاست میں ان کے بدلتے ہوئے سیاسی و سماجی نیز تہذیبی کوائف کو نشان زد کیا تھا۔ اس کے بعد ان کا طویل ناول 'دروازہ ابھی بند ہے' (2008)، میں اس عہدِ رواں کے دلدوز المیے کی فنی تصویر پیش کی گئی ہے۔ گجرات میں ہونے والے فسادات نے نہ صرف احمد صغیر کو بلکہ ادھر کئی اردو اور ہندی کے ناول نگاروں کو اسی جانب توجہ کرنے اور ہندوستانی سیاست کے تضادات کو پیش کرنے کی طرف مائل کیا ہے۔ احمد صغیر نے اس ناول میں اپنی انفرادیت ثبت کرنے میں کامیابی حاصل کی لیکن ناقدین نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ ویسے بھی اردو میں ایسے ناقدین کی تعداد صفر ہے جو ناولوں کی شعریات پر توجہ دیتے ہوں۔

زیرِ نظر ناول 'ایک بوند اُجالا' عرب ممالک میں روزی روٹی کی خاطر اپنے ملک، معاشرہ اور ماں باپ نیز اپنی شریکِ حیات سے خود اختیاری تنہائی اختیار کرنے کے عمل و ردِ عمل کے ذریعے خلق ہونے والے المیے کو پیش کرنے والا ایسا ناول ہے جو اس موضوع پر پیش تر لکھے گئے ناولوں میں اپنی خاص پہچان رکھتا ہے۔ احمد صغیر ہمیشہ مسائل کی کہانیوں پر توجہ دیتے ہیں ان کا یہ رویہ اس ناول کا بھی اہم سیاق بنا ہے۔ کیسی بوالعجبی ہے کہ ہمارے عہد کے نوجوان اپنے ملک میں بے روزگاری کے شکار نہ ہو جائیں، اس خوف کی وجہ سے وہ بیرونِ ملک جا کر اپنے عزیز ترین تہذیبی و مذہبی نیز انسانی فرائض کو تج دینے پر خود کو مجبور پاتے ہیں۔ اس ناول کے کردار 'آفاق' نے اپنی بیوی 'گلنار' کو محض چند روپے اور زیادہ سے زیادہ آسائش کا سامان اکٹھا کرنے کے لیے کیوں کر کھو دیا؟ اس حقیقت کا اندازہ آپ ناول پڑھنے کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔ ناول اس المیے کا نشان بن جاتا ہے کہ زندگی میں اقتصادی مسائل، بنے بنائے سماجی اُصولوں اور مذہبی اعتقادات کو متزلزل کر دیتے ہیں۔ احمد صغیر نے بڑی فن کاری سے اس ناول میں مذکورہ بالا مسائل کو ناولاتی اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔

— ڈاکٹر مولا بخش

صدر شعبۂ اردو، دیال سنگھ کالج، دہلی

Ek Boond Ujala (Novel)
Ahmad Sagheer
arshia publications
ISBN 978-93-81029-53-4
9 789381 029534
Arshia Publications